



یہ کتاب ”کتاب خزانہ“ کے درج ذیل لنک پر اپلوڈ کر دی گئی ہے:

<https://www.facebook.com/groups/kitabkhazana/files>

اسی کتاب کے ٹائٹل کو رپرٹج / کلک کریں اور کتاب خزانہ فیس بک گروپ جوائن کریں۔

مہر محمد مظہر کاٹھیا-03037619693

# راہِ چہوت اور غزلِ ناز و شوکی معاشر

انسا

مقبول احمد صدیقی

مؤلف

تاریخ الہ آباد، حیاتِ جلیل، یا فلیسوف، استنبول کا داستان گو غیر



بار اول      مارچ ۱۹۴۷ء

تعداد      ایک ہزار اسی

قیمت      ۳۰ روپے

پبلشر  
الہ آباد پبلشنگ ہاؤس - الہ آباد

مطبوعہ سیلھی بھارتی پریس - الہ آباد



# تہذیب و انتساب

بجانب علامہ مفضل استاد الاساتذہ  
پروفیسر محمد احسان اللہ خاں صاحب تاجور نجیب آبادی  
شمس العلماء

متعنا اللہ بطول بقایہ و فیوضہ و بركاتہ

نازاں توئی کہ ہم چو منے طرح خوان تو  
نازاں مسم کہ ہم چو توئے قدر دان من

مقبول

ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں جو) نہایت رحم والا مہربان (ہی)۔

## چشمِ کرم

معاشرت کے پر لطف نشاط انگیز موضوع پر اُس وقت قلم اُٹھانے کا "اتفاق" ہوتا ہے جب میری عمر کی خزاں ہے۔ اور وہ خزاں بھی اپنی پوری بہاری پر۔ قوائے نفسانی جواب دے رہے ہیں مافطر رخصت ہو چکا۔ تاہم حضرت "اتفاق" کا تقاضا ہے اور میں اُن کے ارشاد کی تعمیل پر مجبور ہوں۔

راقم سطور نے اس عالم ہستی میں گزشتہ صدی میں قدم رکھا تھا جو اس وقت ہر حیثیت سے گزری ہوئی چیز ہے۔ ہجری تقویم سے

---

ماہنامہ زندگی بسر کرنا۔ قوائے نفسانی۔ جن کا دماغ سے تعلق ہے مثلاً بیانی۔ سوچنا۔  
سننا۔ چکھنا۔ چھونا۔ خیال، فکر، وہم وغیرہ۔ انجموں کا حساب۔ کیلکولیشن۔



بھی، عیسوی حساب سے بھی فصلی اور بکری شمار کے پوچھنے کے لئے  
 بھی کسی اختر شناس کی ضرورت نہیں۔ باوجودیکہ میں وہی ہوں اور  
 زمانہ بھی وہی چلا آتا ہے۔ لیکن سالہائے عمر کا ایک دوسری  
 تقویم سے گھٹ بڑھ جانا ایک طرف مضمون ہے۔ مانتا ہوں کہ پرانے  
 واقعات پر ہم ایسے پیران فرقت کو بھی دسترس ہونا چاہئے تھی مگر  
 دنیا بدل گئی ہے۔ دنیا کے موسم اور فصلیں بدل گئی ہیں۔ اب ایسی  
 دلچسپ، نازک خدمتیں ہمارے ہونہار اور عزیز، فاضل ڈاکٹروں،  
 جوان ہمت جوان سال جوان اقبال عالم پر و فیسر صاحبان کے شایان شان  
 ہیں۔ دماغ کی تیزی، ذہن کی جودت، نگاہ کی وسعت ان کا حصہ ہے  
 صرف انھیں کا حصہ۔ ناکارہ بوڑھوں سے کیا توقعات!

کسی ستم ظریف مشرق لو اذ علم دوست کا ایک لطیف مشہور ہے،  
 جو مجھ تک میڈیم راگو زین  
 ZENAIDE A. RAGOZIN

کی معرفت پہنچا ہے کہ ہند قدیم کے متعلق اگر کوئی کتاب لکھی جائے  
 تو آخری باب تک پہنچتے پہنچتے پہلے باب کی نظر ثانی کی ضرورت ہو جاتی ہے

۵۔ ستاروں کا ماہر ۵۔ نئی چیز اچھی ۶۔ نہایت بڑھا۔ سال خوردہ۔ از کار رفتہ  
 ۷۔ لائق بنیادار ۸۔ ادبی ٹیٹلسٹ۔ علوم مشرقیہ کا مستحضر ۹۔ از۔ ویدک ہند ترجمہ

حمید صفحہ ۱۶۲ - در سالہ معارف نمبر ۳ جلد ۱۴ ماہ فروری ۱۹۴۲ - صفحہ ۱۳۳ -



یہ کلیتاً صحیح ہے۔ ”تاریخ فنون“ لکھتے وقت مجھے بھی سابقہ پڑا ہے۔ اور اُس کتاب کی اشاعت اسی باعث سے معروضِ تاخیر میں ہے۔ جس زمانہ کے متعلق اس وقت تحقیق و تخیص پیش نظر ہے وہ اصطلاحاً ”قدیم“ تو نہیں، مگر عہدِ قدیم کا وابستہ بلکہ وابستہ ضرور ہے۔ اُس عہد کی بہت سی خصوصیات اور مشکلات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کی بدولت مجھے طرح طرح کی دشواریاں پیش آئیں اور آ رہی ہیں۔ زبردست، ناقابلِ عبور۔ اور اِن تاریخ کو آغازِ کار ہی سے ان باتوں کا پتہ دینے اور سراغ بتانے سے انکار ہے۔ اُن مبارک، مختصر سپدِ ایام میں سیاح اور مُورخ ایسے حالتِ اور معاشرتی معاملات کو حوالہ قلم فرمانا تہذیباً و اخلاقاً نازیبا و ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔ محاسبِ رادروں خانہ چہ کار۔ دانستہ۔ یگانہ شیخ شیراز خوش تقدیر تھا اور خوش تدبیر جس کو فخر ہے شمعِ زہر گوشہ یافتہ زہرِ خرمنے خوشہ یافتہ مجھے اپنی حرامِ نصیبی اور مساعی کی ناکامی کا شکوہ ہے، یاس

۱۰ تمام و کمال ۱۱ ظاہر کرنے کی جگہ ۱۲ صاف کرنا ۱۳ حضرت سعدیؒ ۱۴ کوشش، مسعاہ کی جمع۔



اور بے بسی کا دکھڑا۔ بہر حال اس بارِ عظیم سے سبکدوش ہونے کی  
کوشش کی ہے۔ جانتا ہوں کہ یہ صفحات جو پیش کئے جاتے ہیں اپنے  
لکھنے والے کی ناقابلیت کی رسوائی اور بے استعدادی کو طشت  
ازبام کرنے میں کوتاہی نہ کریں گے۔ پھر بھی جرأت کر رہا ہوں۔ ان  
بے ربط خیالات بے سلسلہ تحریرات اور بے ترتیب سلسلہ  
مضامین کے ملاحظہ سے قدر شناسانِ علم و فن کو جو زحمت ہوگی  
اس کی معافی چاہتا ہوں۔

شرم دارم کہ نواہے پریشاں زدہ ام



# راچپوت اور مغل زن و شو کی معاشرت

## (۱) بات چیت - بول چال

دنیا بے حسن و عشق کے پیغام رساں دو ہی مانے جاتے ہیں -  
ایک آنکھ - دوسری زبان - ملائے جامی سا باکمال و ذی شعور بھی  
جب ان دونوں کی باہمی فوقیت، افضلیت و بزرگی اور ان کے  
کارناموں کی اہمیت کا مقابلہ اور فیصلہ نہ فرما سکا تو یہ کہہ کر خاموش  
ہو گیا :-

نہ تھا عشق از دیدار خیزد بسا کیس دولت از گفتار خیزد  
پہلی کے متعلق تو ہمارے دیس (وطن) کا ایک فدائی اور ناموس  
الہیہ کارمزن شناس و حساس شاعر پہلے ہی سے چند لفظوں میں سب

۱۵ دیکھئے فرنگ حواشی پہلا مقالہ ۱۶ دیکھئے فرنگ حواشی دوسرا مقالہ ۱۷ شوی - شوہر  
۱۸ ماہم زندگانی بسر کیا ۱۹ دیکھئے فرنگ حواشی تیسرا مقالہ ۲۰ حکماء اور قواعد و تصورات خداوندی



کچھ کہہ کر رہے۔ وہ ان حسن و جمال کی مورتوں اور عصمت و عفت کی دیویوں کی فطرت اور خلقی شرم و حیا کی حقیقت کو یوں بے نقاب کرتا ہے۔

تماموں سے حیا آتی ہے پردہ پر قمر سے ڈر ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے موزن در سے خلوت میں سرکتی نہیں چادر کبھی سر سے بیگانہ نظر رہتی ہے شوہر کی نظر سے خلوت میں نگاہوں سے نگاہیں نہیں ملتیں

دل ملتے ہیں دل ملنے کی راہیں نہیں ملتیں

اس لئے اب دیکھنا ہے کہ خداے سخن کا دوسرا پیا مبر (زبان) اپنے فرض سے کس طرح سبکدوش ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں تو زوجین میں ہر چیز ہر بات کا اختلاف ہے۔ یوں کہئے کہ طرفین میں نہ مین و آسمان کا فرق ہے۔ ملک و قوم ہی کا فرق نہیں، مذہب کا بھی فرق نہ۔ بول چال کا فرق ہے۔ عادات و اطوار کا فرق ہے۔ آداب و اخلاق کا فرق ہے۔ تبلیغ رسالت ہو تو کیسے ہو؟ کون بتا سکتا ہے کہ خلوت و جلوت کی صحبتوں میں، لطیف طبع اور حسن اختلاف کی

۲۱ مرد عورت - میاں بی بی ۲۲ طرّف یعنی شکوہ - چنانچہ ہمسرہ، ہمنوا ہے۔ از

مفہم شاداب صفحہ ۴۱ - در غیاث اللغات باب طامع رائے مہملہ صفحہ ۴۸ - ۴۹ -  
آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۱۵۴



ابتدائی منزلیں کیونکر طے ہوتی ہوں گی! مقبول دیدہ سال  
 کا پتی میں جس کی پیری کو جوانی دیکھ کر ہنس رہا ہے اپنے خاتمے کی جوانی دیکھ کر  
 یادہ سرا و شوریدہ حال مقبول نے اپنی طبع جواں و رواں سے  
 بار بار پوچھا، مگر اس کا جواب شافی یا کافی کبھی نہیں پایا کہ یہ عجیب و غریب  
 اجنبی جوڑے مختلف المزاج مختلف الذہن مختلف الخیال روحیں  
 باہم در عرض مطلب اور ادائے خیال پر کس طرح قادر ہوتی تھیں؟  
 شاید شروع شروع میں اشاروں ہی سے کام چلتا ہو گا۔ سورج منسی  
 چند منسی را جگہ ریاں تو رانی تاتامادی شوہروں سے بولنا چاہنا چاہتی  
 ہوں گی تو کیا طریقہ اختیار کرتی ہوں گی۔

ع۔ زبانِ یار من ترک کی و من ترک کی نیدانم  
 اعتراف ہے کہ میرا داغ اس گتھی کو آج تک سلجھانا نہ سکا اور ہر مرتبہ

۲۳ دیکھئے فرنگ و حواشی، نوٹ نمبر ۲۲ کرنیل ٹاڈ فرماتے ہیں کہ اشاعت  
 اسلام سے پہلے سب لوگ ہندو تھے اور ہندو مت کے پُرورد خواہ وہ انڈوسے تھوگ  
 رہے ہوں یا تاتاری (را حبیبتان مترجم صفحہ ۶۶ نوٹ ۱) اور چغتائی تو انہیں یادو کی اولاد  
 تھے۔ (انگریزی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۱۸ نوٹ جلد دوم) انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا،  
 جلد ۲ صفحہ ۴۴۸۔ منوچی لکھتا ہے کہ ترکوں کی قدیم زبان تاتاری ہے۔ وہی کے شاہزادے جب  
 پانچ سال کی عمر کو پہنچتے تھے تو ان کی پیری زبان (تاتامادی) اُن کو سکھائی جاتی تھی۔ جلد سوم  
 صفحہ ۲۲۔ ترجمہ۔ نیز دیکھئے فرنگ و حواشی، نوٹ پانچواں۔



یہ کہہ کر ٹال گیا کہ فطرت اپنے مطالبات کو پورا کر لینے پر اس وقت بھی ایسی ہی قدرت رکھتی تھی جیسی اب رکھتی ہے۔ انسانی اولہ جنسی ضرورتیں اپنا کام نکال لینا خوب جانتی تھیں۔ شکسپیر SHAKSPERE کا یہ قول بالکل درست ہے کہ ”فطرت کے ذرا سے اشارہ پر بنی نوع آدم میں رشتہ اور قرابت پیدا ہو سکتی ہے۔“

“ONE TOUCH OF NATURE MAKES THE WHOLE  
WORLD KIN”...TROIUS AND CRESSIDA

ایسی مخلوق و مختلف قراتوں کا زور شور شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں زیادہ رہا ہے۔ مگر اس عہد کے نامور سرکاری و درباری تاریخ نویس نے اسی قدر لکھ کر قلم روک لیا ہے کہ ”ہندوستان ایسے وسیع ملک میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ وہ اختلافات جو ایک کو دوسرے کے سمجھنے سمجھانے سے باز نہیں رکھتے، شمار سے باہر ہیں۔ جن کو حامل یاد یا منت ہی نہیں کر سکتے، وہی، بنگالہ، ملتان، مارواڑ، گجرات، تلنگانہ، مرہٹ، کرناٹک، سندھ، افغانستان، شمال بلوچستان اور

۲۵ ولیم شکسپیر انگلستان کا نامور عظیم الشان شاعر۔ پیدائش ۱۵۶۴ء وفات ۱۶۱۶ء

۲۶ باہم ملی جلی۔ آمیختہ۔ ۲۷ شمال۔ سندھ کا بل اور قندھار کے پنج میں ہے۔



کشمیر کے ہیں۔ اب بھی

فریاد چنوں اور ہر بلبل کی فغاں اور صحران کی زباں اور ہر گلشن کی زباں اور  
اس سے بھی پرانی اطلاع یہ ہے کہ مملکت ہند کے مختلف  
حصوں اور قطعوں میں مختلف قوموں اور باشندوں کی بول چال  
الگ تھی۔ نو سو برس سے زیادہ ہوا کہ مشہور و معروف حکیم و  
فیلسوف ابو یحیٰ بن محمد بن احمد بیرونی (خواجه نصیر الدین) یہاں آیا تھا۔ اپنی  
قابل قدر یادگار کتاب الهند (صفحہ ۸۲) میں لکھتا ہے کہ بھارتی  
یا بھارتیہ کا خطہ ماہین زاین (حال راج آوڑ) اور ملتان کے واقع تھا  
یہاں اور آوڑ (روہری) میں اور ہر زبان راج تھی۔ یہاں کی الفبا  
بھی مخصوص اور جدا تھی جو "اردھنا گری" کہلاتی تھی۔ اور وہی سندھ میں  
بھی استعمال ہوتی تھی۔ اسی پر موقوف نہیں۔ جا بجا کی پولیوں زبانوں

۳۵ آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۴۵۔ زبانہا ۳۹ زبانوں کا اختلاف ۳۷ اب جیانت  
ازاد طوی، مطبوعہ دکن ریہ پریس ۱۸۸۵ء طبع اول صفحہ ۱۲ ۳۱ دیکھئے فرنگ خاں کی نوٹ  
نمبر ۶ صفحہ ۶۴ جلد کابل نمبر ۱۰۳ ماہ ستمبر ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۹۰۳ء علامہ شبیب حسن نے یہ بیان  
اصل کتاب عربی سے لے ہیں جسکی تدوین و اشاعت برمن پرنسپس راجو E.C. SACHAU  
نے کی تھی۔ موصوف نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا یہ اس سے ماخوذ نہیں۔  
کم از کم اس حصہ کا وہ ترجمہ تو سراسر غلط اور گمراہ کرنے والا بتایا جاتا ہے۔



کے اختلافات امدان کی وجہ سے دشواریوں کا ہر پرانا ستیاچ، ہر خیرانیہ نویس، ہر تالیف نگار اقرار کرتا نظر آتا ہے۔ ان کا طرزِ ادا شکوہ و شکایت نہیں تو اور کیا سمجھا جائے۔ اصطخری<sup>۳۲</sup> اور ابن حوقل<sup>۳۳</sup> کے سفرناموں کو دیکھئے منہاج سراج چربانی، سراج الدین سامانی، قاضی ضیائے برنی اور شمس سراج عقیف<sup>۳۴</sup> سے پوچھئے۔

فرنگستان کے ستیاچوں نے بھی اس اختلاف کو محسوس کیا ہے۔  
ہولانڈ (HOLLAND) کا متوطن ڈی لیٹ DE LAET اپنے

- ۳۲ دیکھئے فرنگ موصیٰ نوٹ نمبر ۷۔ ۳۳ دیکھئے فرنگ موصیٰ نوٹ نمبر ۸۔  
۳۴ طبقات نامری۔ بنام ناصر الدین محمود شاہ بادشاہ دہلی۔ مطبوعہ مکتبہ صفیہ ۱۵۲ مصنف قاضی صدیہاں ابو عمر منہاج الدین۔ سراج چربانی۔ ۶۵۵ھ = ۱۲۵۷ء۔ ۳۶ خطی نامہ نقلی از سراج چربانی۔ سادی سامانی، بہ اسم سلطان جلال الدین فیروز خلجی۔ قبل ۶۹۵ھ (۱۲۹۶ء)۔  
۳۵ قاضی ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی (۶۵۸ھ = ۱۲۵۷ء) میں اس بادشاہ کی صرف ابتدائی چند برسوں کا ذکر ہے۔ ۳۶ شمس سراج عقیف، مولف تاریخ فیروز شاہی، بعد سلطان فیروز شاہ باریک۔ ۷۸۵ھ = ۱۳۸۳ء۔ اس میں فیروز شاہ کے مذہبی کارناموں اور تشدد کا ذکر ہے۔ لیکن ان ہی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہندوئیت کس حد تک مسلمان دماغوں پر چھائی ہوئی تھی۔ "فتوحات فیروز شاہی" خود فیروز شاہ کے قلم سے ہے۔ سیرت فیروز شاہی سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ فتوحات کی ضخامت ۳۲۲ صفحوں سے زیادہ نہیں جس کا مکمل ترجمہ ایٹ نے جلد سوم صفحات ۳۷۴ تا ۳۸۸ لغایت ۳۸۸ میں دے دیا ہے۔ فیروز شاہ ان کو "زندقی" کہہ کر یاد کرتا ہے۔



سیاحت نامہ میں اس ملک کی زبانوں کی نسبت لکھتا ہے۔ عام باشندگان کی زبان اپنی اپنی مخصوص ہے۔ اس کا بولنا (تلفظ) آسان ہے۔ ہمیں سے دانے کو لکھی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے خود ہماری زبان لکھی جاتی ہیں۔ تعلیم یافتہ طبقوں کی زبان فارسی ہے یا عربی۔ لیکن یہ طبقے کچھ بہت زیادہ نہیں ہیں۔

انسوس ہے کرنیل ٹاڈ <sup>ٹاڈ</sup> LIEUTENANT COL. JAMES TOD

ایسے وسیع النظر بھی ہماری توقعات کو پورا نہ کر سکے، جو راجپوتانہ کے رنگین نواؤں، شان سرا اور دھان کے چتے چتے سے واقف و باخبر تھے۔ جو راجپوتوں کی ہر ادا پر شفیقت و فریفتہ تھے۔ جنہوں نے

۳۹ صفحہ ۸۴ THE EMPIRE OF THE GREAT MOGAL

ترجمہ انگریزی مطبوعہ لمبئی ۱۹۲۸ء۔ ڈی یٹ نے سفر نامہ اپنی پوری زبان میں لکھا تھا۔ اس نے ۱۶۴۹ء میں وفات پائی۔ سفر نامہ کا انگریزی حوالہ لینڈ T. S. HUYLAND نے کیا۔ اور حواشی پر ونیسر بونرجی S. BONNERJEA نے لکھے۔ ایک زبان سے دوسری میں منتقل کرتے وقت اور پھر حاشیہ آرائی میں کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں۔ انکی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ ضرورت نہ گنجائش۔ دیکھئے فرمگٹ و جوشی نوٹ نمبر ۹ ص ۴۱ ٹاڈ کا راجستھان، ترجمہ افق، جلد اول، صفحات ۷۳ و ۷۴۔ ڈاکٹر ولیم کروک کا مقدمہ، صفحات ۴۲ و ۴۳، تاریخ ٹاڈ، مطبوعہ آکس فورڈ، ۱۹۲۸ء، جلد اول۔



اپنی دلچسپ و مطول کتاب ”تاریخ راجستھان“<sup>۳۲</sup> ANNALS AND

ANTIQUITIES OF RAJASTHAN (1829) میں ان کے تمام مراسم

و عادات کو کمال و لاؤنری و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ سارے حالات

گزشتہ و عصری اور اخلاق و آداب عالیہ کو قلمبند کر دیا ہے۔ ان

کے عجوبہ کو بھی محاسن اور پستیوں کو بلندی و رفعت بنا کر دکھایا

ہے۔ غرضکہ اپنا رنگ جمانے اور گہرا و عن چڑھانے اپنی تحریک

نکمین و رنگین بنانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرمایا۔ وہ جب

<sup>۳۲</sup> پیش نظر نسخہ انگریزی طبع دوم مطبوعہ مدراس ۱۸۳۷ء کا ہے۔ اس سے پیشتر بھی

یہ کتاب ۱۸۲۹ء تا ۱۸۳۲ء میں طبع ہو چکی تھی۔ ان کا ”تربی ہندوستان میں سفر“ TRAVELS

IN WESTERN INDIA ان کی وفات کے بعد ۱۸۳۹ء میں شائع ہوا۔ ٹاڈ صاحب

کی کتاب کا ترجمہ ہندی میں بھی موجود ہے۔ پنڈت گوری شنکر ادھیا اس کے لئے مستحق شکر گزاری

ہیں <sup>۳۳</sup> اپنے ہی زمانے کے اپنے وقتوں کے۔ <sup>۳۴</sup> خواباں، نیکیاں، اچانک

<sup>۳۵</sup> جلد دوم کا انگریزی عنوان ولیم چارلم کے نام، طبع آکس فورڈ ۱۹۲۰ء۔ ولیم

کرک کا مقدمہ صفحہ ۷۷ مطبوعہ بالا۔ جاپادری پیر کا سفر صوبیات بالائی میں مطبوعہ

۱۸۶۱ء صفحہ ۴۵ جلد دوم۔ <sup>۳۶</sup> گوارڈری ریویو، لندن، جلد ۸، اکتوبر دسمبر ۱۸۳۲ء، صفحہ ۴۸

مقدمہ، رقعات، مالگیراز، پروفیسر نجیب اشرف ندوی، صفحہ ۴۷۶۔



راجپوت دیویوں کی عقبت و عصمت 'اُن کے وادار محبت' اشتیاق و فنا  
 جذبہ ایشیاء و قربانی 'جلنے مرنے' دیواروں میں چن دے جانے کی  
 داستانیں بیان فرمانے پر آتے ہیں تو کم سے کم مجھ ایسے کمزور و ناتوان  
 قلب والے انسان 'جنس نازک و لطیف کے حق شناس و مست گزرا  
 پر جلیاں گرانے لگتے ہیں۔ روح کا نب جاتی ہے۔ درد و  
 الم کی حسرت بار و عبرت پاش کیفیت طارنی ہو جاتی ہے۔ وہ  
 جن کی تاریخ کو مسٹر اوسی نے حیرت انگیز کا نامہ WONDERFUL  
 WORK سے تعبیر کیا ہے۔ 'جن کی نسبت اُن کے ایک ہم پیشہ،  
 ہم فن 'ہم وطن کرنیل مے لیسن COL. MALLESON کا  
 فیصلہ یہ ہے کہ "کرنیل ٹاڈ خود راجپوتوں سے بھی زیادہ اپنی  
 ہمدلیوں میں بڑے سے بڑے راجپوت ہیں۔" بشپ، میجر

- 
- ۴۲ ترجمہ افق، صفحہ ۲۲۳۔ نیز ڈاکٹر ویم کروک کا مقدمہ صفحہ ۴۴ 'کتاب انگریزی'  
 مطبوعہ ۱۹۲۰ء۔ ٹاڈ کی تاریخ راجستھان میں کرنل کنواری بانی کا ساخہ صفحہ ۵۳۹، مطبوعہ  
 ۱۹۲۰ء۔ مع نوٹ نمبر ۳، صفحہ ۵۴۰۔ نیز صفحہ ۳۳۸۔ 'لکناؤ ظاہر ہو جاتی۔'  
 ۴۹ جرنل لائل ایشیاٹک سوسائٹی سولہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۸۶۳۔ '۵۰ اکبر اور  
 سلطنت مغلیہ کا عروج' صفحہ ۱۸۲ انگریزی۔



( BISHOP REGINALD NEBER ) نے تو یہاں تک صاف گوئی سے کام لیا اور ایک سرکاری راز کو افشا فرما دیا ہے کہ "ٹاڈ صاحب نے اس دیس کے شاہزادوں پر اس قدر نوازش و عنایت فرمائی کہ کلکتہ کی گورنمنٹ اُن پر کارپشن (رشوت خوری) کا شبہ کرنے لگی۔ اُن کے اختیارات محدود و تنگ کر دیئے اُن کے ساتھ اور عہدہ دار شریک کار و اختار و منصب از خدمت بنادئے۔ حتیٰ کہ وہ دل شکستہ ہو کر مستعفی ہو گئے۔ یہ استوفاء خدمت قبل از وقت چالیس سال کی عمر میں خرابی صحت کے غلہ یا حیل سے کھرنا پڑا تھا۔ ڈاکٹر ولیم کروک WILLIAM CROKE نے اپنی تالیف کی تمہید میں اقرار کیا ہے کہ "ٹاڈ بدنام طور پر راجپوتوں کا طرفدار تھا۔ وہ ایک دوسرے موقع پر ٹاڈ صاحب کے مباغث اور راجپوتوں کی ستائش پر مستعجب نظر آتے ہیں۔<sup>۵۴</sup> کرنیل موہوٹ نے جو کچھ لکھا ہے، کم ہے یا زیادہ، میں تو اس

۵۱ آشکارا اور ظاہر کر دینا۔ ۵۲ از خود عہدہ خدمت کو چھوڑ دینا۔ ادب کے ساتھ ہٹ جانا۔ ۵۳ صوبجات بالائی میں سفر جلد دوم صفحہ ۵۴ مطبوعہ ۱۸۶۱ء۔ ۵۴ صفحہ ۲۶ جلد اول مطبوعہ ۱۹۲۰ء آکس فورڈ۔ ۵۵ ٹاڈ صاحب کے اجسٹھان کا مقدمہ صفحہ ۳۲ مطبوعہ ۱۹۲۰ء۔



سے یہی نتیجہ نکال سکا ہوں کہ اُس وقت تک ملک بھر کی زبان بھاشا  
تھی۔ راجپوتانہ میں یوں جاتی تھی۔ گھروں میں بھی بازادوں میں بھی۔  
سرکاروں میں بھی، درباروں میں بھی اسی کا رواج عام تھا۔ رنواسوں  
میں نیز جہاں تک مسلمانوں کی ہندو رانیوں اور محلات شاہی کی راجپوت  
نژاد بیگمات کا تعلق ہو، بھاشا ہی بھاشا ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔

سر سید احمد خاں "آثار الصنادید" میں پروفیسر گارسان دتی سی  
(GARCIN DE TASSEY) اپنے خطبات میں میرے مہربان  
مشریف ایس گروس (F. S. GROSSE) نے مشہور مقالہ میں تائید

۵۶ خدائے عن امیر مینائی لکھنوی اپنے ایک شاگرد کو (مکتوب نمبر ۱۲۷ صفحہ ۲۳۷) لکھتے ہیں  
کہ "بھاکا" اصل میں "بھاشا" ہے اور ہندی میں "شا" اور "کھا" کا بدلہ ہوتا ہے۔ اردو میں  
نصحا کی زبان پر بیشتر "بھاکا" اور کثر "بھاشا" مستعمل ہے۔  
لسان العصر اکبر آبادی بھی یہی فرماتے ہیں۔

ہماری اصطلاحوں سے زبان نا آشنا ہوگی لغات مغربی بازاد کی بھاکا سے منکر ہوں گے  
۵۷ باب سوم صفحہ ۱۰۴۔ ۵۸ ترجمہ اردو صفحہ ۹۴، مطبوعہ اورنگ آباد  
دکن۔ ۵۹ دیکھئے رنگ و حواشی، نوٹ نمبر ۱۰۔  
۶۰ جوزف رایل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر ۱۳۱، صفحہ ۱۷۲۔ ۶۱۔ ۶۲۔  
اردو حصہ ۵۲، جلد ۳۱، صفحات ۷۱ و ۷۲۔



ایسا ہی فرماتے ہیں۔ پیٹرو ڈی لا ویلی کے قدیم ترسیاحت نامہ ہندوستان میں بھی ناگری اور دیوناگری کے متعلق دونوں نوٹ قابل ملاحظہ ہیں۔

بھاشا کے قلمرو کی وسعت اور انگلوں کی ایک ستم ظریفی بھی دیکھ لیجئے۔ سلطان محمود اول خلجی فرما کر اسے مالوہ (جلوس) اشوال ۸۳۹ھ = مئی ۱۴۶۶ء۔ وفات دی بعد ۸۶۴ھ = مئی ۱۴۶۹ء کو سلطان ابو سعید مرزا تاجدار سمرقند و خراسان نے کچھ تحفے (بقول ابوالفضل بکری "ازمغان") خواجہ جمال الدین اشتر آبادی کے ہم دست بھیجے تھے۔ محمود نے اس نژادش و آبرو افزائی کے عوض یا شکریہ میں جو کچھ بھیجا اُس کے علاوہ ایک شاندار قصیدہ بھی تھا۔ مالوہ کا

۶۱۔ ایورس دگرے صاحبان کا انگریزی ترجمہ 'صفحہ ۱۱۳' نوٹ ۱۵۱ 'مطبوعہ لندن۔

THE TRAVELS OF PIETRO DELLA VALLE IN INDIA.

۶۲۔ دیکھئے 'فرنگ و خواشی' نوٹ ۱۱ '۶۱' دیکھئے 'فرنگ و خواشی' نوٹ ۱۱۲ 'آئین اکبری

جلد دوم 'صفحہ ۱۰۶' مالوہ۔ ۶۵۔ شاعروں کی اصطلاح میں ایسی نظم جس کی پہلی

بیت کے دونوں مصرعے باقی بیوتوں کے مصرعے ثانی کے ہم قافیہ ہوں اور جس میں

یا تو کسی کی مدح یا مذمت کا یا نصیحت یا حکایت کا یا اسی قسم کی باتوں کا

بیان ہو اور پندرہ شعروں سے کم نہ ہوں۔



مزاج شناس معاملہ فہم میر شیخ علاؤ الدین اس سفارت پر مامور اور روانہ کیا گیا تھا۔ کوئی صاحب صاف طور پر تو لکھتے نہیں، لیکن تاریخ فرشتہ کے مولف ملا قاسم ہندو شاہ کا خیال ہے کہ یہ قصیدہ غزلی ہندی میں تھا۔  
 ”طاہر ابرار زبان ہندی بود“ یہ تو ممکن ہے کہ خود بدولت (محمود مالوی) ہندی میں شاعری کر لیتے ہوں یا بہ طریق تنزل اسکو سمجھ لیتے ہوں۔ لیکن شاہ کج کلاہ نے اس قصیدہ سے کیا لطافت اٹھایا ہوگا؟ کیا سمجھے ہوں؟  
 بھاشا سیکھنے کے لئے اپنی ولایت میں کس گورو یا پنڈت کے سامنے زبانوں سے ادب پتہ کیا ہوگا؟ بہر حال یہ ایک واقعہ ہے جس کی توثیق پر فرشتہ کی مہر ثبت ہے۔ اور مولوی امیر احمد علوی نے ”شاملان مالوہ“ میں افسوس کیا ہے کہ ”اس قصیدہ کا کوئی شعر مودخین نے قلمبند نہیں کیا۔ ورنہ معلوم ہو سکتا کہ پانچ سو برس پیشتر ہندوستان کی زبان میں مسلمان کیوں کر شاعری کرتے تھے۔“

ایک اور ہم نام (محمود اعظم) کو بھی دیکھ لیجئے اور پھر اس کے عمل کو، نام ”محمود“ کی برکات و کمالات میں شمار کیجئے یا عجائب تصرفات میں۔ یہ تو اس سے بھی چار سو چار سو برس پہلے کی بات ہے جب مسلمان

۶۶ جلد دوم صفحہ ۳۵۲ مقالہ پنجم ۶۷ حکم و اشتوار کر دینا۔  
 ۶۸ صفحات ۸۵ و ۸۶۔



حملہ آوروں کو ہندوستان میں پالوں پھیرنا تو نصیب ہو چکا تھا، لیکن حقیقتاً اس ملک کی ہوا بھی اطمینان سے لگنے نہیں پائی تھی۔ حکیم سید شمس اللہ قادری فرماتے ہیں ”<sup>۱۳۱۴ھ</sup> (۱۹۰۲ء) میں سلطان محمود نے قلعہ کالنجر کا محاصرہ کیا تو وہاں کے راجہ نندا نے تین سو ماہی دے کر صلح کر لی۔ اور ہندی زبان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھ کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ دربار میں ہند اور عرب و عجم کے جو علماء اسے انھیں سلطان نے یہ قصیدہ سنایا۔ سبھوں نے اس کی تعریف و توصیف کی۔ تو سلطان نے اس کے صلہ میں نندا کے تمام علاقے واپس کر دیے۔ اور علاوہ اس کے چودہ قلعوں کو اپنی طرف سے اسے دیدیا

تو پسند ار کہ این قصت ز خود می گویم  
گوش نزدیک بسم آد کہ آوازے بہت

ہندو شاہ بھی یہی کہتا ہے ” و نندا بزبان ہندی در مدح سلطان شمرے گفتہ نزد او فرستاد۔ سلطان اس را بفضلائے ہند و عرب و عجم کہ در ملازمت او بودند نمود و ہمگی تحسین و آفریں کردند۔ سلطان باین مبالغات گروہ فشوہ حکومت پانزدہ قلعہ کہ یکے از انہا کالنجر بود با



حق دیگر در وجہ صلہ او فرستاد۔

آفریں کہتا ہوں سلطان کی عالی ہمتی اولوالعزمی اور دریا دلی پر۔  
ع۔ دہ بخود ہر آنچہ بہ فتح بستاند۔

مگر یہ ذہنی جودت یاد دماغی کرتب بازی میری ناقص فہم سے باہر ہے کہ محمود کو اس قدر جلد ہندوستان اور اس ملک کے ان بہت سے قطعات کی زبانوں پر عبور ہوتا جاتا تھا۔ جن میں اس خواندہ (لکھے پڑھے) سپاہی مگر مہمان نواز ہندوستان کے ناخواندہ مہمان کا گزر ہوتا تھا اس نے اپنے اہل دربار کو یہ ہندی قصیدہ پورے طور پر یا کسی قدر روانی ہی سے سنا دیا ہو! کہہ دینا تو آسان ہے مگر غور تو فرمائیے کہ عرب کے غریب الہیاد اور عجم کے پڑوسی مگر پر دہیسی علما و شعرا نے (جو اس وقت شاہی تفریب اور حضور ہی کا شرف حاصل کر رہے تھے) انھوں نے اس اجنبی اور بیگانہ چیز کو کیا سمجھا ہو گا۔ اپنی کم واقفیت اور عدم فہم کی عذر خواہی کے بجائے اس قصیدہ کی تحسین و ستائش کس زبان کی ہو گی؟ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے اور محمود کے لئے قابل افتخار بتائے یا نہ بتائے لیکن میرے نزدیک تو یہ صرف راجہ نندا کے کمال اعجاز اور تسخیر و کرامت ہی کی دلیل ہو سکتی ہے۔

سنہ تاریخ فرستہ صفحہ ۳۱، مقالہ ادل۔ طبقات اکبری صفحہ ۹۔ ملکہ دیکھئے فرنگ و حواشی نوٹ ۱۳۔



آٹھویں صدی ہجری پوزرنگاء ڈالے۔ محمد شاہ تغلق اول کو ملاحظہ کیجئے (جلوس ۱۷۲۵ھ = ۱۳۲۵ء وفات ۱۷۵۲ھ = ۱۳۵۱ء) وہ بہت سے علوم اور زبانوں کے سوا ہندی بھی خوب جانتا تھا۔ سیکھی تھی۔ اپنی قیام گاہ یا قصر شاہی کا ”سُرگ دواڑی“ یا ”سُرگ دواڑ“ نام رکھا تھا موسیو بیمنر (M. BEAMES) نے تو یہ خیال تک ظاہر کر دیا ہے کہ ہندی (ہندوی) اصل میں سنسکرت سے پہلے موجود تھی۔ وہ تورانی الاصل ہے۔ آریاؤں نے اسے ایسا مٹایا کہ اس کے رہے ہیں الفاظ (یعنی جو کچھ بحال رہا باقی تھے وہ) بھی سنسکرت سے منسوب ہونے لگے۔ پروفیسر نکس مولر (MAX. MULLER) کو اس رائے سے اتفاق یاد رہے کہ خود بڑے بڑے مسلمان محققین و مفسرین اور علمائے لسانیات نے ہندی کے وہ الفاظ گنا دئے ہیں جو قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں مثلاً

۱؎ تاریخ فرشتہ، جلد اول، صفحہ ۱۳۹۔ مطبوعہ ۱۲۸۱ھ۔ منتخب تنقیح الاخبار صفحہ ۴۴، مطبوعہ ۱۲۶۶ھ، سلطان المطابع۔ بیل کی اور نیٹیل ڈکشنری، صفحہ ۱۹۲۔ دی لافرس کی تاریخ ہندوستان۔ صفحات ۸۰ و ۹۰۔

۲؎ رحلہ ابن بطوطہ، جلد دوم، صفحہ ۵۳، مطبوعہ مصر، ۱۲۸۸ھ۔  
۳؎ نگارسان دی تاسی کا سولھواں خطبہ، صفحہ ۵۴۵



طوبی، سُنْدُس، اِنْبِلَعی وَغِیرَہ ذَوَالْکِفْلِ کی نسبت اگرچہ  
مفسرین میں اختلاف ہے تاہم ان کی ایک جماعت مہاتما بدھ ہی کو ذوالکفل  
قرار دیتی ہے۔ اس لفظ کے اصلاً ہندی اور بحالت موجودہ معرب ماننے پر  
دلائل و شراہد پیش کرتی ہے۔ اسی ہی کیفیت ”جو دئی کی بھی ہے۔ اس بحث  
کا بڑھانا مد نظر نہیں ختم کرتا ہوں۔ نتیجہ تحقیق و تفحص موقع مناسب پر  
تفصیلاً گزارش کروں گا۔ برہم چاری دھرم پال نے عالمانہ بحث و  
تلاش کے ساتھ عربی و عبرانی کے بعض متداخراج والمعانی الفاظ و کلمات  
کی اصلیت کا سنسکرت سے پتہ چلایا ہے۔  
بہر صورت ہر گوشہ سے صدا یہی آتی ہے کہ جب مسلمان فاتحانہ حیثیت

۵۱ تفسیر در منشور از شیخ جلال الدین سیوطی۔ ابن جریر۔ شینہ صاحب کتاب  
برہان۔ میر غلام علی ہازاد نگرامی، مولف سجتہ مرہان، سرد آنا، صفحہ ۶، ۴۴۔ نیز ملاحظہ ہو  
برہم چاری دھرم پال کی تہذیب الاسلام (صفحات ۶ لغایت ۹، جلد اول) میں عربی  
و عبرانی کلمات بعض لغات کی سنسکرت سے سراغ جوئی۔ و غرض البان، صفحہ ۶،  
طبع قسطنطنیہ ۵۲ دیکھئے فرہنگ و حواشی۔ نوٹ ۱۴  
۵۳ شاہد کی جمع گواہان۔ ۵۴ دیکھئے فرہنگ و حواشی نوٹ ۱۵۔

۵۵ ایک ہی مخرج اور ایک سے معنی والے مثلاً تہذیب الاسلام

جلد اول صفحات ۶ لغایت ۹، جلد دوم۔



سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو اس وسیع کشور کے مختلف قطعات میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں جو سنسکرت کے زوال یا خارج از استعمال ہو جانے پر پراکرت کی شانوں سے نکلی تھیں۔ ہمارے صوبہ

متحدہ میں جو اسلامی تہذیب و علم و فضل کا گہوارہ اور خاص مسلمانوں کا پایہ تخت تھا بلکہ "پورب" کے تمام علاقوں میں اسی ہندی کا روٹ شور تھا۔ قطب الدین ایبک کے زمانہ ۶۰۱ھ (۱۲۰۴ء) سے لیکر

۱۲۶۱ھ (۱۲۵۸ء) تک سرکاری دفاتر فارسی زبان میں رہے۔ تمام خط و کتابت فارسی میں ہوتی تھی۔ دربار شاہی کی زبان فارسی تھی۔ لیکن گھروں میں ہندی بھاگھا ہی بولی جاتی تھی۔ جو رفتہ رفتہ گھروں کی چار دیواری سے نکل کر منظر عام پر آگئی۔ ندم آرمائیاں کہیں۔ بزم آرمائیاں دیکھیں۔ اسکی حقیقت ہمارے ہم وطن ملک شیخ محمد جاسی اور ان کی دلکش قلمی پر مادت سے پوچھ لیجئے، جو جاگیر عہد کی ایک اچھی یادگار ہے۔ جو فصاحت

۸۱ ملک۔ کشور کاف کے زیر اور زبردوں سے درست ہے ۸۲ دیکھئے فرنگ و حاشی نوٹ ۱۶۔ ۸۳ خطبات گارسان دی تاسی تیرمواں خطبہ صفحہ ۴۱۔ ۸۴ رسالہ الناظر جلد ۱۶ نمبر ۹۱ صفحہ ۴۶۔

۸۵ ہندی شاعری، اعظم کرپوی، صفحات ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲



دبلاؤت کے لحاظ سے راماین کے ہم پلہ مانی جاتی ہے۔ اور جس کی بازادوں میں آج تک مانگ ہے۔

آپ کے اسی سلیم سلطان سلیم کے ذوق سلیم کی یہ یادگار بھی صفحات روزگار پر باقی رہے گی کہ ہندو اقربائے شاہی امیروں اور رئیسوں کو جو خطابات دربار شہنشاہی سے اس وقت مرحمت ہوتے تھے، اکثر بھاشا ہی کے ہوتے تھے۔ بدتمیزی یا بھوٹرن کو اس بارہ میں کم دخل ہوتا تھا مثلاً کہنا چاہتا ہوں کہ مشہور مرد میدان انوپ رائے کو "انی رائے سنگھ دکن" خطاب عطا ہوا تھا۔ وہ "شیر فغن" نہیں بنایا گیا۔ جہانگیر اس کی توجیہ تو صیح خود کرتا ہے کہ "انی رائے" ہندی زبان میں مقدمۃ الجیش یعنی فوج کے پیش رو سردار کو کہتے ہیں اور "سنگ دکن" کے معنی ہیں شیر کا خون بہانے والا۔ شہنشاہ اکبر کی محبوب حرم جس نے آگرہ میں ایک بڑا وسیع و خوش منظر باغ اپنی یادگار چھوڑا تھا۔ "من بھاوتی بگیم" کہلاتی تھی۔ "دل پسند" نہیں۔ دادا نے اگر سر یہ شہنشاہی

۸۸ نظام الملک طوسی دیباچہ صفحہ ۸۔ آب حیات صفحہ ۲۰ و ۸۴۔

۸۹ "انی کمن" کے معنی سنسکرت میں فوج کے ہیں۔ اور رائے ایک خطاب ہے جس کا مفہوم قیادت یا لیڈر شپ ہے۔ یعنی رہبر۔ لاجہ انی رائے کے متعلق ملاحظہ ہو نوٹ ۱۸ فرسنگ و خواشی ۹ ترجمہ ترک از راجرس و بیورنچ، صفحہ ۸۸، مطبوعہ ۱۹۰۹ء۔

۹۰ بیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۶۹۔



کانام "تخت طاؤس" رکھا تھا تو ایک سعادت مند پر پوتا "کنچن سُمیر" پر بیٹھنے سے فخر و نازش کرتا تھا۔ اگرہ کے دو مورخ ایک منشی سیل چند (فارسی) دوسرے منشی قمر الدین لکھتے ہیں کہ دار الخلافت کے سرسبز و شاداب باغوں میں سے ایک کانام "کام بھون" تھا۔

جودھ بانی شاہ جہاں کی ماں کا لقب آج تک زبان زد خاص و عام ہے۔ دوشیزگی یعنی کنوار پن کا خطاب جلالت گوشتائیں اور بال متی صلی نام بھی بخوبی شہرت رکھتا ہے۔ لیکن شاہی مجلس میں کیا وہ کسی اور نام سے یاد کی جاتی تھی؟ شاید کوئی مورخ نہیں بتا سکتا!

امر سنگھ کی بیٹی جلالت سنگھ والی منوہر پورہ کی ہمیشہ جب اورنگ زیب کی بہو اور جیتے شاہزادہ کام بخش کی دلہن بن کر آئی تو اپنے حسن و جمال کی بدولت عرفاً جمیلۃ النساء بیگم کہلانے لگی۔ مگر سرکاری طور پر اس کا پُرانا نام گلیان کنور قائم رہا۔ بدلا نہیں گیا۔ شاہزادہ عظیم الشان کی بیگم جس کے

۹۲ "کنچن" سونا سُمیر ہندوؤں کا اودیسیس (OLYMPUS) پہاڑ۔ جہاندار شاہ کے تخت سلطنت کا یہ نام تھا۔ (منشی فیض بخش کی تاریخ فرح بخش، ترجمہ انگریزی از ڈاکٹر ہوتی، صفحہ ۲۱۴)۔ ۹۳ مرقع اکبر آباد، صفحہ ۲۰۴۔ از منشی سعید احمد ۹۴ بیل کی ڈکشنری، صفحہ ۱۳۵۔ امرائے ہند، صفحہ ۴۹۔ تاریخ الہ آباد، جلد اول، صفحات ۸۱ و ۸۲۔ مؤلف مقبول۔ ادبیات مقبول، صفحہ ۴۲۴۔ مرقع اکبر آباد، صفحہ ۱۸۹۔ ۹۵ ادبیات منیل، صفحہ ۵۵۲



بطن سے فرخ سیر تھا اور کیسری سنگھ کی دختر تھی۔ اس کا ہندوانہ  
 نام بھی بدستور رہا۔ لیکن دخل در معقولات دینے والے مورخ اس  
 کو بھی 'صاحبہ زمانی بیگم' لکھتے ہیں<sup>۹۶</sup>۔ ایک نہیں۔ ایسی صد ہا مشابہ  
 ہیں۔ منوچی کا بیان ہے کہ "بادشاہ (عالمگیر؟) بعض ایسے نام خود  
 رکھتا تھا۔ بیگمات اور شہزادیوں کو کبھی کبھی اس قسم کے ناموں سے  
 عزت دیتا تھا۔ مثلاً اودے پوری (قبول ٹاڈ خوشی سے بھری ہوئی)  
 کیسر چروٹی وغیرہ۔ منوچی نے غیر ضروری طوالت کے ساتھ متعدد  
 طبقوں اور طبقے والیوں کے نام گنا دئے ہیں جو عالمگیر کے ذاتی خدمت  
 و شہم سے تعلق رکھتے تھے۔ دراصل یہ اُن عورتوں کے نام تھے۔  
 بلکہ وہ خطاب تھے جو بادشاہ کی طرف سے ان کے (اعتراف  
 خدمت) کمال فن اور جوہر شناسی کے صلہ میں عطا ہوئے تھے۔  
 مثلاً زمانہ پہرہ داروں کے نام (۱) نول بانی بانو (۲) چترانی بانو (۳) لعل  
 بانی بانو (۴) ہیرا بانی بانو (۵) مانک بانو۔ گانے والیوں کے خطابات  
 (۱) سندھ بانی۔ (۲) چلو بانی (۳) مرگ بین (۴) لعل بانی (۵) ہیرا  
 بانی (۶) منسا بانی (۷) جالیا بانی (۸) مس بانی (۹) بین جوت بانی

<sup>۹۶</sup> ادبیات مغل، صفحہ ۵۶۶۔ <sup>۹۷</sup> دیکھئے فرنگ و حواشی، نوٹ ۱۹۔ <sup>۹۸</sup> ہندوستان  
 عبد مغلیہ میں، جلد سوم، صفحہ ۷۔ <sup>۹۹</sup> ایضاً جلد سوم، صفحہ ۹۔ <sup>۱۰۰</sup> نثار روشن



(۱۰) مرگ بالا بائی (۱۱) چنچل بائی (۱۲) دھیان بائی (۱۳) گیان بائی  
(۱۴) ہار بائی (۱۵) آکاش بائی (۱۶) ایسر بائی (۱۷) ہنال بائی (۱۸) گلال  
بائی (۱۹) کشوری بائی (۲۰) کیسر بائی۔

اسی طرح بادشاہ کے خاصہ کے گھوڑوں خاص خاص ہاتھیوں اور  
بعض گولپوں اور ہتھیاروں کے نام بھی ایک بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے  
ہیں۔ جن کے بارہ میں وہ خود کہتا ہے کہ ان میں سے بہت سے نام  
ہندو داند وضع و ساخت کے ہیں۔

عالمگیر اپنے منشآت میں اپنی بعض جہتوں کا ذکر کرتا ہے، ایسے  
ناموں کا بھی جو اس نے از خود یا کسی شاہزادہ کی درخواست پر تحریر  
کر دیئے تھے۔ جیسے آموں کے لئے (۱) سدھارس (۲) رسا بلانس  
گلشن روال گھوڑے کے واسطے کھلوادی (۲) چرا چندن۔ باغوں کے  
(۱) نور باڑی (۲) سرند باڑی۔ اسی متعصب اور ہندو کش اور گنڈی

آسمان زعفران ہندوستان عہد مغلیہ میں جلد سوم  
صفحہ ۹۔ جلد سوم صفحہ ۱۰۵ رقعہ ۹، کلمات طبعیات  
نور کشور سارو بار دو اردہم۔ ڈاکٹر عبدالحق اپنی فاضلانہ تالیف  
”مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر“ میں اس دوسرے نام کو ”سنالاس“  
لکھتے اور فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نام بھی سنکرت کے دو لفظ ہیں۔  
(صفحہ ۸۲) بالمشبہ یہ تحقیق صحیح ہے۔ رقعہ ۱۱۴ ایضاً  
رقعہ ۱۱۴ ایضاً۔



عالمگیر کا ایک ظالمانہ کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے ساہ جی پسر سمجھا جی کو  
”ساہو“ کا خطاب دیا تھا جس کے معنی ایماندار اور عزت کرنے والے  
کے ہیں۔ برعکس ہند نام زندگی کا فود؟

شاہی محل اور امیروں کے گھروں میں جو کنیزیں خدمت کے لئے  
رکھی جاتی تھیں ان کے نام نہایت دلکش رکھے جاتے تھے۔ اکثر نام  
پھولوں کے نام پر ہوتے تھے۔ مثلاً چنبیلی، رائے بیل، کشتکی، گلاب،  
سیوتی، زرگس و غیرہ۔ زیادہ تر ہندو کنیزوں کے نام اس قسم کے  
ہوتے تھے۔ کام روپ، شام روپ، چت لگن، تن سکھ، نین پیکھ،  
زگیلی، بعض نام ہندو مسلمانوں میں مشترک تھے اور عام سمجھے جاتے تھے  
اسی سلسلہ میں پنڈت سری راین چتر ویدی نے تحریر فرمایا ہے کہ ہندی  
کے شاعر مسلمان بادشاہوں کے دربار میں بھی رہتے تھے۔ اور رنگ ب  
کے دربار میں بھی ہندی کے شاعر تھے اور بادشاہ سے جاگیر اور انعام  
پاتے تھے۔

قصہ مختصر۔ دور جدید کے ایک نازک خیال مولف اور زباندار

۱۸ گرانٹ ڈن، صفحہ ۱۸۴۔ ٹاڈ جلد دوم صفحہ ۴۷۱۔ لٹ اول مطبوعہ  
۱۹۲۰ء۔ بیل کی ڈکشنری صفحات ۲۳۱ و ۲۳۲۔ ۱۹۱۰ء روح تنقید صفحہ ۳۰۷۔  
۱۱ صفحہ ۲۹۶، لغات تالیف اور دو مطبوعہ ۱۹۱۰ء۔



خواجہ عشرت لکھنوی کی تحقیق یہ ہے کہ ”برج بھاشا یعنی بھاکا جو کسی وقت میں عام زبان ہند تھی۔ اس میں بھی عربی فارسی الفاظ بہ کثرت شامل تھے۔ اسی سبب سے مقدس پنڈتوں نے اس زبان (بھاکا) کو لکھنوی کی زبان کا خلعت دیا تھا۔ کیونکہ ان کی زبان (تہ) سنسکرت کہتی تھی۔“

یہ سی بھاشا تھی اور اس کی شاعری جس نے فارسی کی شاعری پر بھی گہر و بیش اپنا اثر ڈالا۔ مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند اسی سے کر لے گا یا گیا۔

یہ فیصلہ یا نتیجہ قائم رہے گا کہ بھارت ویش کا بڑا حصہ اس وقت صرف بھاشا بولتا اور جانتا تھا۔ مرد ہو یا عورت، اس کا اختیار و انحصار نہ تھا۔ رجواڑے کی بھاکا پھر بھی الگ تھی۔

تاریخیں شاید ہیں کہ سلطان سکندر لودی کے عہد (جلوس ۸۹۵ھ = ۱۴۸۹ء - وفات ۹۱۵ھ = ۱۵۱۰ء) سے فارسی کا پورا دور دورہ ہوا۔ یا

۱۱۱ دیکھئے فرنگ حواشی - نوٹ ۲۰ ۱۱۲ اسے ہندو دولت مغلیہ میں لکھا ہے کہ مدتوں ہندو مسلمانوں کی زبان کو طیش بھاشا کہہ کر نفرت کرتے رہے۔ صفحہ ۳۶ - آب حیات، صفحہ ۱۶ ۱۱۳ ہندو شعراء صفحہ ۵ ۱۱۴ مقدمہ قرآن المسعدین، از مولوی محمد اسماعیل میرٹھی، صفحہ ۶۹ ۱۱۵ دیکھئے فرنگ حواشی - نوٹ ۲۲ ۱۱۶ ٹاڈ کا راجستھان جلد دوم، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۸۶ ۱۱۷ صفحات ۱۶۹ تا ۱۸۸ تاریخ فرشتہ مقالہ دوم، نول کشور -



یوں کہنے کے باضابطہ اجرا ہوا۔ پہلے تو کالیستھوں نے پھر ہندوؤں کے  
 اور اور اوپنے طبقوں نے بھی عربی، فارسی پر طعنا شہر رخ کیا۔ دقتوں  
 اور کچھروں میں، سیاق و سباق میں، اس کا رواج بڑھتا گیا۔ غالباً  
 اسی بنیاد پر فاضل تاسی کا گمان ہے کہ ۸۹۴ھ (۱۴۸۸ء) تک عوام  
 میں فارسی نہیں پھیلی۔ رعایا و برایا کی زبان بدستور بھاشا رہی۔  
 یہ بھی پیش نظر رہے کہ رانی مان بان کا بیاء رچائے جانے ۹۹۳ھ  
 ۱۵۸۴ء کے چار سو اچار سو برس پیشتر سے مسلمانوں کا عمل و عمل  
 ہندوستان میں ہو چکا تھا۔ کیونکہ معز الدین محمد تمام محروفت بہ  
 شہاب الدین غوری۔

۱۱۵ ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی نوٹ ۲۲ تاریخ فرشتہ، مقالہ دوم صفحہ ۱۸۰۔ تاریخ  
 بادشاہان دہلی، موسوم بہ تاریخ حبیب، مطبوعہ ۱۲۶۳ھ صفحہ ۸۔ گلستان ہند  
 دقت دوم صفحہ ۱۱۰۔ بیل صاحب کی اور نیل و کشتری صفحہ ۲۶۰۔ دربار اکبری  
 صفحہ ۹۳۹۔ آج حیات، صفحہ ۱۸۔ تاریخ آباد۔ جلد اول صفحہ ۲۴۔

۱۱۹ خطبات گارسان دی تاسی صفحہ ۲۹۔

۱۲۰ رانی مان بان شاہ بیگم خطاب جہانگیر کی پہلی بی بی سلطان خسرو کی والدہ جواد آباد

میں پوند خاک کی تاریخ آباد جلد اول صفحات ۱۰ لغایت ۱۴۲  
 ۱۲۱ آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲۸۔ جلد سوم صفحہ ۱۵۹۔ بلیس و کشتری صفحہ ۲۲۳  
 منتخب تنقیح الاخبار صفحہ ۲۲۔ تاریخ مبارک شاہی کلکتہ صفحہ ۱۱۔  
 ۱۲۲ ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی نوٹ ۲۳۔



عمر بالکل رخت بر بست و گشتاد  
خاکِ ما دیگر شبابِ الدین نہ زاد

اقبال

کے زمانہ فتح و تسلط (ابتداء ۱۲۱۷ھ = ۱۱۹۱ء) ہی سے فارسی کا چرچا بلکہ  
عروج شروع ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ پروفیسر غلام نے یہ رائے  
قائم کرنے میں غفلت سے کام لیا ہو۔ شاید غور نہیں فرمایا کہ ابراہیم کے عہد  
میں تو شاہی و دربار کی زبان تمام و کمال فارسی تھی۔ مسلمان اور کان دولت  
اعیان مسکلت کا ذکر نہیں، جن کی مادری بولی مجددی فارسی تھی یا بلوکی۔  
اور ہونا ہی چاہئے تھی۔ بہت سے راجے تہا راجے ہند و سرحد اور چھ  
سالہ اس (فارسی) زبان میں اچھی خاصی استفادہ اور قہارت رکھتے تھے  
پوری شیرینی، کامل خلل و ت اور لذت اندوزی کے ساتھ اسی  
میں بات چیت کرتے تھے۔ باہم کبھی جھگڑا یا کھٹک ہو جاتی تو لا محالہ  
ورنہ خوش طبعی ہی سے دربار بلوکی میں یا غفل و غلبہ اجباب بے تکلف

۱۲۱۷ سیر المتاخرین صفحہ ۱۰۴ خطبات نگار سان دی تاسی صفحہ ۹۴-  
مسلمان تاجداران ہند، جلد اول صفحہ ۶۳- ۱۲۵ جیسے کہ مان سنگھ اور شاہ  
دولتہ ازاد باداگری صفحہ ۶۴ (۵) یان سنگھ اور خان خانان (صفحہ مذکور)۔ اس کے  
بعد جو دھ بانی اور نور جہاں (پیرلی نامہ صفحہ ۴۴) مطلب غنہ فیروز نے شنگ و گیس۔  
قصہ حسن ہند، حصہ دوم، صفحہ ۱۱۔ تاجرخ الہ آباد، جلد اول، صفحہ ۱۰۹۔  
امیر خاں اور برہان الملک (رقص حسن ہند، حصہ دوم، صفحات ۱۸۰ و ۱۸۱)  
نیر و گیسے نوٹ ۲۲۔ قرنگ و حواشی۔



میں موقع و محل سے ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے رہتے اور توڑاؤ  
 ہفت ہزار سی اعتمدا الملک مان سنگھ <sup>۱۲۶</sup> جی سنگھ و غیرہ بڑے  
 بڑے راجپوت سپہ سالار اپنے اپنے دستوں اور لشکروں (افواج سلطان)  
 کی کمانڈر (کمان) فارسی میں کرتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے  
 بہادر سینا پتی جو سنگھ کچھواہہ، مرزا راجہ کوہندی اور فارسی زبانوں پر  
 اسی قدر قدرت حاصل تھی جتنا اقتدار و قوت وہ شاہنشاہی  
 فوجوں پر اور قابو رکھتا تھا وہ عربی اور ترکی بھی خوب سمجھتا اور بقدر ضرورت  
 بول لیتا تھا۔ جو سنگھ کی وقعت و عظمت کو جو ہر شناس اورنگ زیب  
 پوچھتے اور اُس کے طرزِ خطاب کو یاد کیجئے "سلامت باشید راجہ جی! سلام! باشد باد" <sup>۱۲۷</sup>

۱۲۶ دفتر اول ابوالفضل صفحہ ۵۸ مطبوعہ مصطفائی <sup>۱۲۹</sup> طبعات اکبری  
 صفحہ ۳۸۲۔ دیوار اکبری صفحہ ۵۶۰۔ ڈنکن صاحب کی آگرہ ہینڈ بک صفحہ ۱۱۸  
 نوٹ، مان چتر تلمی ۱۲۷۔ بیل کی بیگرنی کل ڈکشنری صفحہ ۹۳۔ پنج ہزاری  
 مقالات شبلی جلد اول صفحہ ۲۲۶۔ مختصر تاریخ راجپوتانہ از مولوی عبد الرحمن  
 کلانی صفحہ ۴۸، ۴۹۔ آب حیات صفحہ ۱۹۔ ۱۲۹ شحات الفنون  
 تلمی، اوراق ۲۳۴ و ۲۴۰۔ قصص ہند حصہ دوم صفحہ ۱۴۸ جنگ نامہ  
 نعمت خان عالی صفحہ ۳۸ انتخاب مطبوعہ الہ آباد۔ سیاحت نامہ <sup>۱۲۸</sup> ٹیوہ خیمہ  
 مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۵۔ بیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۲۹۔

۱۲۷ سلطنت مغلیہ کے اجزائے پریشاں از اوری می، مطبوعہ <sup>۱۶۵۲</sup> ORMES  
 HISTORICAL FRAGMENTS OF THE MUGHAL EMPIRE  
 IN INDOSTAN.



۲۷۲

جس پر بزمیر خٹک چو خٹک پڑتا ہے۔ اور اوراق تاریخ میں تلاش کیجئے۔  
 عالمگیر نے کابل کو فتح کرنے کے لئے ہفت ہزاری عہدار جہجہنت  
 سنگھ والی مارواڑ کے بالخصوص کیوں مامور کیا تھا؟ محض اس وجہ سے  
 ترجیح دی تھی کہ وہ فارسی اور پشتو خوب جانتا تھا۔ وہ افغانوں کے ملک  
 کو گتیا اور اس مہم کو سر کیا۔<sup>۱۳۲</sup> اسی (بعد کو بغاوت کرنے والے) جسوت  
 سنگھ کی نسبت پر و فیسرتجیب اشرف ندوی مقدمہ رقعات عالمگیر  
 میں لکھتے ہیں کہ انہی متعصبانہ کارروائیوں کی وجہ سے غیر فانی شہرت  
 حاصل کر چکا ہے۔<sup>۱۳۳</sup> شاہ عالم کا بارہ ہزار سواروں کا جرنیل بھاؤ سنگھ تھا۔  
 جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ہندو اور ہندو نژاد تھا۔ اور ملک زیب نے اسکو  
 شاہ عالم کے زیر فرمان متعین و مامور کر دیا تھا۔<sup>۱۳۴</sup>

جو سنگھ کا ایک پیش رو، اکبر کا وزیر جنگ، امیر فوج، مرزا عبدالرحیم،  
 خان خانان عربی فارسی، ترکی کے سوا ہندی اچھی جانتا تھا۔ وہ ہندی کا  
 مقبول و مشہور شاعر مانا گیا ہے۔<sup>۱۳۵</sup> عالمگیر کا دوسرا نامور جرنل راجہ سنگھ

<sup>۱۳۱</sup> سیاحت نامہ جلد اول صفحہ ۱۳۶ - <sup>۱۳۲</sup> طاؤس کارا جستان مطبوعہ ۱۸۹۲ء  
 جلد اول صفحہ انگریزی ۱۶۹ - <sup>۱۳۳</sup> صفحہ ۳۲۶ - <sup>۱۳۴</sup> منوچی جلد سوم صفحہ ۷۸ -  
<sup>۱۳۵</sup> دیباچہ اکبری صفحہ ۶۳۸ - یہ بیضا آزاد بلگرامی، قلمی، ذوق ۲۲ ہندی  
 شاعری صفحات ۷۸، ۷۹، ۱۶۵ - نیز دیکھئے نعتیہ و خواہشی، نوٹ ۵۲ -



۱۳۵  
 ناٹھور جب فتح دکن کے لئے بھیجا گیا تو ماتحت افواج سے کس  
 جہان میں بات چیت کرتا تھا؟ فارسی میں! موتمن الدولہ عمدۃ الملک  
 راجہ ٹوڈر مل نے حسابات کے پنج میل دفتر کو فارسی میں منتقل کیا  
 جو درہم و برہم سارہتا تھا۔ ہندو محاسب ہندی کاغذوں سے  
 کام چلاتے تھے۔ ولایتی اہل کار فارسی میں رکھتے تھے۔ اس نے  
 بے ترتیبی مٹائی۔ یکسانی پیدا کی۔ وہ دفتر کی فارسی تحریروں کو  
 خود پڑھتا اور ان پر اعتراض یا حکم خود لکھتا تھا۔ پرنسپل بلاک من  
 (H. BLOCHMANN) کا یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے جو آئین اکبری  
 کے ترجمہ انگریزی میں حوالہ قلم فرمایا کہ ٹوڈر مل کے طریق عمل یعنی  
 سرشتہ حسابات اور سیاق و سباق کو فارسی جامہ پہنا دینے  
 سے عظیم فوائد نتائج مترتب ہوئے۔ یوں کہئے کہ اس نے اپنے  
 ہم وطنوں 'ہم مذہبوں کو مجبور کیا تھا کہ حکمران قوم کی (درباری)  
 بولی سیکھیں۔ اس کی صورت و ضرورت بالکل ایسی ہی سمجھنی چاہئے

۱۳۵ بیل کی ڈکشنری صفحہ ۲۲۳ ۱۳۶ دیکھئے نوٹ نمبر ۲۶ فرہنگ حواشی

۱۳۷ دیکھئے فرہنگ حواشی نوٹ ۲۷ ۱۳۸ دربار اکبری صفحہ ۵۲۸-الناظر

جلد ۱۱ نمبر ۹ صفحہ ۵۰-تاریخ راجستھان از پرمانند صفحہ ۳۴-۱۳۹ سیاق-علم

حساب حساب لکھنے کے قواعد-سیاق-دور میں بڑھ جانے



۳۴

جیسی آج کل ہندوستان کی عدالتوں میں انگریزی زبان کی ہودی  
 ہے۔ اس لئے فارسی کا مطالعہ اور اس میں استعداد حاصل کرنا  
 بڑے مالی منافع اور سود و بہبود کا ذریعہ ثابت ہوا۔<sup>۱۳۱</sup> ٹوڈر مل کے  
 اس حکم کا ماکاں و اثر کیا ہوا؟ اس کو بھی بلاک مین صاحب نے  
 دو فقروں یا دو ٹکڑوں میں سمجھا دیا ہے۔ "ایک۔ اٹھارویں صدی کے  
 انتہام سے پہلے ہی ہندو مسلمانوں کے استاد فارسی میں ہوجکے  
 تھے۔ دوسرے۔ ایک نئی بولی بالائی ہند میں پیدا ہو گئی تھی یعنی  
 اردو۔ جو ہندوؤں کے اشتراک عمل اور قبول و اعانت کے بغیر عالم  
 ہستی میں قدم نہیں جما سکتی تھی۔" مان سنگھ اگر سلطنت مغلیہ  
 کا دست و بازو تھا، تو ٹوڈر مل ایک ستون آہنیں ثابت ہوا۔  
 ذی فہم و ہوش مند و ذہین ان دونوں کی جتنی تعریف کریں زیبا ہے۔  
 اس کی ضرورت و حقیقت کو سمجھ لینا کچھ دشوار نہیں عالم اشکار ہو  
 بھائی پر انکلا نے بالکل سہی راستے تار پٹے راہستہ خان میں ظاہر  
 کی ہے۔ وہ بھی ٹوڈر مل کے اس فعل کو ہندوؤں کو نفع پہنچانے، مالی  
 فائدہ اور سرکاری نوکریاں دلانے پر محمول و منسوب کرتے ہیں۔

۱۳۱ جلد اول، صفحہ ۳۵۲، مطبوعہ ۱۸۶۳ء۔ نیز دیکھئے فرنگ جواہی

نوٹ ۲۸۔ ۱۳۱، ایضاً، صفحہ ۳۵۲۔



اُن کو تسلیم ہو کہ دراصل اسی عمل نے موجودہ اُردو زبان کی بنیاد ڈالی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے بھی مسلمان بادشاہوں کے وقت میں تمام سرکاری حساب ہندی زبان میں لکھے جاتے تھے۔ اس ہمدرد قوم کیچھ نواز کو شکایت ہو کہ ٹوڈر مل نے اپنے اس فعل سے ہندوؤں کی قومیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ اسی نے ہندوؤں کو مجبور کیا کہ فارسی زبان کا مطالعہ کریں۔

بلاک مین صاحب کے مذکورہ بالا 'امراؤں کے متعلق مجھے یہ اضافہ کرنا ہے کہ فارسی میں ہندوؤں کی تالیف و تصنیف کا ذخیرہ بے شمار ہے۔ کسی خاص فن یا شعبہ علم پر اس کا انحصار نہیں۔ دینیات کو چھوڑ کر لغت، انشا، فلسفہ اخلاق، حکمت، طب و معالجہ انسانی، تذکرہ و تاریخ اور تصوف کون سی شاخ ہے جس میں انھوں نے نظم و نشر میں جھنڈے نہیں گاڑ دے تھے۔ مقتدبہ ادبی و علمی سرمایہ فراہم نہیں کر دیا تھا۔ منشی ٹیک چند بہار، پنڈت چندر بھان برہمن، اسے رایان اشدرام مخلص، منشی مادھو رام وغیرہ بسییوں اہل کمال و فضل کے نام اس سلسلہ میں ہمیشہ روشن اور اہل علم و صاحبان بصیرت کی زبان پر رہیں گے۔



مجھ نامہ سیاہ نے ہمیشہ دیکھا اور ان نیک خصلت نیک  
 بہاد نیک دل بزرگوں کی وضع احتیاط و ادب کی قد و کی ہے۔ یہ حضرات  
 جب اپنی مادری زبان میں لکھنے بیٹھتے ہیں تو اس کا سر آغاز سری  
 گنیش ایند سے ہوتا ہے۔ فارسی میں تحریر کرنا د نظر ہوتا ہے تو ”بسم اللہ  
 الرحمن الرحیم“ سے شروع فرماتے ہیں۔ پھر خدا سے پاک کی حمد اور  
 رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ان روشن دلوں کے قلم کی نوک پر ہوتی ہے۔  
 اردو لکھتے وقت ”سری گنیش“ اور ”اللہ جل شانہ“ دونوں یکساں  
 یاد آتے ہیں۔ حسب ضرورت۔ کبھی وہ کبھی یہ۔

اسی سلسلہ میں اسی عبد اکبری سے کالیستھیں کا ذکر ایک ممتاز  
 فرقہ کی حیثیت سے شروع ہو جاتا ہے۔ مسلمان مورخ ان کو احترام  
 سے یاد کرتے ہیں۔ کلبش کی راج ترنگنی میں بھی کالیستھ کا لفظ بار بار  
 آیا ہے۔ لیکن سر ادریل اسٹائن (SIR. MAUREL STEIN) کے  
 نزدیک اس سے سرواد بالخصوص برہمن مراد ہیں۔<sup>۱۳۵</sup>

<sup>۱۳۴</sup> ملاحظہ ہو مقالہ نمبر ۲۹، فرہنگ و حواشی ۱۳۳۳ ملاحظہ ہو میر امتیاز  
 تاریخ ہائے کشمیر صفحہ ۱۲۵ نہایت بہ اندر جہ رسالہ معارف نمبر ۲ جلد ۲۹  
 طہ فروری ۱۹۴۲ء ۱۳۴۲ء سرار کی ادریل اسٹائن نے اکتوبر ۱۹۴۲ء میں بمقام کابل انتقال  
 کیا۔ ہمارے ہمارے بڑے جہاں گرو و جہاں گشت سیاح اور صاحب تصانیف  
 تھے۔ ان کا انتساب کشمیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ ۱۳۵ رسالہ ادب و سیر ۱۹۳۱ء صفحہ ۴۴۔



مُجوع۔ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ اسی اکر کے عہد میں  
 رہمنوں کے طفیل اردو میں سنسکرت کے الفاظ و روشناس کئے  
 گئے تھے۔ لیکن یہ طریقہ بعد کو ترک ہو گیا۔ زیادہ دن نہیں چلا۔  
 سنسکرت کی عظمت کم و بیش بسو قوت تک قائم تھی۔ وہ پہلے سے  
 ہندو و ایوان ملک کی درباری زبان چلی آتی تھی اور ”دیوبانی“ یا ”دبان  
 الہی“ مانی جاتی تھی۔

اس سے بیشتر کا گچہ زمانہ البتہ فارسی کے لئے ناسازگار رہا تھا۔  
 سوریوں کو فارسی سے سخت دشمنی تھی۔ چنانچہ شیر شاہی عہد کے چٹھانوں  
 کے ذکر میں آخوند و ریزہ اپنے مرشد سید علی ہرندی کے یہ الفاظ  
 نقل کرتے ہیں ”بحکم آنکہ جہل و غمتی بر افغانان غالب است تا  
 ہر کہ زبان فارسی نطق و حکم کند او را دشمن می گیرند۔“  
 جیسا کہ پروفیسر محمود خان شیرازی فرماتے ہیں ”چٹھانوں (سوریوں)  
 کے عہد میں مذہب و تصوف اور شاعری کا سب سے زیادہ چرچا تھا۔  
 ویسی زبانوں کی طرف عام توجہ ہو گئی تھی۔ برج، آودھی اور قنوجی کے  
 بعض مشہور شاعر اسی مذہب میں پیدا ہوئے۔ دنیا مذہب تصوف



کے پیچھے دیوانی ہو رہی تھی۔ ہر قسم کے شہاد و تشانی و طباعی سے  
 کامیاب ہو جاتے تھے۔ طبیبوں نے طب یونانی کو ہندوستانی فضا  
 کے مطابق ڈھالا۔ اسواء کو مطابق دہائی تھی ایسی حالت میں فارسی  
 کی کیا قدر رہتی۔ میں عرض کروں گا کہ خود ان (افغانہ) کی ملکی زبان  
 پشتو کو دیکھئے۔ اس میں ذرہ برابر عبرانی یا گزنوی کا نشان نہیں ملتا  
 اگرچہ پورخین و محققین کے ایک طبقہ کو تسلیم ہے کہ افغانہ نسلا یہودی  
 ہیں۔ البتہ ان کی زبان (پشتو) ژند اور سنسکرت سے ملتی جلتی بتائی  
 جاتی ہے۔

سلطان ابراہیم حسین بن اسکندر لودی کا ایک فرمان نوشتہ  
 ۹۲۶ھ (۱۵۲۱ء) میں نے دیکھا ہے۔ سوریوں کے عہد کے تو کئی فرمان  
 نظر سے گزرے ہیں۔ کہہ سکتا ہوں کہ یہ فرمان بالکل یہودیوں کے  
 فرامین کے طرز پر بلا کسی تکلف و اہتمام کے لکھے جاتے تھے اور  
 کچھ حصہ میں سادہ فارسی عبارت فارسی کالیقر و خط میں روای قلم  
 سے ہوئی تھی، نیچے کی طرف وہی عبارت مگر بہ حرف ناگری۔ فارسی

۱۳۸۵ متکار۔ فریب دینے والا۔ ۱۳۹۹ تیز زبان ۱۵۱۱ پنجاب میں  
 اردو، صفحہ ۲۰۶ ۱۵۱۱ طائر صاحب کا راجستھان مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۴ء

صفحہ ۲۳۰ ۱۵۲ جو پڑھ لیا جائے



اور ناگری کی سی ملی جلی لکھائی فیروز شاہ بانی خاندان افغانان کے  
 سیکوں پر بھی پائی جاتی ہے۔ یہ مسئلہ میرے بحث سے زیادہ تعلق نہیں  
 رکھتا لہذا مزید تفصیل و تحریر سے گریز کرتا ہوں۔ اس قدر روشن  
 ہو کر بولنا ہو یا سننا، پڑھنا ہو یا لکھنا ہر صورت میں فارسی کی شہنشاہی  
 کے ساتھ ساتھ بھاگھا اور ہندی کا رواج اور دور دورہ قائم تھا۔  
 جیسا کہ عرض کر چکا ہوں شاہان مغلیہ کے عہد میں ان کی سرکاری  
 و درباری مراسلت کی زبان فارسی تھی۔ یہی نیم سرکاری کریں  
 ٹاڈ نے اودے پور کے رانا کی ماں (کوئین مادر) کے نام آواز گریب  
 عالمگیر کے دو خط تعلیم خاص دیکھے تھے۔ واقعات کی نزاکت کا  
 احساس اور رانی کی طاقت اور حرمت و منزلت کا لحاظ و پاس کرتے  
 ہوئے ”ڈیر اینڈ ور جواس سیسٹر“ و پیاری نیک بہا و بہن (کو کے  
 ”خاطب کیا تھا۔ کاش موصوفت فارسی کا القاب و آداب بھی لکھ  
 دیتے تو سم تشنگان علم و تحقیق پر بڑا ہسان ہوتا۔ لیکن اس سے  
 انکار بھی نہیں کر سکتا کہ انگریزی کتاب میں یہ ٹکڑا کچھ اٹل ہے جوڑ سکتا  
 گول خانہ میں چھوٹی چیز براہ راست کسی بیگانہ عورت کو مخاطب



کرنے کی شاید یہ پہلی مثال ہے۔ اور عالمگیر ایسے منتشر، خشک  
 مزاج، ضابطہ شناس کے قلم سے تو یقیناً پہلی ہی ہوگی۔ قیاس جانتا  
 ہے کہ عالمگیر نے اپنی منہ بولی بہن کا نام تو نہ لیا ہوگا۔ بہن تو بہن ہے  
 کسی وقت راجپوتوں میں اپنی بی بی کا نام لے لینا بھی معیوب و  
 ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا اس کا پابند تھا۔ بادشاہ تو  
 غیر ذات غیر کفو تھا۔ کرنیل صاحب نیز دیگر مورخین اس بارہ میں  
 خاموش ہیں کہ رانی کرناوتی نے ہمایوں کے پاس جب راکھی بھیجی اور  
 دستگیری کی خواہش کی تھی، جس پر ہمایوں جنگالہ کی مہم اور فتوحات  
 چھوڑ کر جواہردی کے ساتھ چتور کو جانے کے لئے پہنچا تھا تو رانی  
 نے اپنے راکھی بند بھیرن (قوت بازو) کو کس زبان میں لکھا کہ  
 پکارا یا بلایا تھا۔ میں نے ان دونوں تحریروں کا یہاں ذکر کر دینا ضرور  
 سمجھا اس لئے کہ ان دونوں میں ایک نہ ایک فرق (کاتبہ یا مکتوب الیہا)  
 ایک راجپوتنی رسم ضرور تھی۔ مجھے معلوم ہے اور مشہور عام بھی کہ رامین اور

۱۵۴ شریعت، یعنی دین محمدی میں بندوں کی عبادت اور معاملات کے لئے

خدا کی طرف سے جو راہ پیدا کر دی گئی ہے، اس پر چلنے والا۔

۱۵۵ طاؤس کا راجستھان، مطبوعہ ۱۵۷۱ء، اس جلد اول، صفحہ ۵۳۳، نوٹ۔

۱۵۶ ہم جنس، ہم نسب، مانند ہر ایک کا۔ ۱۵۷ ایضاً، صفحہ ۲۶۳



ہما بھارت میں عورت خاوند کا واحد نام لے کر ملاتی ہے۔ کنبہ میں اپنے  
رشتہ داروں اور دوستوں سے کوئی شرم نہ اٹھتی۔ آزادی سے بات  
چیت کی جاتی تھی۔۔۔ عورت میں بڑے شوق سے باغوں میں ہوا  
خوری اور کھیل کے لئے جایا کرتی تھیں۔<sup>۱۵۱</sup>

فارسی کا اثر و رسوخ تقریباً چھ سو برس تک قائم و برقرار رہا۔  
اس کی عظمت و قدر نہ صرف سلطنت اسلامی میں ہوئی۔ بلکہ سکوں  
نے بھی اپنا دفتر فارسی میں رکھا تھا۔ اُن کے رہبر اعظم گورو گو بند سنگھ  
کے خطوط فارسی میں ہوتے تھے۔ اُن کا گزرتہ بھی فارسی میں ہی جس  
میں خود اُن کا اور اُن کے متقدمین و متنبین مثلاً بابا فرید بھگت  
کبیر وغیرہ کا کلام درج ہے۔ اسی گزرتہ کو لیجئے۔ فارسی اور ہندی کے  
اختلاط کی کیسی اچھی مثال ہے۔<sup>۱۵۲</sup>

کپتان ولیم ہاکنز WILLIAM HAWKINS جو جہانگیر کے  
دربار میں عرصہ تک رہا ہے اور جس نے اپنی بعض تحریروں میں جہانگیر اور  
عہد جہانگیر کی پوری تصویر کھینچی ہے لکھتا ہے کہ دربار کی زبان فارسی تھی۔  
تاریخ پنجاب، جہانی پر باند، صفحہ ۱۲۸۔ ۱۵۹ء میں ایک پٹھان سپاہی کے ہاتھ  
سے قتل ہوئے۔ ۱۶۱۰ء پیشتر مروجہ جانے والے پہلے لوگ اس نسبت رکھنے والے تعلق والے۔

۱۵۲ء لٹاٹھا۔ آمیزش۔ ۱۶۱۰ء زبان اردو کی تاریخ از الف دیں نفیس، الناظر لکھنؤ نمبر ۹۲،  
جلد ۶۶، ۱۹۱۰ء



سب لوگ ہندوستانی بولتے تھے۔ لیکن جہاں گریز کی زبان بھی سمجھتا تھا اور  
ماکثر ترکی زبان میں اس سے باتیں کرتا تھا۔

ترک جہاں گریز میں تحریر ہو کر اکبر وغیرہ کے عہد میں اکثر بلکہ تمام  
مدات لکھنے والوں کے نام بھی ترکی ہی سننے لگے۔

آج سے ایک صدی پیشتر حکومت انگریزی کی بدولت فارسی  
پر زوال آیا۔ حتیٰ کہ یہ زبان رفتہ رفتہ انیسویں صدی کے شلٹ  
اول میں بالکل اٹھادی گئی۔ میرے وطن کی پرانی تاریخ "تواریخ ضلع  
فرخ آباد" نام "فتح گڑھ نامہ" عرف میں رائے کالی رائے ڈپٹی

کلکٹر ارتقا فرماتے ہیں کہ ۱۸۳۶ء کو کلکٹری سے فارسی  
عبارت کی تحریر موقوف ہوئی۔ اس کی جگہ زبان ہندی اردو شروع  
ہوئی۔ ۱۸۳۹ء کو دیوانی سے بند ہوئی۔ اس کی بجائے ہندی  
زبان رائج کی گئی۔ لالہ درگا ہی لال وکیل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ  
"زبان خاص ہندوستان کی ہندی ہے [عملی راہی اسلام سے زبان

۱۹۲۲ء تاریخ راجستھان، صفحہ ۳۷۹ ۱۹۵۵ء ترجمہ ماس بیورہ بیچ مطبوعہ ۱۹۵۵ء

صفحہ ۳۵ ۱۹۶۶ء نتیجہ تھا آنریبل (جس کو) لالہ ڈی بی میکالے کی تحقیقات و تحریرات  
اور اخیر یادداشت کا جو "دیسیموں کی تعلیم" پر ۳ فروری ۱۸۳۵ء کو ختم کی گئی۔

۱۹۶۶ء صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ ۱۹۶۶ء



فارسی ہوئی۔ ۱۸۳۷ء سے زبان اردو میرے ہم زبان دوست سن  
 لیں کہ یہ دونوں کتابیں صحیح و فصیح اردو میں ہیں اور یہ دونوں مودنچ ہند  
 (مقابلہ) پیش اگر وال تھے۔ جو تھوہرس پہلے کی رائج ملکی اور عدالتی زبان  
 کو "ہندی" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ یہ مادہ فارسی کا اخراج۔ یہ تو  
 نومبر ۱۸۳۷ء کے اس ریگولیشن سے ہوا جس میں گورنر جنرل باجلاس  
 کونسل کو تبادلہ زبان کا اختیار دیا گیا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں صدر دیوانی  
 عدالت نے بھی اپنے ماتحت افسروں کو اردو کے استعمال کی ہدایت  
 فرمائی اور سرکار جاری کر دیا۔ عنان گیران حکومت کے بدل جانے کے  
 بعد ۱۸۵۹ء میں ایک قدم اور بڑھا گیا۔ ریاست اے ہند کے ساتھ  
 جو مراسلت گورنر جنرل فارسی میں کرتے تھے وہ بھی اردو میں ہونے لگی  
 پھر انگریزی میں کر دی گئی۔

یہی اردو موجودہ اردو یا ہندوستانی و زبان جو بھاشا اور  
 فارسی کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہی تھی بلکہ اچھا خاصہ فروغ پا چکی تھی میسٹر  
 کین (KEANE) لکھتے ہیں کہ "اردو یا ہندوستانی زبان کی نہ  
 صرف بنیاد ہمایوں اور شیر شاہ کے زمانہ میں پڑ گئی تھی بلکہ نوبت رواج  
 ۱۶۵۰ تا ۱۷۰۰ء کا پورا صفحہ، ۱۷۰۰ء تا ۱۷۵۰ء



ہو چکا تھا۔ . . . یہ بھی ثابت ہے کہ سب سے پہلی تصنیف  
یا تحریر جو اس مخلوط زبان میں معرض وجود میں آئی وہ جو پورہ میں اسی  
زمانہ میں ہوئی تھی۔ اسی کی نسبت مسٹر لین پول (STANLEY  
LANE-POOLE) اپنی "تاریخ قرون وسطیٰ کا ہندوستان زیر حکومت  
مسلمانان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اردو کی بنیاد لوڈرل کی توجہ سے  
پڑی۔ ایک دوسرے موقع پر اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے "اور اگرچہ  
دربار کی زبان فارسی تھی مگر ہر شخص ہندوستانی بولتا تھا۔ ان کی سند  
دلیم ہاکسنس CAPTAIN WILLIAM HAWKINS کی تحریرات ہیں۔ جو  
۱۶۱۳ء سے ۱۶۱۷ء تک اس ملک میں رہا تھا۔" تاریخ کی زبان اس  
بات کے بتانے سے ظاہر ہے کہ شاہی محل سراؤں اور زمان خانوں میں یہ  
تیسری مخلوط زبان کہاں تک دخل و رسائی حاصل کر سکی تھی۔ وہ اس  
کا فیصلہ قیاس پر چھوڑتی ہے۔ قیاس کا فتوے یہ صادر ہوتا ہے کہ اردو  
کا جنم بھوم تو یہی شاہی زبان اس تھی۔ انھیں کی ضرورتوں سے اس  
جدید مشترک زبان کی بنیاد پڑی تھی۔ اس نے یہیں نشوونما پایا تھا۔

۱۶۹ اگرہ کی ہیڈ بک جو تاریخ الفنسٹن جلد ہشتم صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۲  
MEDIAEVAL INDIA  
UNDER MOHAMMADAN RULE صفحہ ۲۶۶

۱۰۱ ایضاً صفحہ ۳۰۰



یہیں پھولی پھولی تھی۔

ہندی بھاکاربان کی خوبیاں بیان کرنے کا یہ وقت نہیں گرا آئندہ  
 شاید اتنا موقع بھی نہ ملے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی ایک بڑے بالکمال  
 ماہر السنہ مخنور مصنف و مورخ گزرے ہیں۔ جنہوں نے عربی، فارسی  
 اور ہندی شعرا کے متعدد مضامین تذکرے لکھے ہیں۔ جا بجا اپنی تحریرات  
 و مقالات میں مختلف زبانوں کی خوبیوں اور خصوصیتوں کا بھی تفصیلاً  
 ذکر فرمایا ہے۔ ایک ہندی نگار مسلمان شاعر مرزا صمیر بھی "تخلص" (یعنی  
 عشقی) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "عربی میں مذکر کے لئے علیحدہ صیغے ہیں  
 مونث کے لئے جدا۔ فارسی میں دونوں کے واسطے ایک ہی ہے۔ لیکن  
 ہندی سنسکرت (۹) زبان کے وضع نے کمال کیا ہے۔ طرفہ تفصیل  
 کر دی ہے کہ جہاں مذکر و مونث کے لئے الگ الگ صیغے قرار دیئے  
 ہیں، جیسے (نیوٹن) کے لئے بھی ایک تیسرا صیغہ وضع فرما دیا ہے۔ یہ بھی  
 قدرت الہی کے عجائب میں سے ہے کہ ہندی بھاکا کی نثر اچھی نہیں ہوتی  
 بلکہ اردو میں نفسی کے کلام میں بھاکا پایا جاتا ہے۔ زاہد شاہ و امیر داتت نہیں کوئی  
 مرے انداز بیان سے ہر شخص یہاں بولتا ہے اپنی ہی بھاکا (مکاشفہ امیر مینانی صفحہ ۴۲) نیز  
 حاشیہ ۵۶۔ —————  
 ۱۲۱ متوفی ۱۲۸۶ھ (۱۶۶۶ء) مدفن سورت۔ علم موسیقی و رقص کے کامل استاد تھے۔ تیس  
 ہندی میں عشق کو کہتے ہیں اور سالہ الناظر است ۱۲۸۶ھ صفحہ ۱۰۲۔ بحوالہ ہمیشہ بہار اُردو  
 شاہجہاں آبادی) برتاؤ وہ سن صمیر نام تھا۔ عالمگیری کی فتح، شجاع کی شکست، مقام



۴۶

جس طرح عربی و فارسی میں لوری رنگینی کے ساتھ نثر لکھی جاتی ہے ہندی میں وہ لوح اور شوخی پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیا کیا جائے۔ اس زبان کا طور و طریق ہی ایسا واقع ہوا ہے۔<sup>۱۴۵</sup>

باز آئے۔ کہنے کی بات زبان پر آئے بغیر نہیں رکھتی۔ یہ فرمان پزیر رانیاں، شاپستہ کمار بایں، جہاں حسن و جمال، خوبی و محبوبی کی نیکیاں ہوتی تھیں، و فاکوشتی و وفا کشی، غیرت ہندی و انجام اندیشی میں بھی فرد ہوتی تھیں۔ زیر کی و فراست، زود فہمی و نکتہ رسی، ادا شناسی میں اپنا جواب نہیں دیتی تھیں۔ چھو و فیسر کر مال سنگہ بیدار نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بتان ہند بھی ہیں کس قدر کا فرادایار ب!  
زباں سے رام کہتے ہیں نظر سے رام کرتے ہیں  
ظفر خان "حسن" گورنر کشمیر نے اسی مضمون کو تین سو برس پہلے  
ان الفاظ میں ادا کیا تھا۔  
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کچھوہ کی تاریخ عین طرانی کے موقع پر کہی تھی۔ ایک ہزار افعام ملا تھا۔ ۱۶۵۰ء خزانہ عالمہ  
صفحہ ۲۹۸، نول کشوری۔ ۱۶۶۰ء مثلاً جودہ بانی راز سے ہندو صفحہ ۴۹۔ اکبر اور  
سلطنت مغلیہ کا عروج، انڈیا کریٹیکل سیریز صفحہ ۱۶۵



در بتان ہندوؤں او دلیر خود کام نیست  
رام رام گر چہ می گوید و لیکن رام نیست

قیاس کا تقاضا ہے کہ شہستان شاہی تک پہنچتے پہنچتے اندک توجہ  
وتر بیت سے یہ راہیاں سب کچھ سیکھ لیتی ہوں گی۔ ان کی مہذب و  
خوش فہم آنکھ پاؤں آٹو لوں۔ چیریلوں، باندیوں اور سلیقہ مند و  
بائیںز کبیروں کا جھرمٹ ان کو چند روز میں کیا کچھ نہ بنا دیتا ہوگا۔  
ٹاڈ صاحب فرماتے ہیں کہ ”جی پور میں دہلی کی زبان کا اثر اور طور طریقہ  
مدت سے چلا آتا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو خواتین اور رانیوں کے نام پادشہ  
کے ساتھ آخر میں ”صاحبہ“ بھی لگا دیتے تھے جو فارسی (۹) کا لفظ  
ہے۔“ ایسے حالات میں مان بائی اپنے ایک ہی سے مغلوں کے آداب  
اور مہذب و معاشرت کی معمولی باتیں سننی سنائی ضرور سیکھ آئی ہوگی  
خوش نصیبی سے اس کو یہاں بھی اچھے سے اچھا موقع یہ حاصل تھا  
کہ اس کی بھوپتی (خوش دامن بھی ہوئی) مریم زبانی اکبر کے مشکوے

۱۷۷ سر و آزاد، صفحہ ۹۶۔ ۱۷۸ آنکھ۔ دانگہ۔ دہلی، استانی راز ہالین نا

آنکھ پاؤں، مرصعہ دودھ پلانے والی۔ (نارنگ فرشتہ، جلد اول، صفحہ ۲۵۲)

۱۷۹ آئین۔ وہ عورت جو لڑکیوں کو پڑھنے کی تعلیم دیتی ہو۔ (۱۷۸ دیکھئے فرنگ و خواجہ،

نوٹ نمبر ۳۰۔ ۱۷۹ راجہ جھان، جلد دوم، مطبوعہ ۱۷۹۲ء، کلکتہ صفحہ ۶۱، ۶۲۔



دولت میں جلوہ افراہتی تھی۔ اس عقیل و خوش تدبیر ملک کے سوا اس کی بہت سی تربیت یافتہ اور بہ ہر فن کامل ہنسیاں، ہندو پاترین، مسلمان خواصین بھی قلعہ محلے کی بہاریں تھیں۔ فرزانہ مشیر و محافظ تھیں پرستاریں بھی۔ انہوں نے علم مجلس اور ادب محفل میں برق کر دیا ہوگا۔ اپنے حسن تربیت اور سلیقہ آموزش سے چار چاند لگائے ہوں گے۔ شیریں زبان و شیوا بیان سلیم سلطان دوسری ساس نے حاضر جوابی خوش سلیقگی خوش تدبیری کے گر سکھائے ہوں گے۔ ہونہا ستور والی رانی کو چاند سے سورج بنا دیا ہوگا۔ رانی منجھلا دیور اکبر کا منجھلا بیٹا سلطان دانیال جو راجہ بہاری مل کچھواہہ کا نواسا تھا

۱۸۲۰ء دختر راجہ بہاری مل کچھواہہ۔ (طبقات اکبری صفحہ ۲۵۶۔ اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۹۔ دربار اکبری صفحہ ۵۲۶۔ مرقع اکبر آباد صفحہ ۱۶۳۔ قاموس ایشا پیٹ صفحات ۱۳۹ و ۱۸۲۔ مرآۃ السلاطین صفحہ ۱۴۳۔ مسلمان تاجداران ہند جلد دوم صفحہ ۵۲۔ امرا سے ہنو صفحہ ۵۶۔ ڈکن کی آگرہ ہند بک صفحہ ۱۴۹ نوٹ۔ ٹاڈ کا راجستھان ترجمہ افق صفحات ۴۶۷ و ۴۶۸۔ ہیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۰۲۔ تالیخ تاج انگریزی صفحہ ۱۴ نوٹ۔ ادنگ زیب اور زوال سلطنت مغلیہ (انگریزی) سلسلہ حکمرانان ہند صفحہ ۱۲۔ ایضاً ترجمہ اردو صفحہ ۱۰۔ جودیل رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۶ء صفحہ ۵۶۰۔ آرکیالوجی کل سرورڈ آن انڈیا

جلد دوم صفحہ ۷۱، ۷۲۔ A. F. FÜHRER. 1891, PP. 71, 72. سکھانا۔ استاد ی ۱۸۴۷ء اکبر نامہ

جلد دوم صفحہ ۹۵ جلد سوم صفحات ۱۲۲ و ۱۲۳۔ مناقح التولیتخ ہیل ص ۲۴۵۔ ادنگ زیب ڈکشنری صفحہ ۱۴۲۔ ۱۸۵۰ء جان لینا۔ دریافت کر لینا۔



انہی نام نہالی (مادری) زبان ہندی پر فدا تھا۔ اس کے ساتھ خاص شغف رکھتا تھا۔ اس کی جھلک بھی رانی پر پڑی تھی۔ مگر یہ سب اس عاجز نام سطور کی قیاس آرائیاں اور فریب ذہن ہی۔ یا گزرے ہوئے زمانہ کی ہوا شناسی کا تخیل کہہ لیجئے۔ ورنہ فارسی و فرنگی موزوں نے پرانے ہوں یا نئے اس بحث و موضوع گفتگو کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ خاموشی نظر آتے ہیں۔ بے شبہ محلات و محارم شاہی کے متعلق یا ان کے معمولات اخلاق و آداب کے بارہ میں کچھ لکھنا و ادب و آداب سلطانی سے بعید تھا۔ گستاخانہ فعل سمجھا جاتا ہو گا۔ جیسا کہ میر عبد الحلیم بلگرامی نے "مثنوی طوطے محمد فرخ میر" میں اعتراف و اقرار کیا ہے۔

۱۸۷۷  
سخن چوں در گلستانِ حرم شد ادب این جاعناں گیر قلم شد  
بھولے سے ملا عبد الحمید لاہوری کے قلم سے بادشاہ نامہ  
۱۸۷۸  
میں اتنا نکل گیا ہے کہ اکبر کی سب سے پہلی بیگم خدیجہ الزمانی رقیہ سلطان  
۱۸۷۹  
بیل کی "دکھتری" صفحہ ۷۰۔ مقالات شبلی رحمان کی علمی بے نقصی صفحہ ۴۴  
۱۸۷۹  
صفحہ ۷۱ "سطبہ لکھنؤ۔ خزانہ عامہ صفحہ ۵۸۔ حیاتِ حلیم حصہ دوم صفحہ ۷۰۔  
۱۸۷۹  
فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۴۰۔ قاموس المشاہیر صفحہ ۲۶۴۔ ڈی لیٹ کا حاشیہ  
نوبس بنرجی صفحہ ۹۔ نوٹ ۵۰۔ سیر المصنفین جلد دوم صفحہ ۲۸۔



۵۰

جو اکبر کے چچا ہندوستان میں تھے، خاص ترک زبان بولا کرتی تھی۔ ۱۸۹۰  
 رہے کہ یہی ترک کن رقیہ ہمارے ہندوستان اور ہندوستان میں آکر  
 خوش ایاقوت خوش فہم اہل علم و سیویں اور پورے سیویں کے اہل قوتوں  
 ترکیہ اور روم کی بنیادی کسی تہذیب کی سیویں میں سے ڈی لیٹ  
 ۱۹۲۰ کے اسی کو "روم کی سلطنت لکھا ہے۔  
 ان چغتائی ترکوں نے ہندوستان میں رہ کر اپنی اصل و نسل

تہذیب چغتائی میں اپنا نام رقیہ سلطان بنیم لکھا ہے۔ مشر بورجک اپنے نوٹ نمبر ۲  
 صفحہ ۸۴ پر تہذیب ترک مسیحیہ کے فنون ۱۹۰۹ میں لکھتے ہیں کہ یہی پہلی اور خاص بی بی  
 اکبر کی تھی۔ مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اکبر کے بعد مدت تک زندہ رہی۔ نیز  
 ملاحظہ ہو دوسرا حصہ نوٹ نمبر ۳۱۔ ۱۸۹۱ بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۶۷۔

۱۹۰۹ افتتاح التواریخ صفحہ ۷۸۔ مجلس اور نیل ڈکشنری صفحہ ۲۲۶۔ فورہ کے آثار

قدیم و کتبہ صفحہ ۷۱ THE MONUMENTAL ANTIQUITIES  
 AND INSCRIPTIONS A FÜHRER. ۱۹۱۱ ڈی لیٹ کی تاریخ سلطنت  
 مغل اعظم ترجمہ انگریزی صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱ باب ۲۶۔ ۱۹۱۱ چغتائی مغلوں کے لئے  
 ملاحظہ ہو ایس ایس ۱۸۵۵ کی "وسط ایشیا کے مغلوں کی تاریخ" تعارف  
 صفحہ ۲۸۔ لیکن اس اصل و نسل کی اصلیت و حقیقت کیا تھی؟ کہاں تک تھی؟ چنانچہ  
 محققین مورخ و کتبہ پر شاد سے سن لیتے۔ "بکر بنات خود نیم چغتائی اور نیم مغل تھا  
 (باقی صفحہ آئندہ پر)



خاندانی و جماعتی خصائص کو خوب یاد رکھا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کی زبان کے بڑے والہ و شیدا تھے۔ گہری محبت رکھتے تھے۔ بزرگوں کی تمام باتوں، امتیازات اور خصوصیات کی حفاظت کرتے تھے۔ جیسا کہ گلبدن بیگم کا ہالوں نامہ پر پڑھنے سے واضح ہوتا ہے۔ بہت سے اسباب خانہ داری ہر قسم کا سامان، ظروف و طعام، سامان و ذرا و سفر، وضع و لباس وغیرہ کے نام ترک کی ہی تھے۔ یہ ترکی انصاف مغلی محل سرا میں آخر وقت تک رائج رہے۔ جب قلعہ اور حسرا سلطنت مٹی، بادشاہی کا نام گیا، اس وقت یہ بھی رخصت ہو سکے۔ جہانگیر اپنے بچپن کے حالات میں لکھتا ہے: ”میرے باپ کو بڑا خیال تھا کہ مجھے ترکی زبان آئے۔ اس واسطے بیچوچی کے سپرد کیا تھا کہ اس سے ترکی ہی بولا کر داد و ترک کی ہی بولوا یا کر دے۔ اس قدر غن کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام ماوراء النہر، اہل ان کے اہل فوج، خدم و حشم ہمایوں کی والدہ چغتائی تھی۔ اکبر نیم ایمانی تھا۔ جہانگیر نیم راجپوت تھا۔ اور شاہ جہاں ترک سے زیادہ راجپوت تھا۔“ ۱۹۳ یہ کلمہ رخصت کے وقت ایک دوسرے سے کہا جاتا ہے۔ مجازاً یعنی رخصت سفر کے لہام کے نیچے زیر شیفہ سرگشتہ عشق بنفوس ۱۹۵ سنسراینا یوریتج، صفحہ ۲۵۴، انگریزی۔ ۱۹۶ ترک جہانگیری، دوبار اکبری، صفحہ ۶۴۱۔ ۱۹۷ یعنی تاکید و تہید۔ (ظاہر ترکی لفظ ہے)۔



سب کی زبان ترکی تھی۔ ایرانی بھی ترکی بولتے تھے۔ سمجھتے تو سب تھے۔  
اکبر خود بہت خوب ترکی بولتا تھا۔<sup>۱۹۸</sup> بیٹا (جہانگیر) بن پڑھے باپ سے  
کئی قدم آگے گیا۔ شہزادہ و رفتہ ترکی بولتا تھا۔ بے تکلف لگتا تھا۔  
ترک میں اپنے ترکی خطا کا فخر یہ ذکر بھی کرتا ہے۔<sup>۱۹۹</sup> کون انکار کر سکتا  
ہے کہ ایسے نشیخ مجسم سرتاجوں سے جو ملکوں اور شکروں ہی کے  
فرمانروا نہ تھے بلکہ اقلیم محبت و دلداری کے بھی بادشاہ تھے، جن کی  
حکمرانی دلوں پر بھی تھی، کیا اکبر و جہانگیر کے فیض صحبت اور شرفِ یافت  
اثر التفات سے جو وہ بانی کھلاں (ذکریت سلطان، جو وہ بانی خورو،

۱۹۸۔ ربار اکبری، صفحہ ۵۷۶۔ ۱۹۹۔ ترجمہ راجس پور پنچ، صفحات ۱۰۹

نوٹ ۳ و صفحہ ۱۱۰ نوٹ ۱۔ ۲۔ رسالہ جہانگیر، شبلی نعمانی، صفحہ ۳۴۔ ۳۔ اکبر نامہ

صفحہ ۱۹۸۔ مسلمان تاجداران ہند، جلد دوم، صفحہ ۵۴۔ ٹاڈ کاراجستھان، ترجمہ،

صفحات ۶۱۹ و ۶۲۰۔ ۱۶۱۹۔ ایکراس انڈیا COTTONS ACROSS INDIA

صفحہ ۲۴۔ اکبر اور سلطنت مغلیہ، کاعود، (انگریزی) صفحات ۱۶۵ و ۱۸۵۔ آرکیالوجی کل

سرور سے آن انڈیا، صفحات ۶۲ و ۶۳۔ ۲۔ امرتھ اکبر آباد، صفحہ ۱۸۹۔ مغلی اور اردو،

صفحہ ۱۶۱۔ آثار الہام، جلد دوم، صفحہ ۱۸۱۔ ترک جہانگیری، صفحہ ۸۔ مسلمان تاجداران ہند

جلد دوم، صفحہ ۷۱۔ امرتھ ہنود، صفحہ ۴۹۔ پیل کی ڈکشنری، صفحہ ۱۳۵۔ اکبر اور سلطنت

مغلیہ، کاعود، صفحہ ۱۸۲۔ تعمیرات ہندوستانی (انڈین آرکیٹیکچر)، پیوٹن، صفحہ ۱۶۲۔



۲۰۳ مان بائی، ملکہ جہان وغیرہ رانیوں نے ترکی زبان کے بولنے اور سمجھنے پر قدرت حاصل نہیں کر لی تھی؟ شرفیات کے مشہور عالم ولیم ایروین WILLIAM IRVINE اپنی تاریخ انگریزی "افواج مغلاں ہند" میں تحریر فرماتے ہیں کہ چغتائی زبان کو ۱۷۰۰ء تک بادشاہ اور امرائے دربار بولتے اور سمجھتے تھے۔ ان کی سندسیر المتاخرین ہے۔ یہ بھی اگلوں سے سنی سنائی بات ہے کہ محلات شاہی اور امراء و مقربین کی بی بیایں تو بی بیایں، لونڈی باندیاں بھی تقدر ضرورت ترکی بول لیتی تھیں اور سمجھتی تو سب تھیں۔ اور پر عرض کر چکا ہوں کہ اکبر کی بڑی بیگم رقیہ سلطان خالص ترکی بولنے کی عادی تھی۔ شاہجہاں کی عزیز بیٹی جہان آرا کی ہستی کس قدر قابلِ تماشہ تھی۔ اس کی عربی و فارسی الشاپردازی اور شاعری بڑے بڑوں کو حیرت زدہ بنا دیتی تھی۔ وہ ترکی زبان کی بھی ماہر تھی۔

اچھا۔ تو کیا یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ محل سرائے شاہی میں رونق افزوں

۲۰۳ ملکہ جہاں جہانگیر کی بی بی راول بیگم والی حبیبیہ کی بیٹی تھی۔ راول کلیان بھائی کا نام تھا۔ ریل کی ڈکشنری صفحہ ۱۶۷ء ۲۰۳ چغتائی خالص ترکی بولی (ریل صفحہ ۱۶۷) اس میں نظم و شعر علوم و فنون کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ ۲۰۵ صفحہ ۱۸۴ء مطبوعہ لندن ۲۰۶ جلد سوم صفحات ۱۷۲ء ۲۰۶ ترجمہ آئین اکبری جلد اول صفحہ ۲۵۲ء مطبوعہ ۱۸۶۳ء ۲۰۷ رسالہ ادب لکھنؤ جنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۲۔



ہوتے وقت یہ رانیاں بھی ترک کی یا فارسی سے کم یا زیادہ آگاہ و آشنا ہوتی تھیں؟ شاید یہ قیاس صحیح نہ ہو گا۔ بقول مسٹر بلاک مین اکبر اکبر کے عہد سے پہلے ہند و ہندوئی فارسی نہیں پڑھتے تھے۔ اور اس طرح خود کو اپنے مسلمان فرمانرواؤں سے علمی و سیاسی طور پر فروتر رکھتے تھے۔ تاہم زبان و دختران چہ رسد۔ ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو یہ وسعت معلومات یا یہ اعلیٰ تعلیم و تربیت عممی کب حاصل یا میسر رہی ہوگی!

رہے شاہزادے۔ نواب نصیر حسین خاں خیال کی نفیس تالیف ”مغل اور اردو“ سے پایا جاتا ہے کہ تیموری شاہزادوں کی تعلیم و تربیت بڑے سلیقہ و اہتمام سے ہوتی تھی۔ ان کو مغربی علوم و فنون یعنی عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم اور زبانیں (سنسکرت اور بھاشا) اچھی طرح سکھائی جاتی تھیں۔ یہ شاہزادے بہ ہمہ ہنر و فن کامل علوم و فنون کے ماہر و مربی اور اپنے علم و فضل میں مشہور اور ممتاز روزگار ہوتے تھے ان کو سنسکرت اور بھاشا سے الفت ہوتی تھی۔ ہندی شعرا کی سرپرستی فرماتے تھے۔ اکبر حبس طور پر شاہزادوں اور اپنے امیروں اور راجاؤں کی اولاد کی تعلیم کراتا



تھا اور اہتمام و تدوین رکھتا تھا، اکبر نامہ کے اوراق سے اس کا پتہ  
چلتا ہے۔ گورنگ زیب کی تعلیم و تربیت اسی دھنگ اور اصول پر  
ہوتی تھی۔ جس کی تائید آثر عالمگیری اور سیر المتاخرین سے ہوتی ہے۔  
علامہ محمد صالح کنہو کا "عمل صالح" موسوم بہ "شاہ جہاں نامہ" بھی شاہ  
بہر کیف ماننا پڑتا ہے کہ خود اکبر اس کے شاہزادوں قیدی صاحبزادوں  
حتیٰ کہ خانہ زادوں کو بھی بھاشا پر پورا مجبور رہا۔ اصل تھا۔ ظاہر ہے کہ  
ان میں سے بہتوں کی مادری زبان وہی تھی۔ کھٹی میں پڑھا ہو گی۔  
محل سراؤں میں بھی یہ بولی گوش زد ہوتی تھی۔

کسی فلسفی بذلہ شیخ (غالباً فرنگستانی) کا قول ہے کہ "عورت کو ایک  
آقا کی احتیاج ہے۔ اگر وہ جوان ہے تو اس کا آقا جو کوئی بنے گا وہ اس کا  
عاشق ہو گا۔ اور اگر وہ بڑھی ہے تو اس کا آقا ایک "حامی دین" ہو گا۔"  
حامیانِ ادیان مشین کی عبا نے تقدس و اتقا کے گوشہ و امان کو دیکھ

۲۱۱ جلد سوم صفحہ ۵۳ ۲۱۲ جلد اول صفحات ۳۱ و ۳۲ ۲۱۳ ب پرند بوزیر پیش  
تینوں حرکتیں جائز ہیں۔ یعنی لطیفہ گو، اچھی اچھی باتیں کہنے والا۔ نشاطِ خاطر پیدا  
کر دینے والا۔ ۲۱۴ بالائی ہندوستان میں اس کے لئے ایک اچھا جامع، کثیر المعانی  
لفظ "خاوند" مخصوص ہے۔ فارسی کے لغت نویس اس کا مقصود  
صاحبِ یاوند ملک سے لے کر خداوند ملک لکھتے ہیں۔

۲۱۹ ۳۲۹۲۳ ۲۹۹



دینے کا شرف عمر بھر حاصل رہا ہے۔ اس لئے صرف پہلی شوق کی شہادت  
اور دعوے کے ثبوت میں اہل دنیا کا تجربہ و مشاہدہ پیش کر دینا کافی  
ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ عاشق و معشوق کے کسی باہرارد و کامرگاہ جوڑے میں  
بایک دگر کوئی تفرقہ و اختلاف باقی نہیں رہتا۔ کھل کر کہنے کی ضرورت  
نہیں۔ زبان سے زبان مل جانے کے بعد زبانوں کا اتحاد خود بخود  
پیدا ہو جاتا لازماً فطرت انسانی ہے۔

ذہنی آوارہ گردی اور ٹرہی جاتی ہے۔ ایک بہت پرانی بات یاد آئی۔  
ٹرنس کی کسی پیشہ و ر عورت نے ایک کنیز کو ان الفاظ میں مخاطب کیا  
تھا ”ہمارے عاشق دراصل ہمارے حسن کے عاشق ہیں۔ جب  
ہمارا حسن خزاں کے زیر اثر آجاتا ہے تو ان کی وادنتگی کسی دوسری طرف  
منتقل ہو جاتی ہے۔ لیکن تمہاری حالت بالکل مختلف ہے۔ تمہیں جب  
کوئی ہم مزاج عاشق مل جاتا ہے تو وہ تمہارا ہوا رہتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے  
تمہاری خوشی و خرمی یقینی ہو جاتی ہے۔ جب یہ سلیقہ و مرتبہ لونڈی باندیوں  
کا تھا تو عالی خاندان لڑکیوں اور شاہی ستہ شاہزادیوں کی شانِ ایشاد و  
دفا اور ان کی دائمی گرویدگی اور باہمی فریفتگی کا آسانی سے اندازہ  
ہو سکتا ہے۔

۲۱۵۔ یکسر شین دتشد بد قاف کسی چیز کا آدھلا یا ٹکڑا۔



یہ امر کہ اس محلاتی اور بیگماتی بھاشا کی نوعیت، ماہیت اور کیفیت  
کیا تھی؟ اس کے لئے ایک جان فشاں ورق گردانی اور تلاش و جستجو  
کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ایک جداگانہ مستقل مقالہ یا رسالہ لکھا  
ایسی تحقیق نے الحال مجھ دائم المرض کم بضاعت کے جس کی چیزیں  
غیر بانوں کے متعلق جس کی لائبریری، گاہی و معلومات کا سربراہ حضرت  
چند مزدوری پیشہ و بیگانہ یوں یا جانتر کے لئے آئے جاسے والی مارواڑ  
کی توجہات کا ممنون ہے۔ جس نے کبھی کبھی سرحدی پٹھانوں اور سنگ  
اور مہیرہ نیچنے والے افعالوں سے پیشہ سنی ہے۔ چاقو چھری دکھانے  
والی بلوچیوں کی بولی نہ سمجھی پہلے سمجھ سکا تھا، نہ اب سمجھتا ہوں۔

بے شبہ تین چار سو برس پہلے کے دور سے اور ہندی کا کلام و مشاعر  
اور درویشوں کے ملفوظات یا خاتقاہی روایات و منقولات یا ہندی  
شعرا کے تذکروں اور کتابوں میں نظر پڑتا ہے۔ نہایت سلیس لطیف

۱۲۳ پیشان جلی۔ ہندی نورتھ۔ کویتا کو مدی ہندی۔ سبھتہ المرجان عربی، میر غلام علی بلگرامی  
تلسی ادھاری۔ شیخ فرید الدین گنج شکر حضرت نظام الدین اولیا، شیخ احمد نیروانی  
مولانا مسعود سعد سلمان، اور امیر خسرو دہلوی کا کلام۔ سرور آزاد، میر غلام علی

صفحات ۳۵۲ لغایت ۴۰۵۔ جہاں خسرو دہلوی مقدمہ پیشاں، صفحات ۱۵۳ تا ۱۵۶

دیوان قاضی محمود بکری، مدونہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، صفحات ۱۵۱ تا ۱۵۱، پیشویشی سلیمانی،  
صفحات ۴۲ تا ۴۴۔ فرہنگ آصفیہ (متعلق ہندی)۔



اور (جیسا کہ متفقاً کہا جاتا ہے) ہر دل عزیز زبان میں ملتا ہے خواہ نظم میں  
 ہو خواہ نثر میں۔ گر خست، ٹھونس اور ٹھس الفاظ کی ان بابرکت  
 جماعتوں میں کہاں گزر تھی! امیر خسرو اسی "ہندوی" کی نسبت فرماتے تھے  
 بہت خطا، مغل و ترک و عرب  
 در سخن ہندوی مالد وخت لب

قیاس چاہتا ہے کہ ان سمن اندام نازنینانِ حرم کی بولی اور بھی سُتھری  
 میٹھی اور پیاری ہوتی ہوگی۔ لہذا لوح اور ترنم ایک ایک بول کو آسمان پر  
 اُڑا لے جاتے ہوں گے۔ لہجہ کی دلکشی اور طرزِ تسلیم کی شائستگی کے  
 تخیل و تصور ہی سے مجھ ایسا بوڑھا رنگھنے والا، سرور و مسرور ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کر دینا لازم ہے کہ مذہبی بیگانگی اور تمدن  
 و معاشرت کا اختلاف شروع شروع میں ان زبانوں کی طبیعت کو  
 ضرور اُچاٹ اور برداشتِ خاطر سارہ کھتا تھا، مگر رفتہ رفتہ تیموری  
 شائستگی و تہذیبِ محلوں کی محبوب فصاحت غالب آجاتی، ان کو مانوس و  
 خوگر کرتی، اپنا بنا لیتی تھی۔ مغلی حرم سراؤں کی نش و نش اور دل بھانے  
 ۲۱۷ - بفتح - بدین ہمزہ - شہر و ملک ترکستان اور چین کے مابین ۲۱۸ نقوش سلیمانی

صفحہ ۴۸ - ۲۱۹ گانا - سرود - دلکش طرزِ ادا - ۲۲۰ بات کرنا۔



والے طور طریقے کا مطالعہ کرتے کرتے یہ راجپوتنیاں بھی زبانِ دُل  
دونوں سے شوہر دل کی ہم نوا و ہم آہنگ ہو جاتی تھیں۔ اور اپنے اخلاق  
و آداب و عادات سے خاوندوں کو گرویدہ کر لیتی تھیں۔ شاہ جہاں نے  
جب مراسمِ درباری و آدابِ شاہنشاہی میں رد و بدل تجویز فرمایا۔ اکبر  
جہانگیر کی مقرر کی ہوئی رسموں سے <sup>۲۲۱</sup>مُحذول <sup>۲۲۲</sup>نظر ہوا۔ عربی و فارسی  
سال و تاریخ کو سرکاری درباری کاغذات میں نہ واضح دیا گیا۔ آگے  
وقت "سلام علیک" کہنے کا اسلامی طریقہ تازہ جاری کیا گیا۔ مسلم  
رخصت کے وقت سورۃ فاتحہ پڑھی جاسے گی۔ تو یہ شوہروں کی خدا  
راجپوت شاہزادیاں بھی اسی اطلاق پر تازہ اور اچھے سلوک کی نوگر  
ہو گئی تھیں۔

میں (جامع اور باق) مسلمان ہوں مگر مسلمان بادشاہوں کا خواہ مخواہ  
کا طرِ فدا نہیں۔ اُن کے بیجا افعال اور ناشائستہ حرکات کے چھپانے  
کی میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ آموز و پرورگر آئندہ بھی میرا بیخبر قلم  
ان کے متعلق تو یہ و تاویل کی حرأت نہ کرے۔ یہ دعویٰ خود ستائی سے

۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔



ہنس کر تاکہ "تَحَدُّثٌ بِالْغَنَمَةِ" <sup>۲۲۲</sup>۔ خدا کی دی ہوئی نعمت  
 راست گوئی و راست جوئی کی قدیر اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خطی  
 شاہنشاہ علاء الدین سکندر ثانی کو کون نہیں جانتا۔ تاریخ کا مہتدی  
 طالب علم بھی دلیرانہ کہہ ڈالتا ہے کہ چتور پراس کی چڑھائی ملک و دولت  
 کی طمع سے نہ تھی۔ <sup>۲۲۶</sup> وہ دنگے کی چوٹ اعلان کرتا ہوا گیا تھا کہ ماہ پیکر  
 و مہر جمال پر مئی کے شوق دیدار سے تباہ و بے قرار جا رہا ہوں۔ <sup>۲۲۷</sup>  
 یہ شکر کشی بیکار تو نہیں گئی۔ چتور فتح ہوا۔ مگر بد نصیب علاء الدین محروم  
 ہو گیا۔ <sup>۲۲۸</sup> میواڑ کی کئی ہزار رانیوں بی بیوں اور لڑکوں نے قلعہ کے مشہور

<sup>۲۲۳</sup> عطا الہی کی بات کہنا۔ شکر یہ خداوندی۔ <sup>۲۲۵</sup> فیروز شاہی برقی صفحہ ۲۶۳۔ تاریخ  
 بدایونی جلد اول صفحہ ۱۸۰۔ تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ جلد سوم صفحہ ۶۴۔ ٹاڈ کاراجستھان  
 انگریزی صفحہ ۲۲۳۔ ترجمہ اردو صفحات ۵۰۵ و ۵۱۱۔ <sup>۲۲۶</sup> ٹاڈ کاراجستھان ترجمہ  
 صفحات ۹۹ و ۵۰۵ و ۵۱۱۔ <sup>۲۲۷</sup> خطبات گارسان دی تاسی صفحہ ۱۵۲۔ اکبر اور  
 سلطنت مغلیہ کا عروج صفحہ ۱۰۳۔ مسلمان تاجداران ہند جلد اول صفحہ ۱۲۲۔ تاریخ ٹاڈ  
 انگریزی مطبوعہ ۱۹۳۲ صفحہ ۳۔ مختصر تاریخ راجپوتانہ صفحہ ۵۱۔ مطبع انوار برق صفحہ ۷۸۔  
 ایشیائی پرشاد کی مختصر تاریخ اسلامیان ہندوستان صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔ <sup>۲۲۸</sup> آئین اکبری جلد دوم  
 صفحہ ۱۲۹۔ بیل کی ڈکٹری صفحہ ۳۴۔ ظفر الوالیہ بنظیر دالہ صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ لائیدن۔  
 قصص ہند حصہ دوم صفحات ۳۵ و ۳۶۔ <sup>۲۲۹</sup> ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی نوٹ ۳۲



آتش کدہ میں پناہ لی۔ حیات کے تختے عدم کے کنارے جا گئے۔  
انھیں جلنے مرنے والیوں میں وفا شعار شوہر پرست پدمنی بھی تھی۔  
بہت سے باکمال اہل قلم نے نظم و نثر کا ذخیرہ اس رومان پر یادگار  
چھوڑا ہے۔<sup>۲۳۲</sup>

مجھے ان مصلحت اندیش واداشناس مورخین پر حیرت نہیں جو  
اس بارہ میں خاموش ہیں۔ خواجہ ضیاء الدین برنی جو اس بادشاہ  
کا قریب العصر، آٹھویں صدی کا مشہور مستند اور بے لاگ لکھنے  
والا گزرا ہی اپنی تماریح فیروز شاہی میں اس کا قلمنا ذکر نہیں کرتا  
علاء الدین کا پدمنی پر عاشق ہونا، چتورہ پر شکر کشی، رانی کا آگ میں حل کر  
جان دے دینا ایسے مہتم بالشان واقعات بھی اُس کے نزدیک قابل  
ذکر نہ تھے یا شاید وقوع ہی میں نہیں آئے! حالانکہ اہل نظر واقف ہیں  
کہ وہ کسی حد تک متعصب اور سخت مزاج بھی تھا۔ علاء الدین کے  
خلافت جو جو باتیں اُس کے علم میں آئیں، اُن کو قلمبند کر دینے میں

نہ آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۱۱۔ تاجدار جہان ترجمہ صفحات ۱۹۹، ۵۱۰۔ اصل

انگریزی مطبوعہ ۱۹۲۱ء صفحہ ۱۱۱۔ کالج ہسٹری آف انڈیا از دھیلر۔ مختصر تاریخ

راجپوتانہ صفحہ ۱۶۔ حیات جلیل حصہ اول صفحہ ۱۰۶، نوٹ ۸۲۔ ۲۳۱ دیکھئے

فرنگ و حاشی نوٹ ۳۴۔ ۲۳۲ دیکھئے فرنگ و حاشی نوٹ ۲۵۔



اُس نے ذرا بھی تامل یا باک نہیں کیا ہے۔ <sup>۲۳۲</sup>ورشستہ نے تمناصرہ چتور کا ذکر تو کیا ہے مگر پرمنی کے متعلق زبان بند رکھی ہے۔ <sup>۲۳۳</sup>آئین نے البتہ بقدر ضرورت لکھ ڈالا ہے۔ <sup>۲۳۵</sup>

آئیے۔ اب ہمارے اچھے اکبر کو دیکھ لیجئے۔ وہی اکبر جس کو ہم اور ہمارے جدید مورخ، ویسی (ملکی) وقائع نگار، شراونیت نفس جو اہل ہند پارسی و نیکو کاری کا پستلا بتاتے ہیں۔ <sup>۲۳۴</sup>جس کی نسبت ہمارے اکثر بھائیوں کا زعم یا خیال ہے کہ اس پر ہنر گار کے جسم میں ایک جھوٹی (کنندہ برہم چاڑی) کی روح حلول کر گئی تھی۔ جس کا جلوہ ہمارے اہل پیش کو صاف نظر آتا تھا۔ وہ جس کو راجپوت قوم "جگت گور" کے نام

۲۳۳ صفحہ ۷۲ تا ۷۹۔ ۲۳۸ تا ۲۴۱۔ ۲۴۵ تا ۲۴۹۔ اسکو وہ اسکندر ہند مگر قاسمی القلب و رشتہ فراخ سخت گیر بے علم کٹر جاہل لکھتا ہے۔ سخت سی سخت تنقیدیں کرتا اور اس کے نظم و نظام مملکت کے نقص اور خرابیاں دکھاتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو سلسلہ آصفیہ جلد سوم تا بیخ کن اگر صفحہ ۴۳ تا ۵۹۔ قاسمی القلب سخت وسیاہ دل۔ ۲۳۲ جلد اول صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۹۔ ۲۳۵ جلد دوم صفحہ ۲۶۹۔ ٹاڈ کا راجستھان ۷۔ ۲۳۶ جلد اول صفحہ ۱۸۴۔ ایلٹ کی تاریخ ہند وستان ۷۷۔ ہٹری آف دی ایشیائی منٹ آف برٹش رول ان انڈیا۔ سر جارج کس معنیات ۳۶ تا ۴۸۔ ٹاڈ کا راجستھان ترجمہ صفحہ ۶۸۔ اور یہاں تاریخ سنگھ کا مشہور مراسلہ ازنگ زبیک نامہ۔ ۲۳۴ ادیکھے فرنگ ویکٹوریٹ ۳۳۸۔ ۲۳۹۔ ٹاڈ کا راجستھان مترجم صفحہ ۸۹۔ نوٹ ۱۔ قصص ہند احمد و صفحہ ۹۵۔ ہیل کی بیباگری کل ڈکشنری صفحہ ۱۸۴۔ ہل کا برطانوی ہندوستان (باقی صفحہ آئندہ پر)



سے پکارتی تھی شاید اب بھی مانتی ہو؟ ”مہابلی“ بتاتی تھی۔<sup>۲۲۱</sup> دشمن کرتی  
 تھی۔ جس کی نسبت یہ شہرت تھی کہ بادشاہ نے آفتاب کو تسخیر کر لیا۔<sup>۲۲۲</sup>  
 دشمن اس کا نام ہی سنکر راہ فرار اختیار کرتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ نے  
 جس کو ولی مانتا تھا۔ ”دربار کے خوشامدی ہندو اپنے بزرگوں کی طرف  
 سے پیشین گوئیاں سناتے تھے کہ قلاں زمانے میں ایک گورکھشاک  
 جہاں بادشاہ پیدا ہوگا۔ بندہ زر مسلمان عالموں نے بھی اکبر کو مہدی  
 اور صاحب زمان اور امام مجتہد وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔  
 ایک بزرگ ”تاج العارفین“ یہاں تک بڑھے کہ اکبر کو انسان کامل اور  
 خلیفۃ الزماں ہونے کی حیثیت سے خدا کا عکس ہی ٹھہرا دیا۔<sup>۲۲۳</sup> ہاں یہ  
 وہی اکبر ہی جس نے محض بیرم خان، خانانوں کی خاطر سے بد نصیب

PHILL'S BRITISH INDIA, VOL II PAGE 152 جلد دوم صفحہ ۱۵۲

ایشیاٹک ریسرچ جلد نہم صفحہ ۱۵۸ سے ۱۶۰ تا ڈاکار اجتماع، پانچم صفحہ ۱۰۰۔ ۱۰۱ نگرانی  
 صفحہ ۲۶۳۔ نیز ملاحظہ ہو فرنگ جوشی نوٹ ۳۴ ۲۴۱ مغل اور راجہ صفحہ ۱۰۱۔ قصص ہند  
 حصہ دوم صفحہ ۹۶۔ ۲۴۲ قصص ہند حصہ دوم صفحات ۹۸۔ ۱۰۰۔ ۲۴۳ تاریخ  
 فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۶۱، قول کشوری ۲۴۴ کلیات رام، مضمون ”اکبر  
 ولی“۔ ۲۴۵ مہنامہ الفرقان، شاہ ولی اللہ، صفحہ ۷۵۔



ہیمو کے سر کو تلوار سے چھو کر چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہیمو جو اس وقت  
اسیر جنگ کی حیثیت سے پابہ جولاں اور دست بہ زنجیر آٹکھ میں زخم  
غدا ب کا طوق گردن میں ڈالے اور باہ میں کھڑا تھا جس کو بادشاہ نے  
تو زندہ چھوڑا تھا مگر خان خانان اور فتح گدا سے کہوہ وغیرہ نے ہاتھوں  
ماتہ ختم کر ڈالا۔ یا جیسا کہ احمد یادگار اور ایک ڈچ مصنف کا بیان  
ہی خود بدولت (اکبر) نے اس شامت زدہ آفت رسیدہ کی گردن  
ایک تیز خنجر سے اڑا دی تھی۔ بہر دو صورت ہیمو کا سر کابل بھیجا گیا۔  
باقی جسم دہلی کو اور اس طرح شاہنشاہ کی عظمت و شوکت اور  
جلال و سطوت کا اعلان و اشتہار فرمایا گیا۔

اس کے سعادتمند بیٹے اور جانشین جہانگیر کی ایک روایت بھی

۲۲۶ دیکھئے فرنگسٹاٹ نوٹ ۳۵۔ ۲۲۶ منتخب التواریخ ترجمہ W.H. LOWE

مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۶۸ و احمد یادگار قلمی تاریخ داؤدی قلمی

فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۲۶ و تزک جہانگیری و ترجمہ تزک صفحہ ۵۳۱۔ و ڈی لیٹ صفحہ

۳۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۶۳۱ء ہسٹوریام ۲۲۸ PRESIDENT VON DEN

BROECKE - THE FRAGMENTUM HISTORIAE INDICA .

LETHBRIDGE سے ترجمہ لیتھ برج در کلکتہ ریویو ۱۸۶۳ء صفحہ ۱۱۹ نوٹ -

۲۲۹ بایزید بیات کی تاریخ میں اس سر کے کابل بھیجے جانے کا حال مندرج

ہے۔ (قلمی)



سن لیجئے۔ اکبر نے خود ذکر کیا تھا۔ میں ایک روز کابل میں تھا۔ خواجہ  
عبد الصمد شیریں قلم کے روبرو ایک تصویر کی نقل اتار رہا تھا۔ میرے  
موقفم (برش) سے خود بخود ایک ایسی تصویر بن گئی جس کا جوڑ جوڑ  
ہلک تھا۔ یعنی جسم کے تمام اجزا ایک دوسرے سے منفصل و منقطع  
تھے۔ اکبر کے اس غیر ارادی فعل کو اُس کے درباری امرا اور خوش  
عقیدت مورخ معجزہ و کرامت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

اکبر کے پیارے مگر پرانے تیوہاروں میں نو روز خوش روز کے  
مبارک نام سے موسوم تھا۔ اُس روز ریشیوں کی عورتیں،  
امیروں کی بیگمیں شاہی محل میں دکانیں لگاتی تھیں سب جاتی  
تھیں [بروئے معاہدہ خاص] چند اور رعایتیں کے علاوہ نو روز  
کا ٹاڈا راجا اور اُس کے جاگیرداروں کی رانیاں اور مستورات اس  
رسم کی پابندی یا مینا بازار کی حاضری سے مستثنیٰ تھیں۔<sup>۲۵۲</sup> بادشاہ خود

تہذیب ۲۵۱ تزک جہانگیری ترجمہ یو ریخ و راجرس صفحہ ۴۰۔ اکبر نامہ ابوالفضل ترجمہ بیروتی

جلد دوم صفحات ۶۷ و ۶۸۔ ۲۵۱ شہنشاہ شاداب و فرہنگ نایاب، طاپیر اسے تفرشی،

مطبوعہ ۱۸۵۴ء صفحہ ۵۔ ٹاڈا کاراجستھان انگریزی مطبوعہ ۱۸۵۴ء اس صفحات ۷۲

نوٹ دہ ۱۳۵۰۔ ۲۴۰۔ ۲۵۲ ملاحظہ ہو فرہنگ خواشی مقالہ ۲۵۲ خوش روز ٹاڈا کاراجستھان

مطبوعہ ۱۹۲۰ء صفحات ۴۰۰ و ۴۰۱۔ ۲۵۲ ٹاڈا کاراجستھان ترجمہ صفحات ۱۱۶

(باقی صفحہ آئندہ پر)



شمع بزم عیش یا آپ کی رنگین اصطلاح میں اس پر یوں کے اکھاڑ  
کاراجہ اندر ہونا تھا۔ بقول منشی بہاراج بہادری برق ۲۵۵

شاہی محل سناہری کہ تھے جلوہ دار حسن  
ہر ناز آفریں تھا وہاں تاجدار حسن  
حوران ہند جو کہ تھیں صد شکر آفتاب ۲۵۶  
سب ہی تو ان کے سامنے تھیں شرمسار ۲۵۷

ہمہ دریاں و ہمہ دانش شیخ ابوالفضل اس تقریب کی تقریب  
کرتا ہے۔

آئین خوش روز۔ گیتی خداوند بہ پردہ شہ آگہی و شناسا آمد  
شکر و کاری روزگار سو میں روز جشن ہر ماہ والا بچنے آراید۔ سوداگر  
زمانہ بر فراز گرم بازاری نشیند و کالائے ہر کشور بدکان پیدائی درآید۔  
پرستاران مشکوئے اقبال فراہم آئید و پردگیان گوناگوں مردم راہ

۶۴۰۔ انگریزی مطبوعہ ۱۸۹۷ء جلد دوم صفحہ ۲۵۲۔ مسٹر بیوریج مائٹلار کے

انگریزی ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اڈا قبیلہ نے مغلوں سے قرابت کرنا گوارا نہیں کیا تھا،

صفحہ ۴۰۹۔ ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی، نوٹ ۲۷۷۔ ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی، نوٹ ۳۸۷

۲۵۶۔ مطلع انوار صفحہ ۱۷۹۔ ملاحظہ ہو فرہنگ و حواشی، مقالہ ۳۹۔

۲۵۸۔ اسباب رخت متاع غیر حیوان۔ ۲۵۹۔ بہت خانہ۔ مجازاً امر ارادہ بادشاہوں کی حکم



یا بند۔ خرید و فروخت را ہنگامہ شود۔ گروہا گروہ کامیاب خواہش  
 گردند۔ شہر یاہ دور بین نیز بگزیدن کالا بر نہادین نرخ تازہ بقیہ  
 بر سازد و بدین روش شناسائی اندوزد۔ نہنگی ملک و چگونگی مردم  
 زاد و بد و نیک ہر کارخانہ دریابد۔ واپس روز را بدین نام خواند و  
 نوید خوش دلی بخشد۔ سپس بازار مردوان انتظام یابد۔ بازارگان  
 ہر یوم را کام دل بر آید۔ خدیو عالم داد و ستد را عیار بر گیرد و  
 بآفتگان عشرت خریداری نمایند۔ و ہر گروہ بے دور باشن  
 چاہ و نشان در دل بر خواند و متاع آرائی را دست ماہ گزارش حال  
 گرداند۔ نیکان را روز مراد بر دہد و بدان را با آوازہ سامان یابد۔  
 و از فروغ دیدہ وری بدین کار گنجورے و مشرفے جداگانہ باشد۔  
 ہاں زماں بے لہجہ انتظام نہ یابند و فراواں سود بردانند۔<sup>۲۶۴</sup>

ترکستان کے بازاروں کا دستور یاد کر کے اسی آئینی ضابطہ کے  
 حوالہ سے مولانا آزاد دہلوی فرماتے ہیں کہ "ہر مہینے معمولی بازار کے  
<sup>۲۶۵</sup> ترک کی ہر وزن طاؤس۔ لشکر و قافلہ کا نقیب۔ <sup>۲۶۶</sup> گناہ کی جزا۔ برای کی مکافات۔  
<sup>۲۶۷</sup> گنج و در خزانہ دار۔ <sup>۲۶۸</sup> لکھنے والا جو اور لکھنے والوں کے اوپر ہو۔ جو ان لوگوں  
 کی خیانت سے خبردار رہے۔ <sup>۲۶۹</sup> آئین اکبری جلد اول صفحہ ۴۲۱ مطبوعہ نول کشو

۱۸۹۳۔ نیز ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحات ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲ وغیرہ۔



تیسرے دن قلعہ میں زنانہ بازار لگتا تھا۔ غالباً یہ امرائین میں داخل ہو گا۔ عمل اس پر کبھی کبھی ہوتا ہو گا۔۔۔۔۔ انھیں ایوانوں میں جو حقیقت ایجاد اور عقل اور شعور کے بازار تھے زنانہ ہو جاتا۔ وہاں محل کی بیگمات آتی تھیں کہ ذرا ان کی آنکھیں کھلیں اور سلیقے کی آنکھوں میں مسکھڑاپے کا سرمہ لگائیں۔ امراء و شرفاء کی بیویوں کو بھی اجازت تھی جو چاہنے آئے اور تماشا دیکھے۔ دکانوں پر تمام عورتیں بیٹھ جاتی تھیں۔ سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا جاتا تھا۔ خواجہ سرا قلمافتنیاں اردہ بیگمیاں اسلحہ جنگ سجے انتظام کے گھوڑے دوڑاتی پھرتی تھیں۔ عورتیں ہی پہروں پر ہوتی تھیں۔ مایوں کی جگہ مائیں جنم آرائی کرتی تھیں۔ اسی کا نام خوش روز تھا۔

”نیک نیت بادشاہ آپ بھی آتا تھا۔ اور اپنی رعیت کی بہو بیٹیوں کو دیکھ کر ایسا خوش ہوتا تھا کہ باپ باپ بھی اتنا ہی خوش ہوتے ہوں گے۔ جہاں مناسب جگہ دیکھتے تھے بیٹھ جاتے تھے۔ بادشاہ بیگم بہنیں بیٹیاں پاس بیٹھی تھیں۔ امراء کی بیویاں سلام کرتیں۔ نذرین دیتیں۔ بچوں کو سامنے حاضر کرتیں۔ ان کی نشستیں حضور میں قرار پاتی تھیں حقیقت میں یہ کبھی آئین سلطنت کا ایک جز تھا۔“

۴۱۵ دربار اکبری صفحات ۱۵۴ و ۱۵۵ ”مینا بازار۔ زنانہ بازار۔“



اور ابق تارخ گواہ ہیں کہ اسی نوروز کے موقع پر جہانگیر کی آنکھ فہر النساء (نور جہاں) سے لگی تھی۔ اور ناز و نیاز کے مرحلے طے ہوئے تھے۔

یہ کہ گیسٹ تحفے کی نہیں رسم محبت

سمجھے نہیں تم خود بھی جو فرما گئیں نکھیں

عشق و محبت کا روگ تو اسی دوشینرگی میں اپنے سر لے لیا تھا مگر اکبر کی فہر مانی سے کچھ چلی نہیں۔ جب وقت آیا تو دونوں خوب کھل کھیلے۔

اسی اکبری نوروز اور اس کے اصلی لین دین کے سلسلہ میں ماد صا۔ فرماتے ہیں۔ سنئے۔ ”جہاں پناہ بھی بھیس بدلے دماں رونق افزا ہوتے

تھے! مقصود یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ مال تجارت اور ساز و سامان کی قیمت معلوم کرنا، سلطنت کے معاملات و حالات کی نسبت آپس

میں لوگ جو کچھ کہتے سنتے ہوں اس کی خبر رکھنا عہدہ داران سرکار کے اعمال و افعال کی سراغ جوئی۔ آگاہی حاصل کرنا!! دیکھئے ذہانت

مآب ابوالفضل نے اس خوش روز کی ناپاک و آلودہ غرض اغراض کو کیسا چھپا یا اور کتنا نرم و شایستہ بنا کر دکھا پاسی۔ کیسی دانمانی سے بات بنائی ہے!!

مگر کیا آئندہ نسلیں اس کو تسلیم کریں گی؟ بقول افق ”اس کے بیان کو

۲۶۶ دی لیٹ کی تاریخ مغول صفحہ ۱۸۱ دفعہ ۲۶۔ تاریخ راجستھان از پرمانند صفحات ۳۷۶

۳۷۷۔ ۲۶۷ طاہر کاراجستھان انگریزی مطبوعہ ۱۹۲۲ء صفحات ۳۷۷ و ۳۷۸



داخل مہملات سمجھیں گی۔۔۔۔۔ اس کا ثبوت ایک یہی ہے کہ عورت کی زبانوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ حسیناں راجستھان بھاشا بولتی تھیں، مسلمان نازنیوں کی گفتگو پشتو سے ملتی جلتی ہوتی تھی۔<sup>۲۶۸</sup>

لیکن موصوف کی کتاب کے مَدَوْن اور صحیح مسٹر ولیم کروک اپنے حاشیہ میں آگاہ فرماتے ہیں کہ مغلوں کی حرم سرا کی خواتین پشتو نہیں بلکہ ترک بولتی تھیں [ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ نویں دن کے میلے وہ بازار تھے جس میں راجپوتوں کی غرت کا مبادلہ کیا جاتا یا بٹالکایا جاتا تھا جس کی طرف بہادر پر بھٹی راج نے اشارہ کیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ انگریزی صفحہ ۱۸۳۵ نوٹ اول)۔<sup>۲۶۹</sup>

کرنیل صاحب کا شیخ کو ملامت کرنا بے صرفہ سا ہے۔ بیشک دونوں کے دونوں اہل فوج و علم، صاحب سیف و قلم تھے۔ مگر شیخ کے راستہ میں کچھ تھپر حائل تھے۔ وہ مجبور بھی تھا، معذور بھی۔ پروردہ نعمت وابستہ دامن دولت تھا۔ ہاں میں ہاں ملانا، بات بتانا یا اپنے طول پر سمجھا دینا، اس وقت ہمارے ایشیا میں شیوہ ہمک خوانی اور کمال

<sup>۲۶۸</sup> ٹاڈ کاراجستھان، مترجم صفحہ ۶۲۵۔ کرنیل صاحب کے اصل متن میں 'مخلوط بھاشا' کا لفظ پایا جاتا ہے۔ صفحہ ۲۰۴ جلد اول مطبوعہ ۱۹۲۲ء۔<sup>۲۶۹</sup> صفحہ ۱۰۱ جلد اول نوٹ اول۔<sup>۲۷۰</sup> صفحہ ۲۰۱ مطبوعہ ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۹۹۔ ۲۷۱ دربار اکبری، صفحات ۵۰۰ و ۵۱۹۔



فرمانبرداری مانا جاتا تھا۔ انھیں پر موقوف نہیں کسی دفتر دار احوال نگار  
کو اس سے چارہ نہ تھا۔ ایسا نہ کرتا تو پناہ کہاں پاتا۔ بیچارے ملا  
عبد القادر بدایونی کا حشر کیا ہوا۔ راست نویسی اور حق گوئی کا صدمہ  
کیسا اچھا ملا؟

سن! اے بہادر کرنل سن! اور انصاف کر۔  
وہ مورخ تھا عہدِ منہ کا عصرِ حاضر کا تو فسانہ نگار  
یا بقول آزاد دہلوی ”سچ یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا راز مورخ کا قلم ہے۔  
آج کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی باگ میں کتنی گریں ڈال دی گئی تھیں؟“  
دوسرا جواب۔ سیلابِ اکبر آبادی اپنے خطباتِ شاعری میں  
ظہیر الانشا کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ عہدِ جلال الدین محمد اکبر میں جو مردانہ  
اور زنانہ بازار قلعہ آگرہ میں لگتا تھا۔ اُسے ”اردو“ کہتے تھے جہانگیر  
کے عہد میں بھی یہ بازار آباد رہا۔ وہاں لین دین بدستور اُسی زبان میں  
ہوتا تھا۔ شاہ جہاں نے اسے اور رولن دی۔<sup>۲۷</sup>

تیسری بات۔ کون نہیں جانتا کہ اپنی اپنی ذاتی یا قومی تقریبات  
میں اونچے اونچے طبقے اور ادنیٰ ادنیٰ جماعتیں کم و بیش سب ہی  
خوشیاں ہر طرح کی خوشیاں منائیں اور عیش و عشرت کی داد دیتی

۲۷ کلیم عجم، صفحہ ۱۲، رفاہ عام پریس۔



تھیں۔ لیکن تاریخ کے صفحات بتاتے ہیں کہ یہ نشاط عام کے سرکاری  
موقعے 'نواص و امرا کے باوقار مجمعے' شہنشاہی جلوس اور جشن عموماً  
شرافت و متانت، عفت و عصمت کی بازی گاہ بلکہ قتل ہوتے  
تھے۔ وہاں نہ کسی قانونِ شرم و حجاب کی پابندی کی جاتی تھی۔ نہ غیرت  
و عزیت کا آئین نافذ رہتا تھا۔

اکبر کی خوش اعمالی و پرہیزگاری کا ایک واقعہ (اس وقت صرف  
ایک) ٹاڈ صاحب کے ذریعہ سے اور سن لیجئے۔ جن کی تاریخ کے مستند  
و معتبر ہونے کے بڑے بڑے قائل ہیں۔ جس کو گرنیل نے لیسن پُر  
بدائع اور سحر کار تالیف بتاتے ہیں۔ اس کے بعد نفسِ معاملہ یا اس  
مبحث و تحریر سے اس روایت (منقولہ ذیل) کا تعلق دو لفظوں میں  
عرق کر دوں گا۔ تاکہ قاریانِ کرام داخلِ بیجا اور نامعقولیت کا الزام میر  
سے اٹھا سکیں۔ ٹاڈ صاحب کے سحر نگار مترجم ایک بالکمال کا لیتھ  
انشا پرداز تھے۔ ان کے ترجمہ میں روانی، سلاست، سادگی اور اختصار  
نمایاں ہیں۔ بخلاف اس کے اصل ہانگریزی میں زورِ بیان کے ساتھ  
ساتھ واقعہ کی نزاکت کا احساس، فریقین کے مراتب کا پاس،

۲۷۳ دربار اکبری، صفحہ ۵۳۷۔ بیل کی دکنری، صفحات ۱۲۷ و ۱۲۹

۲۷۴ اکبر اور سلطنتِ مغلیہ کا عروج، صفحہ ۱۸۱



اُن کا تہیہ و عزم زبان کا لوح، سنگتگی اور کافی صراحت و بلاغت نظر  
 آتی ہے۔ ایسے موقعوں پر کسی تائید غیبی کا خود بخود ہونا، فطرت  
 سے بالاتر کسی ہستی کا ناگہاں وارد ہونا ہماری قدیم داستان سرائی کا جو  
 عظم ہیں۔ کرنیل ٹاڈ نے یہ لکھ کر کہ بہت سی افسانہ نگارانیں اس  
 واقعہ کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہیں، کم سے کم ایک روایت کو تو زندہ  
 کر دیا ہے جو اس سلسلہ میں شہرت پا گئی تھی۔ یعنی میوار کی محافظہ ویہی  
 ”ماتا“ اپنے شیر پر سوار ہو کر باہمہ ہیبت و جبروت اس موقع پر رانی  
 کے بچانے کے لئے یکایک پہنچ گئی تھی۔ مختصر یہ ہے کہ اس نوزد کے  
 میلہ کے سلسلہ میں اکبر کے اطوار و اعمال پر ٹاڈ صاحب نے خوب  
 زہر اگلا ہے۔

جناب افق لکھنوی کی تحریر یہ ہے۔

”باب ۱۱۔ تواریخ میوار۔ عنوان۔ نوزد پر اکبر کے افعال و اعمال  
 پر تھی رائیج کی رانی سکٹا کی بیٹی اور میوار کی راجہ ماری تھی۔ ایک خوش  
 روز کے میلے میں اکبر اس کا حسن دل فریب دیکھ کر سبے قابو ہو گیا۔ طبیعت

دیکھئے انگریزی، صفحہ ۲۹۱ و ۲۹۲، مطبوعہ ۱۹۲۰ء ۲۹۷ ٹاڈ کی انگریزی تاریخ

صفحات ۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲ دیکھئے فرہنگ و حواشی نوٹ ۴۰-۲۹۷ دیکھئے

فرہنگ و حواشی نوٹ ۴۱۔



آئی اور بڑی طرح آئی۔ حصول مقصد و کامیابی کے لئے ہر طرح سے جدوجہد کی۔ اکبر کی آغوشِ محبت میں ایک راجپوت خاندان کی لڑکی تھی کسا جاتا ہے کہ اکبر نے اُسکو بھی مددگارے دل حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا تھا۔“

”پر تھی راج کی عورت جس وقت میلہ دیکھ کر لوٹی، تو ایک اسی بھول بھلیاں میں پھنسا دی گئی جہاں سے نکلتا دشوار تھا۔ وہ ادھر ادھر ٹاپتی ہی تھی کہ اکبر وہیں موجود ہو گیا۔ رانی صاحبہ عصمت تھی۔ شرارت پر اُس کو غصہ آیا۔ فوراً میان سے تلوار نکال لی۔ بادشاہ کے سینہ پر رکھ کر بولی ”ہاں! کیا کہتے ہو۔ حرکات ناشائستہ سے توبہ کرتے ہو کہ نہیں۔ اکبر نے اُسی وقت معافی مانگی کہ اب کبھی ایسی حرکت نہ ہوگی“ دراز دستی میں کوتاہ استیناں ہیں۔

”پر تھی راج کی بی بی اپنی ہمت و جرأت سے صاف بخ نکلی۔ مگر اس کے بڑے بھائی رام سنگھ کے ماتھے پر بدنامی نے کلنگ لگا ہی دیا۔ بادشاہ کے پھروں میں آکر اُس نے غیرت و عزت کھو دی۔ ریگستان میں گھر تھا۔ وہ جس وقت آئی زبور و جواہرات

۲۵۹ ٹاڈ کا راجسٹھان مترجمہ افق صفحہ ۶۱۳۶ - ۲۵۸ ریختہ صفحہ ۶۳۶ -

۲۵۸ دیکھئے فرہنگ خواشٹا نوٹ ۴۲ - ۲۵۷ دیکھئے فرہنگ خواشٹا نوٹ ۴۳ -



میں غرق تھی۔ پرتھی راج نے اس معاملہ کا جو ذکر کیا ہے سینے کے قابل ہے۔ وہ اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر آپ کی ہم خوابہ فرشتہ راحت زرد جواہر سے لدی ہوئی آئی۔ زیورہوں کے گفنگ و جھنجھن کر رہے تھے۔ مگر بھائی صاحب! ذرا آئینہ میں اپنی موچھیں تو دیکھئے۔ یہ تشرف لے گئیں۔<sup>۲۸۵</sup>

یہ کرنیل ٹاڈ کی روایت تھی جو ایک ہندو انشا پرداز نے اپنے قلم سے صفحات کاغذ پر مرتسم فرمائی تھی۔ اسی پورے واقعہ کو تھوڑے سے لفظی اولٹ پھیر کے ساتھ ایک نامور پنجابی محقق نے اپنی "تاریخ راجستھان" میں نقل کیا ہے۔ "تاریخ نگار ہندو"۔ اردو کے قالب میں اس کو ڈھلنے والا بھی ہندو۔ اس سے بڑھ کر کون سی تحریر مستند ہو سکتی ہے۔<sup>۲۸۶</sup>

<sup>۲۸۳</sup> ہم خوابہ کی ترکیب صحیح ہے۔ آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۱۵۲۔ نیز فرنگ سہم شاداب صفحہ ۴۱۔ آخر کی عبارت ایسی ہے۔ غیاث اللغات، فصل جامع مہم۔ صفحہ ۸۹۔ سنگ فانی درجلہ کابل نمبر ۱۰۲، ماہ سنبلہ ۱۳۱۸ ہجری شمسی۔<sup>۲۸۴</sup> دیکھئے فرنگ حواشی نوٹ ۴۴۔  
<sup>۲۸۵</sup> ٹاڈ کا راجستھان صفحہ ۶۳۷۔ مترجم۔ انگریزی صفحہ ۲۰۲، طبع ۱۹۲۰ء۔ نیز پرتھی راج کے اشعار جو موزوں کر کے پر تاب رانا کو بھیجے تھے۔ ٹاڈ صاحب جلد اول صفحہ ۳۹۹۔  
<sup>۲۸۶</sup> نقش لیا ہوا۔<sup>۲۸۷</sup> تاریخ راجستھان بھائی پرنا منڈ صفحہ ۳۷۷۔



”اگر اپنی تفریح طبع کے لئے ہر ماہ میں ایک بار محلوں میں مینا بازار لگایا کرتا تھا۔ اس بازار میں مردوں کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ صرف بیگمات، شہزادیاں اور درباریوں کی بہو بیٹیاں جایا کرتی تھیں۔ اول دریاں سوداگروں کی بیویاں ملک ملک کی اشیاء لاکر بیجا کرتی تھیں۔ اگر عورتوں کا بھیس بنا کر یہاں جایا کرتا تھا۔ مغل مورخ کہتے ہیں کہ اس سے بادشاہ کی مراد اپنے معلومات کو وسیع کرنا تھا۔ اور اس سے اُسے اپنے افسروں کی بابت پتہ لگتا رہتا تھا۔ مگر راجپوتوں کا خیال اور تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اس طرح سے خوبصورت عورتوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے بوندی کے راجہ نے دن تھم پور کا قلعہ حوالہ کرتے وقت یہ شرط کرائی تھی کہ بوندی کی بہو بیٹیوں کو مینا بازار میں جانے سے مستثنیٰ کیا جائے۔“

”رامے سنگھ کی بیوی حسین تھی۔ اگر کی اہلی پر آنکھ پڑی۔ اور نتیجہ خراب نکلا۔ وہ جواہرات سے لادی ہوئی گھر واپس آئی۔ اتفاقاً ایسا ہوا کہ ایک دن اکبر نے پرتھوی راج کی بیوی کو دیکھ لیا۔ جب وہ سودا و غیرہ خرید کر ایک تنگ راستہ سے اکیلی واپس آرہی تھی راستہ جان بوجھ کر پیچ دار بنایا گیا تھا۔ خاموشی کے عالم میں اُسے اچانک ایک آواز سی سنائی دی۔ ایک آدمی اُس کا راستہ روکے ہوئے



سامنے کھڑا تھا۔

وہ تاڑ گئی۔ یہ کون شخص ہے۔ اور اس کی غرض کیا ہے؟ وہ پیاری گھبرا گئی۔ مگر اپنے دل میں دیوی "ماتا" کو یاد کیا اور کہا "ماتا! اس وقت میری سہایتا کر اور اس خطرہ سے بھی بچا۔ جو موت سے بھی بڑا ہے۔" اس کی کمر میں خنجر تھا۔ اُسے نکالا اور بادشاہ پر ایسی چھٹی کر اُسے نیچے گرا کر خنجر اُس کی گردن پر رکھ دیا۔ "اگر زندگی پیاری ہے تو قسم کھاؤ کہ آج سے کسی راجپوتنی کی طرف بڑی نگاہ نہ کرو گے۔" بادشاہ نے قسم کھائی۔ اور شرمندگی سے پھیرا ہوا دوسری جانب نکل گیا۔  
پرتھوی راج کو اپنی پیاری بیوی پر سچا راجپوتی فخر ہوا۔ اگرچہ وہ اس کے بھائی کی بیوی کی طرح زلیخہ و جواہرات سے لادھی ہوتی نہ آئی تھی۔ وہ اس کڑے امتحان میں اس آبرو سے نکلی جو سب قسم کے زلیخوں سے بالاتر ہے۔<sup>۲۸۸</sup>

یہ پرتھوی راج بڑا شاعر اور اپنی زبان کی نظم و نثر پر پورا قادر تھا۔ اس نے جو چٹھی پر کتاب کو لکھی تھی وہ (حسب روایت<sup>۲۸۹</sup> بھائی پر مانند) ابھی تک میواڑی زبان کی نظم میں زندہ باقی جاتی ہے۔ اللہ اکبر۔ یہ وہی اکبری جس کے قدسی کلمات کو دلاور گرفتار ہنسٹا ہے

<sup>۲۸۸</sup> تاریخ راجستھان ص ۳۷۱      <sup>۲۸۹</sup> ایضاً صفحہ ۳۷۱



کے عنوان سے شیخ نے مہماتِ سلطنت کے آئین میں نقل کیا ہے۔ اور جو فرماتا تھا "اگر پیش ازیں دانستے از قلم خود کسے را بہ خرم سیرا نیاوردے کہ رعیت پایہ فرزند می دارد" [پہلے سے جانتا ہوتا تو اپنی بادشاہت میں سے کسی کو اپنے محل میں نہ لاتا۔ رعیت کا پایہ اولاد کے برابر ہوتا ہے۔]

عجہ برکت! توبہ بر لب دل پراز شوقِ گناہ

معصیت را خدہ می آید بر استغفارِ ما

کہیں آپ کی یہ تلخ کامی اور تلخ نوائی کسی ایسی ہی تلخا بہ نوشی کی بدولت تو نہ تھی؟ یا اس قسم کی باتیں بنانا ہمیشہ سے آئینِ سلطنت رانی اور راج نیت چلا آتا ہے!

آزاد دہلوی لکھتے ہیں "یہ سن کر کہ خطا اور تبت میں ترک دنیا کرنے والے دو دو سو برس زندہ رہتے ہیں بادشاہ (اکبر) نے بھی محلوں میں جانا چھوڑ دیا تھا۔"

ع۔ اسے دریغادہ شاہ شاہ بلند

پروفیسر رشید صدیقی کا ایک فقرہ مجھے بے اختیار یاد آتا ہے۔

اپنے مخصوص اندازِ بیان کے ساتھ فرماتے ہیں۔ "کون نہیں جانتا۔

۲۹ جلد سوم صفحہ ۱۵۰، شمارہ ۲۰۱۔ ۲۹ جلد سوم صفحہ ۱۰۱



واجد علی شاہ اور اکبر دونوں مصاحبین کے گمراہ کئے ہوئے تھے۔  
لیکن ایک ”زنگیلے“ اور ”رسیا“ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور دوسرا  
گمراہ کر ”خدا“ بن گیا۔<sup>۲۹۳</sup>

ان معترض حریفوں کو عالم ارواح سے اکبر کا کیا جواب پہنچتا ہے؟  
”من تائب ومن زاہد لیکن حکیم دل را بہ با طائفہ خواباں دزدیدہ سردار د  
- ”آپ کے ایک طرف فیصلے بجا۔ آپ کی پارسا وضعی پارسا  
خیالی پارسا گفتاری کے بلند پروازانہ خواب پارسا بازی و پاکدامنی  
کے شاندار دعویٰ آپ کو مبارک۔ رسم و رواج سوسائٹی اور  
سماج کے عمل سچائی اور نکوئی سے دور، نمائش اور دکھاوے میں  
بھرپور ہمارے سر آنکھوں پر۔ کوہ زیتون کے مقدس واعظ کا  
خطاب برحق۔ پھر بھی منصفانہ خیالات اور حکیمانہ جذبات کا  
ایک سرٹھکرا دینا جائز نہیں۔ ایک نکتہ میں حقیقت شناس کا قول  
سن لیجئے اور خیال رکھئے کہ ”یہ عصمت آپ کی ادعائی عصمت  
انسان کی کوئی بڑی ممدوح و مہتمم بالشان صفت نہیں ہے۔ عبرت  
کی آنکھیں کھولئے اور دیکھئے کہ دنیا اگر آج معصوم ہو جائے تو کائنات  
میں خاک اڑنے لگے گی یا نہیں۔“ اور بقول مرزا غالب مجھے تو ابتدائے

<sup>۲۹۳</sup> مفتاحین رشید، مکتبہ جامعہ ملیہ، صفحہ ۱۵۸۔



شباب میں ایک مرشدِ کامل نے نصیحت کی تھی کہ ہم کو زہد و ورع منطوق<sup>۲۹۳</sup>  
 نہیں۔ ہم مانعِ فسق و فجور نہیں۔<sup>۲۹۵</sup> مرحوم سجاد علی انصاری کا ”محشر خیال“  
 ملاحظہ کیجئے۔ اور تعلیمات سے سبق لیجئے۔ کہ ”مدعیانِ علم و حکمت  
 عقلمندوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور مدعیانِ زہد و تصوف بوقوفوں  
 کو۔۔۔۔۔ اعمالِ حسنہ کی تلقین صرف وہ بد مذاق کر سکتا ہے  
 جس میں زہاد خشک کی بد نصیبیاں اور جوانِ صالح کی بد توفقیات  
 فطرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہوں۔۔۔۔۔“  
 فرنگستان کے متین مفکر زاین ہولڈ نیبو کا نتیجہ خیر ارشاد بھی پیش نظر  
 ہے جو اپنی فلسفیانہ تصنیف MORAL MAN AND IMMORAL

سوسائٹی میں ان معلمِ اخلاق حضرات کے اس خیال کی تردید فرماتا ہے  
 کہ ”عقلیت کی ترقی یا مذہبی ہمدردی کے نشو و نما سے لوگوں کی خود کامی  
 میں روز بہ روز کمی ہوتی جاتی ہے۔ اور انسانی جماعتوں اور گروہوں میں  
 ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ اسی عملی ترقی کو جاری  
 رکھا جائے۔“<sup>۲۹۶</sup>

۲۹۳ رغبت کے خلاف کرنا۔ لذات دنیا کی خواہش نہ کرنا۔ ۲۹۴ پربہیزگاری۔  
 ۲۹۵ طنزیات و مضحکات رشید احمد صدیقی صفحہ ۲۶۵۔ ۲۹۶ پنڈت جواہر لال نہرو  
 کی ”میری کہانی“ حصہ دوم صفحہ ۲۵۷



منشی دیسی پرشاد (منصف و مصنف) نے جو چودھ پور کے صاحب  
تحقیق "تاریخ دلی اور تاریخ نگار تھے اسی پر بھی راج اور اسکی رانیوں  
کی نسبت ایک مزہ دار حکایت حوالہ قلم فرمائی ہے۔ جس کو مناسب محل  
ہونے کے خیال سے خوش ذوق دوستوں کی خاطر اور سلیقہ مند  
پڑھنے والوں کی ضیافت طبع کے لئے یہاں لفظ بہ لفظ نقل کر دینا  
ناگزیر سمجھتا ہوں۔ اس میں کچھ اشعار بھی ہیں جو ہمارے مطلب کے  
ہیں اور جو اس وقت کی دنگل بھاشا کا "نیر مارواڑ" کے اس شوقین  
زمین کی زمین بیانی کا اچھا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ دلیس کے اوسے  
اوسے لوگوں بلکہ خود نہ نو اس کی بولی بھولی کا ان سے مزہ ملتا ہے۔  
اس آتا ہے۔ ان میں جدت بھی ہے، لطافت بھی سب سے بڑھ کر یہ کہ  
ٹاڈ صاحب کی روایت بالا کے جھوٹے سچ ہونے پر بھی اس  
حکایت سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کے امکان وقوع کے بارہ میں  
اس سے پردہ دری بھی ہوتی ہے، پردہ داری بھی۔ متوالے راجہ کی  
عاشق مزاجی چمکیلی چٹکل رانی کے اسیلے پن کی جھلک بھی صاف  
نظر آتی ہے۔

"بیکانیر کے راجہ رائے سنگھ کے بھائی پر بھی راج بہت خوش

۱۹۷۷ اہلی سکونت اجمیر تھی۔ شرانے ہنود کا تذکرہ بھی خوب لکھا ہے (مزید شعرا صفحہ ۲)



مزاج عالی دماغ اور اپنے زمانہ کے شاعر غزواتھے۔ جن کی شاعری میں  
 کرنیل ٹاڈ نے دس ہزار گھوڑوں کی طاقت لکھی ہے۔ کیونکہ اُس کو پڑھ کر  
 ہلانا پرتاب سنگھ کی طبیعت میں بہادری کا ایسا جوش پیدا ہو گیا تھا  
 جو دس ہزار سواروں کی جمعیت ساتھ ہونے کی صورت میں ممکن تھا۔  
 ”خوش قسمتی سے ان کو رانی بھی ویسی ہی رنگین خیال شیریں  
 مقال نکتہ بیج اور یہ بیہ گو ملی تھی۔ جس کا نام چانپادی تھا اور جو بیسلی  
 کے راول راج کی بیٹی تھی۔ مگر چانپادی کی شادی ہونے سے پہلے  
 پر تھی راج کی رانی پہلی لالان دی تھی۔ لیکن وہ عین جوانی میں اس  
 عالم فانی سے گزر کر داغ مفارقت جاودانی دے گئی تھی۔“  
 ”پر تھی راج نے اُس کے نازک جسم اور پاکیزہ استخوانوں کو آگ  
 میں جلتا دیکھ کر فرط رنج و غم سے یہ دو ما کہا :-

تورا نہ صو نہیں کھاؤ شاں سے باسدیوسف

تو رانہ نہ رہے رواج شاعرے واسدے ناسد

موریکھت تو بالیا لاگر ہند اٹھ

میں دیرت تو والیا، لالہ ہنر ہنر

”یعنی اے بے باک دنیا یک رنگ! اب میں تیرا پکا یاہو نہیں  
 کھاؤں گا۔ کیونکہ میرے دیکھتے دیکھتے تو نے لالان کے استخوان کو



جلایا۔ اُس دن سے پر تھی راج نے پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا۔ صرٹ  
 دودھ پی پی کر رہتے تھے اور لالان دی کو یاد کر کے رو یا کرتے تھے۔  
 اکبر بادشاہ نے یہ ماجرا سنکر بہت افسوس کیا۔ کیونکہ وہ اُن کے  
 جلیسوں میں سے تھے اور سمجھا کر یہ شادی گرا دی۔ پر تھی راج اُس وقت  
 ادھیڑ تھے اور چا پنا دی رانی جوان تھی اور ایسی رنگیلی حبیبی کھلاڑن  
 اور صاحبِ شعور تھی کہ پر تھی راج اُس کی رنگ رلیوں اور خوش  
 صحبتوں سے لالان دی کو بھول گئے اور اُس کے ساتھ بڑی خوری  
 اور بے غمی سے رہنے لگے۔ اُس کی جدائی دم بھر کے لئے بھی ان کو  
 گوارا نہیں ہوتی تھی۔ جب کبھی اُس کو ذرا بھی نہیں دیکھتے تھے تو پتھر  
 ہو جاتے تھے اور اُس عالم میں سوزِ فراق اور شوقِ دیدار کے اشعار  
 حسرت اُتار کہنے لگتے تھے۔ جو بہت بُر مضمون اور باضرہ بھی ہوتے  
 تھے۔ مثال کے طور پر ایک یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔

چا تیا تو ہر راج ری ہنس کر بدن دکھائے

धान्या त् हरराज री, हंस कर बदन दिखाय

مومن پات کو پات جیون کھو تر پت نا بھائے

मोमान पत को पाल जेया क बहु लोमस ना भाय

یعنی "اے راجا! ہر راج کی صاحبزادی چا پنا دی رانی تو ہنس کر



۸۴

مکھو اپنا منہ دکھا۔ کیونکہ جیسے طامع اور حرصیں شاعر کبھی قانع و  
صابر نہیں ہوتا ہر دیر سے ہی مجھے بھی تیرے دیدار سے ہرگز سیری  
نہیں ہوتی ہے۔

”ایک دن“ تیرے آپ شیش محل میں بیٹھے ہوئے آئینہ دیکھ  
اے تھے۔ اتفاق سے ایک سفید بال داڑھی میں نظر آگیا تو جھپٹ  
بڑی پھرتی سے اکھاڑ ڈالا تاکہ رانی دیکھ نہ پائے۔ اور اپنے دل میں  
بوڑھا نہ سمجھ لے۔ مگر شوخ و شنگ رانی تو سایہ کی طرح پیچھے ہی کھڑی  
تھی جس کی ان کو خبر نہ تھی۔ وہ ان کو اس ادا سے بال اکھاڑتے  
دیکھتے ہی منہ موڑ کر ہنسی اور خیا سے چپ ہو گئی۔ پر تھی راج نے جو  
آئینہ میں اس خوش ادائی کا عکس دیکھا تو شرمکے شرم کہا:۔

پتھل پکی چکیاں بوہنلی لاگی کھوڑ

पीथल पकी चकियां बूहनली लागी खोड़

پورے جوہن پد منی ہنسی کرے کھوڑ

पूरे जोवन पदमनी, हसी कर भूरव मोड़

یعنی اے پر تھی راج سفیدی چمک آنے سے جوانی میں بڑا داغ لگ  
گیا۔ پد منی یعنی حسین و نازنین رانی جو جوانی میں جوانی ہو رہی ہے منہ موڑ کر

۲۹۹ طریف۔ شوخ۔ زیب۔ عتیار۔



ہستی ہے۔

”چنانچہ رانی شاعرہ بھی تھی اور سخن سخن و مثنوی آفرینی سے اپنے  
شاعر شیوا زبان شوہر کے تصنیفات میں مدد بھی دیا کرتی تھی۔ یہ شعر  
سن کر ان کی قافی اور شرمندگی شانے کے لئے عجیبانہ کہنے لگی کہ نہیں  
صاحب جی یوں نہیں یوں ہے۔“

پیارے کہنے پھیلے ہوئے مولان دلی مست جو سے

نہاں کھڑے پوچھو سوئے دھواں دھواں دھواں

نہاں ناکہراں دیگران پا کاں ہی رہے

نہاں ناہراں ہونا یا کائنات ہو رہا ہو

یعنی پیاری رانی کہتی ہے ”سوزا جہ پر تھی راج۔ سفیدی کی طرف  
مست دیکھو نہ اس کا کچھ اندیشہ کرو۔ کیونکہ وہ پختگی عقل و آدمیت  
کی دلیل ہے۔ آدمی شیر اور گڑا غنی پختہ عمر ہونے پر ہی کامل ہوتا ہے۔“  
کھینچ پٹکا دھو ریاں ہنچہ جو سنگاں پاؤ

رہا جی پکڑا پکڑا پکڑا پکڑا پکڑا پکڑا

نہاں ترنگان بن پکڑا پکڑا پکڑا

نہاں ترنگان بن پکڑا پکڑا پکڑا پکڑا

۲۹۹ ریاضت کرنے والا۔ نفس سرکش کو قابو میں لانے والا



یعنی کھیتی پکے بیلوں سے ہوتی ہے۔ رستہ بچہ اونٹوں کے پانوں سے  
 ہی کٹتا ہے۔ آدمی گھوڑے اور پھل پک کر ہی پورے پکے ہوتے ہیں۔  
 میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں سے وہ کون سی فتح مند رانی  
 تھی جس کے رعب حسن، جلال جمال اور آب شمشیر سے اکبر کا دبیر  
 و جبروت بھی تھرا گیا تھا۔ قیاس قوی یہ ہے کہ چمپا دیوی یہی ہو گی۔  
 پڑھنے والے عزیزو! اگر آپ کو اس داستانِ باستان میں کوئی  
 لطف نہ آیا ہو، مزہ نہ ملا ہو تو بھی بد مذاق لکھنے والے کو یہی سمجھ کر  
 معاف کر دینا کہ یہ ایک رانی کا ماجرا ہے۔ اور ہر رانی کی ہر ایک کہانی  
 رنگین ہوتی ہے۔ بھولے بالے بچوں تک کو محو و مغتوں بنا لیتی ہے تھپک  
 تھپک کر سلا دیتی ہے۔

اس پیاری تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔ سندوستان  
 کے نامور تاریخ نویس پنڈت گلشن کی تاریخ سنسکرت میں ہے۔ نصیح  
 و ترتیب جدید کے بعد اس کا ترجمہ شگفتہ انداز سے بٹھا کر اچھر خد  
 نے کیا اور ”کمل راج رنگنی“ کے نام سے شائع فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا  
 ہے کہ یہ نہ پر دست فلسفی اور حقائق آشنا عورتوں کے متعلق اچھی را

نہ ۳ رسالہ صفحہ ۱۵۱۵ جون ۱۹۱۵ء صفحات ۳۰ تا ۴۱۔ ۱۹۱۵ء قدیم گورہ ہوا۔ کہنے

۱۹۱۵ء شیفہ عاشق، فتنہ میں پڑا ہوا۔ ۱۹۱۵ء دیکھئے فرنگ و جانی نوٹ ۴۵



نہ رکھتا تھا۔ وہ ان (میں سے بعض) کے سستی ہو جانے اور شوہروں پر  
جان دیدینے میں بھی خلوص اور سچائی کی جھلک نہیں دیکھتا تھا۔ فراتا ہے  
”کوئی شخص عورتوں کے دلوں کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا، جنکی زلفوں  
میں خم، آنکھوں میں مچلتا اور ابھری ہوئی چھاتیوں میں سمٹی ہوتی ہے۔  
باوجود بے وفا ہونے اور اپنے شوہروں کو مار دینے کے وہ بے ڈرائی  
سے آگ میں اتر پڑتی ہیں۔ واقعی عورت کی فطرت کے متعلق کسی  
شخص کو یقین نہیں ہو سکتا۔“

مجھے تسلیم ہے کہ ایک فیلسوف حقیقت میں اور ایک دیوانہ نکتہ چینی  
میں میں کبھی امتیاز نہ کر سکا۔ لیکن اس بلند نظر حکیم کے نظریہ نے  
تو مجھے بالکل مبہوت بنا دیا ہے۔ گلہن پنڈت ہندو تھے۔ اور ہندو  
دھرم، حدود و سماج، ہندو رسم و رواج کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمام  
ترجذب و الفتن ہے۔ انس و محبت، پریم اور بھگتی کے سوا سر و کار  
ہیں رکھتا۔ اس کی پیشانی پر ایک نگہ افروز عروسی تشقہ کی جگہ ہے۔  
کالک کاٹیکا، اسی بات کو انھیں روایات کو اپنوں کی نہیں پراپوں کو

۳۲ دیکھئے فرنگی شاہ جوتھانوت ۶۴ ۳۷ جلد دوم صفحہ ۷۵، سیوک اسیم پریس  
ناہور ۱۹۱۲ء۔ ۳۷ حیران۔ ۳۷ نشانی جو ہمارے ملک میں ہندو

پیشانی پر صندل وغیرہ سے لگا لیتے ہیں۔ ٹیکا۔



پروسیوں کی زبانی بارہا سن چکا ہوں۔ فلسطینیہ کا جلیل القدر جہانگیر  
 شاعر لوتیس بک البری الصابونی "ستی" پر عربی میں سو گہارا نامہ نظم لکھ کر  
 تقاسمے دوام کی سند لے گیا ہے۔ "نمازش انگلستان کپتان ڈیوڈ لستر  
 (DAVID LISTER) سے پوچھتے۔ ان کی "ہندوستانی ستی"  
 کا ایک ہی بند نپٹت جی کی تمام فصاحت و بلاغت کا خاموشی مگر  
 لفظ بہ لفظ جواب ہے

SHE MOUNTS WITH DAUNTLESS MIEN, THE FU-  
 -NERAL PILE.

WHERE LIES HER EARTHLY LORD  
 OR WANDERS THOUGHT FULLY BY GANGES SHORE  
 WHILE THE BROAD SUN UPON THE SLUMBER-  
 -ING WAVE

ITS LAST FAINT FLUSH OF GOLDEN RADIANCE  
 GAVE  
 AND TINGED WITH TENDEREST HUE SOME RUINS  
 HOAR.

۱۳۵۹ دیکھئے فرنگ و حواشی نوٹ ۶۷۴ ۳۱ دیوان شعر المجدد مطبوعہ سکندریہ ۱۹۴۰ء



بخیری اور با برکت تیرا انجام لے سٹی ! ابرانی شاعر نے تیری نسبت فرمایا  
 اور صحیح فرمایا ہے۔ تیری قسمت پر موتیوں کے آنسو بہا تے ہیں۔  
 در محبت ہم چو ہندو زن کے دیوانہ نیست  
 سو ختن بر شمع مردہ کار ہر پروانہ نیست  
 کتنی معقول اور سچی ستائش ہے۔ میرے بھولے بھاسے برہمن !  
 اب تو اقرار کر کہ ع۔ حسن باہر و وفا بیگانہ نیست  
 یاد ہے کہ اس سے بھی پہلے ہمارے ملک کے ہمہ گو، مایہ نازش  
 مخنود نے اس کی تعریف میں کہا تھا :-  
 خسرو اور عشق بازی کم ز ہندو زن مباحث  
 کز برائے مردہ سوز و زندہ جان خویش  
 اور اس کے بعد تو ایک دوسرے بالکمال نے جس کا نام مجھے نہ یاد  
 نہ ہو سکا، کمال کر دیا ہے۔  
 میں نقص زنی ہندو کمال عشق را مبنگر  
 کہ بانقص زنی خود را چہ ساق مردانہ می مروت  
 چارہ سو برس پیشتر طور نہر جیسے وسیع النظر سیاح نے بھی ان کی پیری

---

در محبت چون زن ہندی کے دیوانہ نیست

مخزن ادب صفحہ ۶۳۔ خزائن عامرہ نول کشوری صفحہ ۲۰۸۔



اور خوشی سے مرد کے ساتھ مٹی میں زندہ دفن ہو جانے یا آگ میں  
شوہر کی چتا پر جل جانے کی تحسین و آفریں کی تھی۔ البتہ اسی کے ساتھ  
بادشاہی ممانعت کا بھی تذکرہ کر دیا تھا۔<sup>۳۱۴</sup>

مسٹر کول بروک (COLEBROOKE) نے تو ایک پوری کتاب  
”ستی“ کے متعلق اور اس کے خالی مقبروں (CENOTAPHS)  
کے بابہ ”ایک وفادار بیوہ کے فرائض“ کے نام سے لکھ ڈالی تھی۔  
مسٹر سر وحشی نائڈ و کی شیریں نوائی سنی پڑیہ شاعرہ جس کا وقار  
مشرق و مغرب سے یکساں خراج تحسین وصول کرتا رہتا ہے جسکی  
دنیا محض دنیا شعری ”ستی“ کے بارہ میں اپنے جذبات و خیالات  
کو بار بار اپنے ایشیائی انداز سے پوری خوبی و لطافت کے ساتھ ادا  
کر چکی ہے۔ ایک فقرہ سن لیجئے اُس وقت کاجب وہ بھی جوان تھی  
اور اس کی شاعری بھی۔ اور تبصرہ نگار بھی ایک جوان شاعرہ کی  
مضمون آفرینی اور نازک تخیل کی داد دینے کے لئے جوان تھا۔

”ہم دونوں حقیقت میں ایک ہی وجود تھے دو کر دیا۔ کیا جسم

<sup>۳۱۴</sup> سیاحت نامہ مطبوعہ آگرہ، صفحہ ۶۰۔ میٹروپیر کے لئے ملاحظہ ہو نوٹ ۳۱۸  
<sup>۳۱۴</sup> صفحہ ۶۱، سلسلہ آصفیہ جلد اول مطبوعہ ۱۸۹۶ء، آگرہ۔

<sup>۳۱۵</sup> دیکھئے فرہنگ خواشی، نوٹ ۴۹۔



باقی رہے گا جبکہ روح رخصت ہو چکی ہو؟ " ۳۱۶

بارنٹ صاحب (BARNETT) اس رسم سستی کا ہندوستان کی پرانی باتوں کے ذیل میں تذکرہ فرماتے ہیں۔ ۳۱۷

ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ ہندو قانون سازوں نے سستی ہونے کی ترغیب دلائی تھی۔ مسٹر یورن چندر ماحودار کو اس سے انکار ہے۔ اپنی انگریزی تاریخ "مسند مرشد آباد" میں تحریر کرتے ہیں کہ سستی ہونے کی اجازت شاستر سے پائی نہیں جاتی۔ بہر صورت راکبر نے سستی ہونا بند یا کم کر دیا تھا، جہانگیر نے تحریری احکامات قناعتی صادر کئے تھے۔ ۳۱۸

انگریزوں کی عمل داری میں یہ رسم قطعاً معدوم ہو گئی۔ ۳۱۹

میڈیم راکوزہن کا خیال یہ ہے کہ سستی کی ظالمانہ رسم کو مذہب سے منسوب کرنے میں برہمنوں نے سخت غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ ۳۲۰

وہ لکھتی ہیں کہ رگ وید کے رو سے سستی جائز نہیں ہے۔ ۳۲۱

مذکورہ بالا اختلافات کا رفع کرنا اور مذہبی روایات کی جانچ

۳۲۲ لعل آگرہ نمبر ۷، جلد چہارم، صفحہ ۳۲۳، اکتوبر ۱۹۱۹ء۔

۳۲۳ BARNETT'S ANTIQUITIES OF INDIA، عناوید ہند، صفحہ ۱۲۰۔

۳۲۴ راجستھان انگریزی سفر ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳



پر تال پڑے پڑے گئی والی وہ بھوشن پنڈتوں کا کام ہے۔ لیکن جیسا  
کہ زمانہ حال کا ایک نوین معنی لکھتا ہے۔ اب یہ کوئی چھپا ہوا جھبہ  
نہیں رہا کہ ہندوؤں کے ذہنی و دنیوی آئین کے بموجب مورث کی  
وفات پر مرد و تولا کھوں بلکہ کروڑوں تک کے حقدار ہو جاتے تھے  
مگر عورت قطعاً محروم رہتی تھی۔ اس کے حصہ میں بھوٹی کوڑی  
بھی نہ آتی تھی۔ صرف وہ سامان اور تحائف جو شادی و بچہ کے موقع  
پر جہیز کے طور پر عورت کو دیئے جاتے تھے اس کی ملکیت سمجھے جاتے  
اس کے پاس رہ جاتے اور "استری دھن" کے عظیم الشان اور قابل  
احترام نام سے پکارے جاتے تھے۔ پوشیدہ مردوں نے ان کے  
بھی مہتمم کر لینے کے لئے چال چلی۔ سستی کی ظالمانہ ترکیب یا رسم  
ایجاد کی۔ خاوند کے مرنے کے بعد بیوہ کو اس کے ساتھ ہی جلا کر  
خاک سیاہ کر دینا پڑا۔ پھر گھیا تھا خاوند کے ورثہ عورت کی ذاتی جائیداد  
پر بھی دست تصرف و زلف نہ لگے۔

فلوجلوجی یا علم المائتہ کا ایک نکتہ۔ بیوہ کس ملک یا نسل یا  
خاندان میں نہیں ہوتی۔ بیوگی کا وجود خاندانوں کے ساتھ زمانہ ویم  
سے چلا آتا ہے۔ اور بانی زبانوں میں جو الفاظ اس کے لئے پائے جاتے  
۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۷ء فروری ۱۹۳۷ء لکھنؤ ۲۵ اگست کے لئے حمید باہر



ہی بالکل قابل اور تقریباً متحد الصوت ہیں۔<sup>۳۲۵</sup>

(۱) سنکرت وودھا (۲) جرمن وٹ دی (۳) روسی وودوا  
(۴) لاطینی دیوودا (۵) اطالی دیوودا (۶) ہسپانی دیوودا  
(۷) فرانسیسی دیوود { بگڑا ہوا۔ لفظی معنی "بغیر شوہر والی"۔<sup>۳۲۶</sup>  
غیر متعلق ہیں مگر اسی سلسلہ میں بتا دینا ضرور ہے کہ "ستی" یا "ستی چوہا"  
کا رواج مسلمانوں کے کسی طبقہ میں کبھی نہیں ہوا۔ اس کی منفرد ایک  
ہی مثال ملتی ہے کہ ۹۰ سالہ میں ایک مسلمان عورت اپنے شوہر کی  
بغض کے ساتھ زندہ دفن ہو گئی تھی۔ اور یہ واقعہ بھی کہیں اور کا ہے۔  
اس کے سوا کوئی اطلاع پرانے اخبارات سرکاری کاغذات و قمار  
میں نہیں پائی جاتی۔

خیال رہے کہ مجموعی مقدار اور خوبی اور اپنی کیفیت و اثر کے اعتبار  
سے بہت زیادہ قابل لحاظ اور لائق قدر وہ لٹریچر و جستجو "ستی" پر ہے جس کے  
عنوان سے اردو کے باکمال ادیبوں اور سحر کار شاعروں نے اوراق  
روزگار پر فراہم کر دی ہیں۔ ہندوہوں یا مسلمان دونوں یکساں آب و ہوا  
۳۲۲ برابر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ۳۲۵ ایک ہی آواز والے ۳۲۶ ویدک ہندو  
جامو عثمانیہ صفحہ ۴۱۔ ۳۲۷ سستی ہونے کی جگہ چتا۔ ۳۲۸ مسند مرشد آباد صفر

۱۵۶ بحوالہ سکھتہ گزٹ مورفہ ۲۹ جولائی سال مذکور۔



و متاثر نظر آتے ہیں۔ چوتھیں پر مرنے والی جماعت کو "بے وفا و بے ہمت" کے نام سے یاد کرنا آئین شرافت و مردانگی سے بعید ہے۔  
 میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مشہور پرند نقش کی تحقیق اور عدم وجود کے سلسلہ میں یہ رائے قائم کی ہے کہ ہمارے ہندوستان کا نقش ہی "ستی" ہے۔ یعنی ہندو عورت جو شوہر کے مرنے کے بعد اپنے شوہر پر تکلف لباس اور زیور سے آراستہ کرتی "شوہر کی لاش کو گود میں لے لیتی" چٹا میں بیٹھ جاتی اور اپنے ہی ہاتھ سے لکڑیوں میں آگ لگا دیتی ہے۔ مردہ شوہر کے ساتھ جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ یہ آنکھوں دیکھی باتیں ہیں۔ بارہا مشاہدہ کر چکا ہوں۔

ع۔ شنیدہ کے بودمانند دیدہ

نقش اپنے جوڑے کے رہنے سے خود کو جلا لیتا ہے۔ ستی جوڑے کے فوت ہو جانے سے اپنے کو جلا لیتی ہے۔ کہاں ستی کی ہمت اور کہاں نقش کا جوصلہ؟ نقش کا عمل جہلی و طبیعی ہے ستی کا قطعاً غیر طبیعی۔ امیر خسرو دہلوی نے اسی مضمون کو ایک ہندی دوسے میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

۳۱۱ دیکھئے فرنگہ حواشی نوٹ ۵۰۔ نسخہ خزانہ عامرہ صفحہ ۲۰۸۔

۳۱۲ دیکھنا کسی موقع پر موجود ہونا۔ ۳۱۲ باکمال شاعر و مثنوی نگار۔

۲۵ (۱۳۲۵ھ) میں وفات پائی



خسر و ایسی پیت کر جیسے ہندو جوئے  
پوت پرانے کار نے جل جل کو ملا ہوئے

ان ہی میر صاحب (آزاد) کی روایت 'اگر آباد' اگرہ کی بات ہے۔  
اگر اگر کا عہد تھا۔ کسی خوش نصیب ہندو نوجوان کے بیاہ کی رات تھی۔  
بد نصیب چھتے (مستقف بازار) سے گزر رہا تھا۔ چھت گری۔ نوجوان  
ہلاک 'خون و خاک ہوا۔ نامراد دلہن نہایت رونا، کمال خوش سیمانتی۔  
برادری کے دستور یا اپنے آئین کے مطابق 'حسرت و عبرت محسم  
دلہا کے ساتھ جلنے مرنے کو تیار ہو گئی۔ بادشاہ نے بلایا سمجھایا۔  
روکا۔ وعدے فرمائے۔ ناز و نعمت کی بہت سی امیدیں  
دلائیں۔ غم نصیب اپنی پامردی سے کب بٹنے والی تھی۔ دل کی مضبوط  
تھی۔ ہمت نہ ہاری۔ پروانہ بن کر آگ میں گھس گئی۔ پھسک گئی۔  
ٹانوی خوشانی، ایک دل جلے من چلے شاعر شاہزادہ دانیال کے

۳۳۳ چنستان شعرا صفحہ ۱۰۲۔ ۳۳۴ نوٹی کا قابل تفر کا نامہ ایک ساتی نامہ

۳۳۵ جس کے صلہ میں مرزا عبدالرحیم خان خانان نے اس کو دس ہزار روپے اور ہاتھی گھوڑے  
عنایت کئے تھے۔ نوٹی کا دیوان بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتاب خانہ میں محفوظ  
ہے۔ ساتی نامہ پر وفسر محمد شفیع کے درست کردہ مطبوعہ مجلہ خانہ میں موجود ہے۔

(معارف اکتوبر ۱۹۹۱ء نمبر ۸۸ صفحہ ۲۵) ۳۳۵ دیکھئے فرنگت حاشی، نوٹ ۵۱



منزل تھے۔ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ ادھر آقا کا ایما سمنہ  
 شوق پہ اک اورتا زیانہ ہوا۔ درد انگیز عشقوی نظم کر دی۔ "سوز و گداز"  
 نام رکھا۔ ایک شعر آپ بھی سن لیں اور لطیف تجزیل سے سیر و مشن۔  
 جمال ناز را پیرایہ نو کرد عبارت را تبسم پیش رو کرد  
 ہمارے کسی ہم وطن، احاطہ شناس کوئی (شاعر) نے یہ نیاز و ناز  
 سوز و ساز کی پوری داستان دو مصرعوں میں کہہ ڈالی ہے۔ وہ بھی  
 کسے سنتے بولتے لفظوں میں۔ حسرت نصیب جوانی بیزاد دلہن  
 جیسے تیزک و احتشام کے ساتھ حسن و عشق کا آخری معرکہ سر کر گئے  
 جاتی ہے۔ اپنے بد عہد پیمان شکن کی بے ہری و بے وفائی کا گلہ نہیں  
 کرتی۔ شاید سمجھتی یا رکھتی ہی نہیں۔ مشک نام مشک بوذہ نفیس شازوں پر  
 بھری ہیں۔ سو گوارانہ ادائیں اور چھب قیامت ہم پا کر رہی ہیں۔  
 انتقام کا جذبہ دل میں موج زن ہے۔ اور ایک خاموش سپہ سالار  
 گات بجات پی چلے ہم کو لین  
 اب گات بجات ہم چلے پی کا بدلہ دن  
 ہاں۔ کبھی یہ ہی ایک بھولی بالی لڑکی تھی جو میٹھے سے رخصت  
 ہونے وقت اپنے اچھنی اور نادیدہ کنزت (شوہر) کے ساتھ ساتھ

۳۲۶ سر آزاد صفحہ ۲۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء



آئیں بہاؤ کی چلی تھی۔ اکیلی خود ہی نہیں رہتی تھی۔ اپنے سے زیادہ اپنے  
 ماں باپ اور نژاد کیسے و دھند کے رشتہ داروں کو دلوں کی چلی تھی  
 سنے کچھ دے کے لئے ایک بڑے طرب اور شادی کو طلسم غم مرقع  
 اکم بنا دیا تھا۔ امیر خسرو نے اپنا رقص خیز سفر

بابل امیرانی پر چھوڑا جاسے۔

چھوٹک کر دلوں کو اور بھی تر پادیا تو کد بھر سے منظر کو پکا دیا گرا دیا تھا۔  
 اور کہہ کر اچھے واسے سنسار کیا آج خدا کی بھری خدا کی میں  
 ہوہ اس سے بس و سبے کس کا ایک بھی تپا غمساوہ و دروہ نہیں؟  
 شکستہ زبان و نون چکاں قلم کا تقاضا اور میر سے انسانی  
 جذبات کا فیصلہ ناقد ہو تا ہے کہ اب اس دشت و دریا خانوں پر باد  
 کاروان ادبیات کی آغوش و دامن میں پناہ دی جاسے۔

ع۔ ایم بود حکایت دراز تر گفتہ

جو کچھ لکھ چکا کافی سے زیادہ ہے۔ جو کچھ کہنا باقی ہے، اس کے لئے  
 وسعتیں تنگ نظر نہیں آتی ہیں اس لئے انگلستان کے نابینا مگر  
 فطرت شناس شاعر جان ملٹن (JOHN MILTON) کی

ایک حد گلشن بہ دامن رباعی پر بس کرنا چاہتا ہوں جس نے حضرت  
 شمس دروناک۔ شمس دیکھتے فرنگ و حواشی نوٹ ۵۲۔



نازک کی وفاداری، اطاعت شکاری اور کمالات و صفات اخلاقی  
کے چہرہ سے تقاب اٹھایا ہے۔ اور نسوانی محاسن اور خوبیوں کی پوی  
کے خط و خال یوں نمایاں کئے ہیں۔

OH! FAIREST OF CREATION—LAST AND BEST  
OF ALL GODS WORKS, CREATURE IN WHOM EX-  
—CELLED.

WHATEVER CAN TO SIGHT OR THOUGHT BE  
FORMED.

HOLY, DIVINE, GOOD AMIABLE OR SWEAT.

باز آمد۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس سرمستی و خمستی کے عالم میں ان  
دونوں اجنبی محض 'سادہ دل' ہیبت زدہ راجپوت نیوں سے  
اکبر جیسے پاسبانِ حقوق رہایا اور پاسبانِ زبان و دہان نے بے باک  
عرض مدعا کس بولی میں کیا ہو گا؟ غالباً بھاشا میں ان خاندانی  
عظمت اور ذاتی عصمت والی نیک ہنار نیک دل رانیوں نے  
اس تلامذہ خیز ناگہانی ہنگامہ میں کمال عزیمت و استقامت ادا  
۳۳۹ "خدا و خال" نہیں جو قصایوں کی بول چال ہے۔ ۳۴۰ ماد کا

راجستھان ترجمہ صفحہ ۲۴۳۔



معنی فہم زبان ترکی چشم سخن گویت

کرنیل ٹاڈ نے اکبر کے اعمال کے متعلق جو کچھ لکھا ہے آگے چل کر  
اُس کی عذر خواہی بھی فرماتے ہیں۔ ساتھ ہی کسی ممتاز مگر گمنام  
کبیشتر (شاعر) کے حوالہ سے ایک دوسری روایت بھی پیش کرتے  
ہیں۔ یعنی بوندی کی مستند تاریخوں سے واضح ہے کہ اکبر مان سنگھ سے  
کشیدہ ہو گیا۔ اُس کے خونِ ناحق کی دھن سمانی۔ معجون تیار کرائی۔  
ایک خوراک میں زہر کی آمیزش تھی۔ وہ سری سہیت سے پاک۔ اتفاقاً  
وقت کہ خود مقابلہ کھا گیا۔ زہر پل پل چہر اکبر کے حلق میں پہنچی۔ مان سنگھ بچ گیا

۲۴۱. مجمع العین، صفحہ ۴۴ - ۴۴۲. طحاوی کا راجستھان، ترجمہ، صفحات ۶۴۶، ۶۴۸۔

” انگریزی مطبوعات ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۹۶ - جلد اول و صفحہ ۳۸۵ جلد دوم - ”

حصہ سوم تخریب و تعمیر کروڑ صفحہ ۱۲۸۶۔ " " " " (ملاحظہ ہو صفحہ ۵)



ملغ تجرید ایک ہی ہے۔

ہیں۔ ایک اُس کا گناہ کبیرہ یعنی بدترین جرائم اخلاقی و سماجی ہے

میں گفتگو کرتی۔ (بدکاری قتل سے بھی بڑی ہوتی رہے) جس کو محافظ نہ لگتا

شاہنشاہ اور ایک سچے کس و صیقل پس عورت کے سابقہ ہماری

ہنگامہ میں اور بھی شہرِ عساک و ناماک بنادیا۔ وہ سمرقانی صورت

دور کا سفر کے بعد واپس آ کر اور اصول کتب پسنیدی و عشرت

گزینی کا ایسے افعال کی اہمیت کے سامنے سے انکار کر دینا افسانہ

توجہ قرار نہ دینا، چشم پوشی و گریز کو سطر سطر وار کھنا۔ اس کے لئے اس

بیسویں صدی میں شاہین تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے دن مورتی

(نصف صفحہ گزشتہ) صفحہ ۵۰۔ ماریج سفوان حصہ اول صفحہ ۱۵۰ - " " " " " " " " " "

صفحہ ۴۲۰ - ایرونی کا نوٹ - تاریخ اکبر - از وینسٹن اسمتھ - صفحات ۲۲۵ و ۲۲۶

۳۴۳ تاوکاراجستان ترجمہ صفحہ ۱۶۲۔ تالیف جہانگیر از ڈاکٹر عینی پرنسپل سمنو

۷۵ فوٹ نمبر ۴۴ - ۳۴۴ شہر دی میں بود و باش رکھنا۔ شہر کا انتظام کرنا۔

اہل حرفہ کا جمع ہونا۔ ۳۴۵ زیرک ہونا۔ استوار ہونا۔ چست ہونا۔



رہتا ہے۔ خصوصاً علی اور فرماں روا طبقوں میں [۔ لیکن دوسرا جرم۔ یعنی  
دغا دے دے وفائی کا الزام اعدائے سنگھ جیسے نادرا الوجود رفیق و عزیز کی  
جان لینے کا اقدام وہاں تمام تو قطعاً تلخ اور بے انتہا سنگین ہے۔

ایک دوسری حکایت مآثر الامرا کے حوالہ سے نقل کرتا ہوں۔ مرزا  
غازی بیگ <sup>۲۲۶</sup> ترخان پسر مرزا جانی، وائی سندھ و ٹھٹھہ کے مرنے پر  
شبہ کیا گیا تھا کہ لطیف الشربانی خان اُس کے رفیق و وکیل نے  
اسکو زہر دے دیا تھا۔ مگر ڈی لیٹ صاحب نے جن کی تائید نہیں ابتدائاً  
۱۶۳۱ء میں شائع ہوئی۔ ایک اور ہی قصہ تیار کیا ہے کہ اکبر مرزا غازی  
کو زہر دانا چاہتا تھا۔ لیکن غلطی سے زہر آلودگی خود کھا گیا۔ موصوف <sup>۲۲۷</sup>

۲۲۶ دیکھئے فرہنگ و حواشی، نوٹ ۵۲۔ ۲۲۷  
FRAGMENTUM

HISTORIA INDICA (LATIN) BY JOANNES DE LAET  
1631 - DE IMPERIO MAGNI MOGOLIS, SIVE INDIA  
LIBRA; BY DE LAET, 1631 (DUTCH)

۲۲۷ ڈی لیٹ ترجمہ لیتھ ہج، صفحہ ۲۰۰۔ تائید مزید۔ یونیورسٹی ۱۶۰۰ء ہر پٹ  
صفحہ ۱۶۲ پشیر منڈی دوم صفحہ ۱۰۲۔ مآثر الامرا و عسکر کی تاریخ ہند جلد چہارم صفحات  
۱۵۸ و ۱۵۹۔ نیز انگریز صاحب کاؤٹ سنو کی مآثر الامرا جلد چہارم صفحہ ۲۲۰۔ ڈی لیٹ  
کی ایک پکڑ آن دی گریٹ مغلیہ ترجمہ لیتھ ۱۶۰۰ء۔



نے اس حادثہ کو اکبر کے واقعہ مرگ اور مرض الموت کے سلسلہ میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ اور بعض خفیف تغیرات و تفصیلات کے ساتھ پرانے انگریز سیاحوں اور مورخین یعنی پادری ٹیری ہریوٹ پیٹر منڈی اور حال کے لکھنے والوں میں سے لیتھ برج اور ٹالباؤز و ہیلر نے بھی نقل کیا ہے۔ مسٹر بیوریج (BEVERIDGE) (ماثر کے مترجم) اس کو صحیح نہیں مانتے، غلط جاننے میں ذرا بھی شک نہیں فرماتے۔ تمام معاصرین یا قریب المعہد مورخین کی زبانوں پر ایسی ایسی روایتوں کا متواتر آنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکبر کا وہ ایسے معاملات میں زہر خوردانی کے شبہات سے پاک نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بشری بد سگالی و زشت خصالی مرزا غازی بیگ اور راجہ مان سنگھ میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ اس کے نزدیک دونوں برابر تھے۔

(ع) ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو؟ ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے۔ اس کا راوی مسلمان بادشاہوں کا نمک خواہ و پیروردہ مگر قاطبہ بد اندیش و بدگونگولا منوچی ہے۔

۳۴ باب ۲۳۔ اکبر کا مرنا، جہانگیر کی تخت نشینی۔ تاریخ دی لیٹ صفحہ ۱۰۷۔ ۲۵

ترجمہ ماثر صفحہ ۵۸۲، نوٹ اول، جلد اول، مطبوعہ مکتبہ، ۱۹۱۱ء، ۳۵۵ بالکل۔ پورا۔



مشر ملک راج شرمہ نے اس کی روایت کو ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔  
 ”جنگلات مانڈو کے بادشاہ باز بہادر کو شکست دے کر اکبر  
 نے بڑے ظالمانہ طریق سے اس کا سر کٹوانے کے بعد اس کی بیوہ کے  
 ساتھ شادی کی تجویز کی۔ مصیبت زدہ بیگم نہایت خوبصورت  
 تھی۔ اسے اپنے خاوند سے بہت محبت تھی۔ اس لئے اس نے  
 اکبر کے تمام وعدے و وعید پر لات مار کر اس کی تجویز کو سخت نفرت  
 کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن جب بادشاہ کی طرف سے بہت اصرار  
 ہوا تو بالآخر اس نے یہ کہلا بھیجا کہ ”اگر بادشاہ میرے لئے ایک  
 رنگ محل تیار کر دے اور ساتھ ہی مجھے ایک سال کی عہدت  
 دے تاکہ میں اپنے پیارے خاوند کا ماتم اور اس کی یاد نگاہ میں  
 ضروری رسوم ادا کر سکوں تو اس قدر عرصہ گزار جانے کے بعد مجھے تعمیل  
 ارشاد میں غدر نہ ہوگا۔“

بادشاہ نے جو عشق کے ہاتھوں اندھا ہو رہا تھا۔ اس کی اس  
 تجویز کو بخوشی منظور کر لیا اور ایک سال گزار جانے کے بعد اطلاع دی  
 کہ ”اب تمہارے وعدے کے ایفا کا وقت آ پہنچا۔“ اس پر اس  
 خاتون نے ایک فوق البہر کپڑا پہن کر ہنسی سے قیمتی زیورات  
 زیب تن کئے اور بادشاہ کی ملاقات کو آئی۔ بادشاہ نے



بمشکل سال کے ۳۴۵ روز گن گن کر کاٹے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے  
 خنظمی ہو گیا۔ اٹھ کر تعظیم کے لئے بڑھا اور اسے پہلو میں بٹھا کر  
 میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ اسی حالت میں سلیم نے حیرت سے  
 ایک پان کی گلدی نکالی۔ جس میں ایک ہلا ہلا زہر لگا تھا کہ سونہ  
 میں ڈالتے ہی کام کر گیا۔ اس طرح پر اپنے مرحوم خاوند <sup>باز بہادر</sup>  
 کا نام چیتی ہوئی یہ سلیم اپنے عاشق کی نفل میں ہی چلتی ہی۔  
 مسلمان مورخ درکنار فرنگستانی سیاح بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ:-  
 ”اکبر کی بے راہ روی میں اس کی غیر مسلم بیویوں کا بھی دخل  
 تھا۔ انھوں نے اس کے ”ہندوانے“ میں کوئی کسر اٹھا نہیں  
 رکھی۔ حرم میں ہندو عورتوں کی موجودگی ہی ہندوانہ کا حوال بنانے  
 کے لئے کافی تھی۔ قصر شاہی میں عبادت خانے بنائے گئے اور  
 بتوں کی پوجا کا انتظام ہوا۔ ہندو تہواروں کے موقع پر قصر شاہی  
 میں عام عید منائی جاتی۔ گاؤ کشنی جسم قرار دی گئی۔ شام کو حسب  
 چراغ جلنے تو اکبر تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا۔ درباری لباس بالکل  
 ہندوانہ ہو گیا۔ داروہی بھی چہروں سے غائب ہونے لگی۔ مختصر  
 یہ کہ سارا ماحول یکسر ہندوانہ ہو گیا۔ اور قصر شاہی کے اداب

۳۵ ترجمہ اسٹوریٹوڈو مورگن، مورفہ سوزی جلد چہارم، صفحہ ۵۱۔



و اطوار بالکل ہندوانہ رنگ میں رنگ گئے۔ اسی دور کے لباس  
 تعمیر مسعودی ہر چیز سے "ہندویت" ظاہر ہوتی ہے۔ فتح پور  
 سیکری کی مسجد ہو یا شیخ سلیم کا مقبرہ، ہندو اثر بالکل نمایاں  
 ہے۔ شیخ سلیم چشتی کے مقبرے کے بارے میں دسترس دستاویز  
 رائے کرتا ہوا لکھتا ہے "اتنے بڑے پر جوش مسلمان فقیر کے مقبرہ میں  
 ہندو اثرات دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ عمارت کی پوری ساخت ہندو  
 جذبہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح ہیول (HAFI) کی لاسٹ میں  
 "فتح پور سیکری کی مسجد مسجد سے زیادہ دشمنوں سے معلوم ہوتی ہے۔  
 یہ سب کچھ تھا ہوا اور ہوتا رہا۔ لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کیا  
 یہ رہائیاں اپنے فرماں بردار دنیا کے فرماں بردار شوہر کی بول چال کو  
 اپنی ہم زبان بنا سکی تھیں؟

غیر متعلق ہیں تاہم ایک اور ایسا ہی (مگر حقیقتہً برعکس) تاریخی  
 واقعہ نقل کر دینا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ تاریخی معظّم بھی اس سے  
 وہی نتیجہ نکالیں۔ جو ایشیائی تہذیب و تمدن کا ہر شیدائی اور ہمارا

۲۵۲ دیکھو فرنگ و حاشی نوٹ ۲۵۲۔ AKBAR. THE

A HANDBOOK OF GREAT MUHAMMADAL. P.P. 442, 445.

OR OF INDIAN ART. P. 65



جواں مردی کا ہر مرتبہ شناس نکالتا ہے۔ بادشاہ کی نیک بیٹی اور نیک  
 روی تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ رحمت و الطاف خداوندی اور  
 رہنمائی الہی کا شکر بجالاتا ہے۔ اس حکایت کی سند منتخب التواریخ ہے۔  
 سلطان شمس الدین التمش کے باب میں مشہور ہے کہ وہ ہیز تخت  
 تھا۔ اور اصل اس کی یہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ کسی خوبصورت  
 صاحب جمال لونڈی سے صحبت کرنی چاہی۔ کچھ نہ ہو سکا۔ چند دفعہ  
 ایسا ارادہ کیا مگر خالی گیا۔ ایک دن وہی لونڈی اس کے سر میں تل  
 فل رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ کئی بوندیں سر پر ٹپکی ہیں بادشاہ نے سر  
 اٹھا کر دیکھا اور رونے کا سبب پوچھا۔ بڑے اصرار سے بتایا کہ  
 مجھے یاد ہے۔ بچپن میں میرا ایک بھائی تھا۔ اور آپ کی طرح اس کے  
 بھی سر کے بال اڑے ہوتے تھے۔ اُسے یاد کر کے میرے آنسو  
 نکل پڑے۔ جب تحقیق کیا کہ یہ تباہی زدہ کیونکر آئی تھی۔ اور کہاں سے  
 آئی تھی تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی حقیقی بہن تھی۔ خدا نے اس نیک  
 نیت بادشاہ کو اس طرح گناہ سے بچا یا تھا۔ مولانا عبد القادر بدایونی

۳۵۱ ہدایت راہ نہی۔ ۳۵۲ دیکھئے فرہنگ و حواشی نوٹ ۵۵۔ ۳۵۳ گلستان ہند

دختر و دم صفحہ ۴۶ میں بھی یہ واقعہ درج ہے اس بادشاہ کے مفصل حالات خواص  
 نظام الدین گنجشی کی طبقات اکبری میں ہیں گے۔ صفحات ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰،



لکھتے ہیں کہ اکبر نے معمولی بات چیت کے سلسلہ میں شب کی غلوڑوں<sup>۳۵۹</sup> میں مجھ سے دوبار کہا تھا کہ یہ نقل سلطان غیاث الدین بلبن کے متعلق ہے۔<sup>۳۶۰</sup> یوں ہی ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی ہندوستان کے مشہور اور برگزیدہ ولی کا جنازہ جب تیار ہوا تو یہی التمش جنازے کے ہمراہ تھا۔ نماز کے وقت عقیدتمند خاص اور خلیفہ رشید خواجہ ابوسعید نے اعلان کیا کہ حضرت خواجہ کی وصیت یہ ہے کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کا ازار بند کبھی حرام پر نہ کھلا ہو نیز عصر کی ستیں اور نماز ہائے پنجگانہ کی تکبیر اڑائے اس سے فوت نہ ہوئی ہو۔ سلطان یہ اعلان سن کر دیر تک خاموش اور منتظر رہا۔ ہر طرف نگاہ ڈالتا تھا مگر کوئی شخص آگے نہ بڑھا۔ ناچار سلطان نے خود امامت کے لئے قدم بڑھایا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے ہر چند چاہا کہ میرے حالات پر کسی کو اطلاع نہ ہو۔ لیکن جب حضرت خواجہ

<sup>۳۵۹</sup> خزانہ عامرہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ خواب گاہ خاص میں اکثر تخت کے قریب بلا کر بادشاہ گفتگو کیا کرتا، حکم دیا کرتا تھا۔ صفحہ ۳۲۳۔ ۳۶۱ دربار اکبری صفحہ ۱۱۴۔ مگر صبا طبقات اکبری جو اس سلطان کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ لکھتا ہے اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔ صفحات ۲، ۳، ۵۰۔ ۳۶۱ اوش ماوراء النہر میں ایک قصبہ ہے۔



کا یہ حکم و توجہ کاہنہ اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ سلطان نے  
نماز پڑھائی اور نماز کے بعد چار پائی کا ایک پایہ خود لٹخ نے  
اٹھایا۔ پائی پائے اور بڑے بڑے اولیاء علیہ السلام نے بڑے

سیر سے قدر افزائیت فرماتے ہیں۔ "مقبول !  
دنیا نے فسادوں کو بخشی افسردہ حقائق کی تلخی  
اور تم نے حقائق کے نقشے میں رنگ بھرا فسادوں کا"

گر میری پیشانی پر افعال کا غرق تھلاک رہا ہے۔ اندیشہ ہے کہ میرے  
بلکہ ادبِ قلم سے دو ایک باتیں ایسی نکل گئی ہیں جن کو زمانہ کی  
زبان "شوخی" تو "غریباں" سے تعبیر کرے گی۔ عذر۔ میں نے ان  
ضعفیات میں جو کچھ لکھا ہے۔ سب اوروں کا بتایا ہوا ہے۔ ضرورت  
و موقع کے اعتبار سے میں انہیں نفلوں یا سطروں کے نقل  
کر دینے پر مجبور تھا۔ ان باتوں نے یہ لفظ لکھے نہیں لیکن جیسے  
ہیں۔ جن کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے جملہ دنیا میری قوتِ انشا سے  
باہر تھا۔ ان صاحبوں کا رنگ زمانہ کا رنگ ہے۔ فحشی و وار کا پرشاد

۳۶۲ سیرۃ قطب صفحہ ۱۶۰ از شیخ الحدیث عثمانی صابری۔ خزینۃ الاصفیاء صفحہ

۱۶۱ از مفتی نظام سرور لاہوری۔ دہنامہ الفرقان صفحہ ۱۵۱ جلد ہشتم

دہم لاہوری نور الحق ملوکی



افق لکھنوی پڑے ممتاز انشا پر داد اور جادو نگار مسرجم تھے۔ ان کے نام کے ساتھ "ملک الشعراء" لکھا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خطاب نظام عالمی مقام (دکن) کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔ نظم و نثر فارسی و اردو پر بڑی قدرت رکھتے تھے۔ کئی اخباروں کی ایڈیٹر کی تھی۔ انشائیہ پرشاد کا اہتمام تحقیق مسلم ہو۔ ان کی تالیفات کی شہرت احتیاج تعداد سے بے نیاز ہے۔ ان کی زبان دانی اور خوشنوائی پڑے بڑوں سے خراج تحسین لیتی رہی ہے۔ ٹھاکر اچھر چند کے بے پناہ زور تحریر کی کون داد نہ دیں گا۔ ترجمہ نہیں فرماتے سب کے ہیں۔ آخری رجحانیت کی عبارت بھی میری نہیں۔ یوں کہ جلدی زبان کے لالہ زاد اور نظم و نثر کی ہری پھری کیا دیوں میں ہر گزے وارنگ و پستے دیگر است۔ مگر حقیقت واضح یہ ہے کہ اردو سے محبت کے ادب و انشا کے آسمان پر جس عظمت و آزاد و ہوی سے بڑھ کر کوئی سوجھ آنے تک نہیں چڑھا۔ جس کی شعاعوں کی تابش نے اس کے فکر و کا گوشہ گوشہ جگر کار کھا ہے۔ جس کے ہزاروں احسان نئی زبان پر ہیں۔ جس کو مولانا شبلی بھی ہندوستان کا سب سے بڑا انشا پردہ آرتھتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء

۱۹۶۲ء فرنگی خواہشی نوٹ ۵۹۔ ۶۰ مقالات غیبی۔ جہانگیر صفحہ ۱۵۲



# پیش نظر

جہانگیر ہمدرد، مورخ و جغرافیائی، نکتہ رس فیلسوف، متبحر مصنف  
 و ماہر ریاضیات، حکیم ابوریحان محمد ابن احمد خواندہ بیرونی کا  
 قول ہے: "آنچه لائق امروز است در آن حاضر است و آنچه برای  
 فردا هست بہ فردا آمادہ است۔" یہ سچ ہاں مقبول بھی یہی سبق لے کر  
 اپنے ناچیز و بے ربط سلسلہ مضامین کے پہلے حصے کو اس باب  
 فوقی اور صاحب نظر نگاروں کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔  
 اسلئے واسطہ حصوں کے مختلف عنوان ہوں گے۔ ان کی تجویز و  
 تشخیص منظور نہ ہو۔ ترتیب و تحریر کے لئے قدم اٹھانا اس کے  
 بعد کا کام ہو گا۔ عَسْرُ حَسْبِ رَبِّي يَهْتَغِ الْغَرَّ الْغَرَّ  
 ذہبت نہ پہنچی تو سر دست ارادہ یہ ہے کہ دوسرا حصہ ان ہی راجحوت  
 خواتین کے لباس و پوشاک اور پیناؤں کے متعلق ہو۔ سو کیونکہ  
 یعنی انتخاب شوہر کے زمانہ کے رنگ و صنگ سے لے کر اس  
 میں اپنے پروردگار کو آمادوں کے پلٹا دینے سے پہچانا۔



وضع و قطع کا فرق بتا دیا جائے جو شاہی محلات میں جلوہ افروز ہوتے  
 وقت ان رانیوں کی ہوتی تھی۔ حتیٰ الوسع کپڑوں کی محبوب رنگتیں،  
 تراش خراش، زیور گنے وغیرہ کی کیفیت و صورت بھی دکھائی جائے  
 یہ مضمون بظاہر حسن قد و دلکش اور مجید ناٹھارو بے شعور کی تفصیل  
 میں پر لطف نظر آتا ہے، ویسی ہی دشواریاں اس کی تکمیل میں پیش  
 آرہی ہیں۔ شیخ ابوالفضل علامی نے ”سنگار“ کی بعض چیزوں  
 کے ”آئین“ پر ضرور ناقدانہ نظر اور کافی روشنی ڈالی ہے۔ لیکن فارسی  
 کے اور مورخ قطعاً خاموش ہیں۔ کرنیل ٹاڈ نے بھی سہاگتوں کی  
 ایک آدھ آرائش کا نام لیا اور ذکر کیا ہے، مگر نہایت مختصر اور نازک  
 طور پر۔ جیسے چوڑیاں، وہ بھی بالکل دانت کی چوڑیاں۔ جن کو نازنیان  
 ہندوستان اور ہندی نژاد ”ناٹاری“ (INDO SCYTHIC)  
 سینوں کا دل پسند زیور بتایا ہے۔ یاناک کے زیور۔ اس کے کم نصیب  
 ۳۶۱ آئین اکبری جلد سوم، صفحات ۱۳۴ تا ۱۳۶۔ زگون کی تیاری، جلد اول، صفحہ  
 ۶۳۔ زمانہ مردانہ، سنہ ۱۶۰۰ء، پشیمینہ، ریشمی، کپڑے، جلد اول، صفحات  
 ۶۴ تا ۶۵۔ ۳۶۲ ”تاریخ راجستھان“ جلد دوم، صفحہ ۶۶، مطبوعہ  
 سلطنت ۱۸۹۴ء۔ و۔ صفحہ ۵۹۲۔ ۳۶۵ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۵۰۲،  
 نوٹ، مطبوعہ آکس فورڈ، ۱۹۲۰ء۔



لکھنے والے کو ان مضامین اور ان کے تذکروں کی تلاش و جستجو میں  
 بہت سے کتاب خانوں، تصویر خانوں اور بہت خانوں کا طواف  
 کرنا ہوا گا۔ جا بجا گھوم پھر کر پرانی چیزوں اور سورتوں کو دیکھنا  
 ہو گا۔ نوادر و عجائب کے ذخیروں کی آستان ہوسی لابد ہو گی۔  
 تصویروں اور شبیہوں کی دستیابی کے بعد ان پر نظر و نقد اور  
 انتخاب۔ آخر کار ہلکے نوڈ وغیرہ تیار کرنا، اخلاعت و قیمت  
 بہت شکن مصارف اور اس ہفت خواں کا طو کرنا منازل حیات  
 کے مجھ ایسے بوڑھے مسافر کے لئے اہل کے پیام اور کو لیک کہنا  
 ایک اصولی یا موٹی سی بات گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں جو  
 سر جوشوا رینالڈس (SIR JOSHUA REYNOLDS) نے بتائی  
 تھی۔ جیسا کہ تمام ملکوں اور قوموں میں مدت ہائے دراز سے ہوتا چلا  
 آیا ہے۔ ہمیشہ سے یہاں بھی پوشاک و سراپا کی ہیئت و جامعیت  
 کم و بیش ایک ہی رہی ہے۔ زمانہ کا ہاتھ اسی لباس و پوشش یا وضع  
 و قطع میں نقد و ضرورت و رسائی نظر تغیر و تبدیل کرتا رہا ہے۔ کبھی  
 گنجائش و پسنائی دیکھی تو کسی جزو کو بڑھا کر ڈھیلہ اور فراخ کر دیا  
 کہیں کاٹ چھانٹ کر تنگی و چستی پیدا کر دی۔ طائر ہی کہ ایسی خراش  
 فراخی عرض لمبائی۔ چوڑائی۔



تراش یا خفیف ترمیمات سے لباس کے عام طرز بود و نمود میں  
چندان فرق نہ آتا تھا۔ ذہن کی تیزی خیال کی نزاکت آرایش و  
زیبائیش کا فوق جلوہ و نمائش کا شوق خوش پوشی و خوش ادائی  
کا ولولہ اس مختصر پروازی یا جامہ پیرائی کے دائرہ اثر یا حد عمل سے  
کب باہر جانے پاتا تھا۔ یا ایجاد و اختراع و اہتمام کا کوئی تکلف  
کیسے کارگر و نمایاں ہو سکتا تھا۔ البتہ یہ عمل بھی "اصلاح و تہذیب"  
کے بھاری بھر کم خطاب سے پکارا جاتا تھا۔ اس وقت تک جو سرمایہ  
معلومات فراہم ہو اسی وہ دامن چولی اور انگیا کے متعلق ہی۔ اور  
کثیر ہی۔ اور تنقیدیہ چیریں زمانہ لباس کے پرانے سے برانے  
اور اہم اجزا میں شمار ہوتی ہیں۔ آخر کی دونوں میں جو کچھ فرق یا  
ماہ الامتیاز ہے خفیف ہی۔ مناسب موقع پر ان کا ذکر تفصیل کے  
ساتھ آئے گا۔ "چولی دامن کے ساتھ کی تشریح بھی کی جائے گی۔  
انگیا کا نام مسلمانوں کے دور تہذیب میں "محرم" قرار پایا تھا۔ اس  
نفاذ انگیا، ناخ، بہارستان سخن، صفحہ ۲۰۸، مطبوعہ ۱۳۶۲ھ، ۱۹۴۷ء مختلف  
اسانڈہ سراپا سخن، صفحات ۲۹، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، جان صاحب۔ لیر  
منم خانہ عشق۔ ۱۳۷۱ء، حرم، آباد بہارستان، صفحہ ۲۱۶، سراپا سخن، صفحات ۲۳۷  
۲۳۸۔ اقادات مہدی، صفحات ۱۶۴، ۱۹۹، ۲۰۰، نوٹ ۱۔ کوثر  
خیر آبادی، مسکاتیب امیر مینانی، صفحہ ۴۶۔ ریاض رضوان۔



دورِ آخر یا حقیقتِ اردو کے تمام شعرا نے اس کو محرم ہی کے نام سے یاد کیا ہے۔ لیکن عہدِ اکبری میں اصلی لفظ نہ محش و ابتذال میں داخل تھا نہ متروکاتِ زبان میں۔ نہ لفظاً یا معنی اس لفظ میں کوئی قابلِ اعتراض بات ہے۔ سنسکرت میں "انگ" جسم یا حقیقتِ جسم کو کہتے ہیں۔ مگر کسی خاص یا چھپانے کے لائق حقیقتِ جسم کا نام نہیں۔  
 رحیم خان خاں (متوفی ۱۰۳۶ھ) جس کے وجود پر تلوار اور قلم اور توکی فارسی ہندی سب ہی کو یکساں ناز ہے۔ اپنی خوبی پیل اور حسن بیان کی کس کس طرح داد دیتا ہے۔ اس کا ایک شعر بھاشاکا سن لیجئے۔ عجیب و نفیس و لطیف۔ ایک دو شینہ رنادرزی سے کھڑی مھکڑنی ہے جس نے اس کی محرم تنگ بنائی ہے۔ جس کو ہمیشہ نئی محرم تیار کرانے کی ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے۔  
 بار بار درجن گھر جھکڑت ٹھاڑھ  
 جیوں جیوں انگیا سیوت سو سو کاڑھ<sup>۳۴۲</sup>

اسی چیز کا نام دوسرے طبقوں یعنی خود عورتوں کی خود واجتماعت اور مردوں کے متین و بلند خیال گروہ میں "سینہ بند" اور "پٹیاں پوش" تھا۔ یہ شایستہ مگر سیدھا سپاٹ نام وہ شہرت قبولیت  
 ۳۴۲ مضامین رشید، مکتبہ جامعہ، صفحہ ۱۶۶۔



عام حاصل نہ کر سکا جو محرم کے حصہ میں آئی تھی۔ اس میں نزاکت  
 تھی، لوح تھا، لطافت تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ لاد داری کی  
 استعداد تھی۔ بندش کی رعایت، چستی اور جسم میں چھبے رہنے  
 کی گنجائش و مناسبت یا تراش خراش کی نفاست و لطافت  
 سے ”سینہ بند“ کی قسمیں مختلف ہوتی ہیں۔ تقسیم غیر تقسیم وغیرہ۔  
 قاضی غلام امیر ”نقاد“ بدایونی نے اس کے متعلق ایک اچھی  
 لطیف بحث پیش کی ہے جس کا جواب موقع مناسب پر گزارش  
 کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ ”محرم“ زنانہ کپڑا۔ پستان پوش۔ عربی لفظ۔  
 اب رواں فارسی۔ یعنی ”محرم“ اس زنانہ کپڑے کا اصطلاحی  
 نام ہے جو پستان پوش ہوتا ہے۔ یہ اصطلاحی نام اپنے اصل  
 معنی سے کچھ بعید نہیں ہے بلکہ لغوی معنی کو لئے ہوئے ہے۔ جو کپڑا ہر  
 عورت کے سینے سے متصل رہتا ہو، اس پر محرم کا اطلاق نہایت  
 موزوں ہے۔ اب رواں ایک قسم کی باریک اور کلفت دار ململ کا  
 نام ہے اس سے محرم تیار کرتے ہیں۔ سینہ پوشی بھی ہے اور سینہ  
 افروزی بھی۔

قاضی صاحب کی تحریر کا یہ حصہ قابل غور اور تحقیق طلب ہے کہ مسلمانوں  
 کی آمد سے قبل ہندی عورات اس چھوٹے کپڑے کا استعمال



ہی نہ کرتی ہوں گی، بلکہ اب تک یہ کپڑا ان کے لباس ضروری میں شامل نہیں ہے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ مسلمان شرفاء عورات کا لباس ہے۔ ایرانی تمدن اسے ہندوستان اپنے ساتھ لایا ہے۔ اور یہ لطیف نام اسی کا عطیہ ہے۔

(آتش) کسی کی محرم آپ لوہاں وہ یاد آئی

میں نے انگلیا چولی اور محرم پر تین صدی گزشتہ کا مواد و مصالح اکٹھا کیا ہے اور بہ تعداد کثیر رانی کہاوتیں اقوال اور اشعار جمع کئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ سینہ بند کی حیثیت سے محرم کا استعمال ایران سے آیا۔ ایسا ہونا بعید از قیاس تو نہیں مگر کیا واجد علی شاہ کے عہد رنگین اور اودھ کی نرا گت آفریں تکلفات سے پُر حامن بادشاہی کے زمانہ سے پہلے اس چیز کا

۱۳ علی گڑھ میگزین نمبر ۲، جلد ۱۱، ماہ نومبر ۱۹۳۴ء، صفحہ ۱۳۰۔ دوسرا مصوع یہ ہے

حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا

(ہماری شاعری صفحہ ۶، مطبوعہ نظامی ۱۹۲۹ء)

محرم (م اور د دونوں پر فتنہ۔ وہ شخص جو محرم میں جا آسکتا ہو اور جس کے ساتھ نکاح حرام ہو۔ مجازاً بمعنی واقف کار۔ ایک صوفی کہتا ہے:-

کوئی ہو محرم شرفی نرا تو میں پونچھوں کہ بزم عیشی چہاں کیا سمجھ کے برہم کی؟  
(ہماری شاعری، صفحہ ۴۴)



رواج نہ تھا اور بہ کثرت نہ تھا۔

محرم کے حروف، بالخصوص طے حلی کی موجودگی سے جو کچھ آپ  
چاہیں استنباط فرمائیں مگر عربی فارسی کی لغات قاضی صاحب کے فیصلہ  
اور اس لفظ کے فارسی ہونے پر دلالت نہیں کرتیں۔ سید مرتضیٰ اعظمی  
گستاخ تخلص نے جب شیخ ناسخ کی تائید پر قلم اٹھایا اور حضرت  
نساخ اور ان کے دیوان "دقربے مثال" وغیرہ پر بہت سے  
اعتراضات محاورہ و زبان کے کئے تھے تو ایک اعتراض اسی محرم  
آپ رواں کے متعلق تھا۔ نساخ نے کہا تھا:-

پستان سرخ محرم آب رواں میں،  
مگر فاشق کا جلوہ بسا ہی خباب میں

وسیع النظر امر وہی محقق فرماتا ہے کہ "شفیق کے ٹکڑے کو پستان  
سے تشبیہ دیتا ہے اور مبتذل ترکیب ہے۔ محرم انکیا کے معنی میں  
عربی نہیں، فارسی نہیں، اس کی اضافت کیونکر جائز ہوگی۔ اور  
شاید ایک چھاتی والے مستشرق کی تعریف منظور تھی جو ضما کر مفردہ  
لائے ہیں۔"

ان دونوں متضاد و متخالف تحقیقوں کے متعلق جو کچھ میری

۳۶۳ صفحہ ۳۴۰ گستاخی معاف! مطبوعہ شعلہ طور کانیوز ۱۳۹۶ء۔



سمجھ میں آیا، و محفل مناسب پر گزارش کروں گا۔<sup>۳۴</sup>  
نواجہ عالی اپنے "مقدمہ شعر و شاعری" میں لکھتے ہیں کہ سینے یا  
چھاتی یا محرم وغیرہ کا صراحتہ نام نہیں لیا جاتا۔<sup>۳۵</sup>

گزشتہ صدی کے شعرائے شاہ جہان آباد میں دو ایک صاحب  
ایسے ملتے ہیں جنہوں نے انگلیا کا استعمال معیوب نہیں سمجھا، یہی بخش  
شان معروف، عارف خاں کے بیٹے، قاسم خاں کے بیٹے، مرزا  
غالب نوشہ کے خسر اور شاہ نصیر کے شاگرد تھے، فرماتے ہیں

کیا چھٹی اوس کی تماسی کی وہ انگلیا ہاتھ سے  
ہاتھ ملتا ہوں گئی سونے کی چڑیا ہاتھ سے

کچھ اور شاعر بھی ایسے نظر آتے ہیں جو مودت کے ہم نوا و ہم آہنگ  
ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ باکمال لکھنؤ اور اودھ کے  
زیر اثر تھے۔ جیسے میر صادق علی، صادق تخلص، جو فوجدار خاں فیل بان

۴۰ دیکھئے فرنگ و مقالات، استراکات۔

۳۵ صفحہ ۲۸۵ مطبوعہ رام نرائن لال، ۱۹۳۱ء۔ ۳۶ مجموعہ "نغمہ" جلد دوم، صفحہ ۲۰۱۔

۳۷ سید رفیق نام فوجدار خاں اور رفیق جنگ خطاب تھا۔ شاہ عالم ثانی کے فیل بان  
اور منصب دار تھے۔ جس زمانہ میں بادشاہ کا قیام شہر الہ آباد میں تھا تو ۱۱۷۴ھ و ۱۱۷۵ھ

میں قدم رسول کے قریب موضع رسول پور میں سجدہ تمجید گرائی تھی۔ موجودہ۔ (نقل التواریخ  
صفحہ ۲۶ مطبوعہ ۱۱۷۴ھ آگرہ۔)



فیل خاصہ شاہی کے بیٹے تھے۔ خود مرشدزادہ شوکت پناہ مرزا  
سلیمان شکوہ کے فیل سواری کی خدمت فیل بانی پر سرفراز تھے۔ میر  
انشائے اصلاح سخن لیتے تھے۔

تھی ایک تو کرتی ہی لابی کی غضب نش پڑھو  
چراغِ آفتِ جاں کافر انگشت کی یہ سنگھرائی  
اور "ساری" تو وہ سرتاپا رعنائی و برنائی لباس ہی جس کی یگانہ و  
یگانہ اہل قلم اور صاحبانِ نظر نے یکساں عین کی ہے۔ بڑا دلکش  
جذبات انگیز، عشق آفرین، ضبط آزاں لٹریچر مختلف زبانوں

میں اس پر موجود ہے۔ اس وقت ایک ہی قلم سید علی معصوم  
دستکی شیرازی کا سن لے رہے۔ جس نے اس عالم وجود میں میرزا  
(حجاز) کی پاک سرزمین پر قدم رکھا تھا اور حیدر آباد و کنیں میں پونہ  
خاک ہوا۔ اس ملک میں آتے ہی پہلی ہی نگاہ میں یہ زاہد خشک

۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۸۵۸ء - لابی ایک قسم کا عمدہ دستی کپڑا۔ ۲۷۹ اہل لغت

مرد جوان کو برنا کہتے ہیں مجھے تحقیق نہیں ہے کہ آیا اس کی ترکیب اور اس کا استعمال  
دنائے پہنچاؤ کے ساتھ کہاں تک جائز ہے۔ نشۃ ولادت ۱۲۵۱ھ = ۱۸۳۵ء

وفات ۱۱۵۱ھ = ۱۷۵۱ء اگر نظم و نثر میں بہت سی تصنیفات یادگار چھوٹی

تھیں۔ سرورِ آرزو، صفحات ۲۸۶ تا ۲۸۹۔



عربی شہادہ مصنف، ادیب و شاعر اس چہرہ پر فریفتہ و مفتون ہو گیا  
تھا۔ فرماتا ہے:-

و غاۃ من بنات الہند قد ظہرت  
فی زینھا بین اسجاف و استار  
فقلت لما سرت فی اللذات ما كنت  
یا حبذا السیریل یا حبذا الساری<sup>۳۸۱</sup>

[اور ہندوستان کی لڑکیوں میں سے ایک نرم و نازک اندام اپنے  
لباس میں نظر آئی۔ پردوں اور پوششوں میں ڈھنکی ہوئی تھی۔ تو  
جب وہ چینی ابرشیم کے گلنار جامہ میں خراماں خراماں سامنے آئی  
تو میری زبان سے نکلا: "کیا خوب ہے یہ سیر۔ نہیں نہیں۔ کیسی اچھی  
ہی ہے ساری" (سیر کرنے والی۔ نیر سادی)۔]  
تیسرا حصہ، "مردہ" پر ہو گا۔

غیروں پہ کھل نہ جاتے کہیں راز دیکھنا  
میری طرف بھی غمزہ غماز دیکھنا

اس کی پہلی ہی منزل میں جو صلہ فرسا مشکلات سے سابقہ پڑ رہا ہے۔

<sup>۳۸۱</sup> سبوح المرحبان، لہزم غلام علی آزاد بلگرامی۔ غصن البیان، تالیف انوار

صدیق حسن خاں، مطبوعہ مصر، صفحہ ۷۱۔



مجھ کو تارہ ہیں کو اب تک تصویر کا صرف ایک ہی رخ نظر آیا ہے۔ تاریخ  
کی شہادت اسی قدر ملتی ہے کہ یہ راجگڑھ دیاں اپنے ماں باپ کے گھر سے  
پردہ کی خوگر ہو کر آتی تھیں۔ اتنے ہی پردہ کی پابندی یہاں بھی  
کرتی تھیں۔ اس میں قید و بند یا سختی کو اصل دخل نہ تھا۔ نامور  
کاپیش نگاہ آجانا۔ البتہ برا سمجھا جاتا تھا۔ بے باکی میں شہرہ ہوتا تھا۔  
آتش ہی خانہ صیبا دے گلشن کیسا

ناز پرورد و قفس ہوں میں نشیمن کیسا  
دنیا کی تار یخوں قصہ کہانیوں میں پردے پائے پردگی کی  
رپورٹ میں اور ذکر مذکور جو پراسے سے پراسے ملتے ہیں وہ ایک توری  
المنزل شاخ انسانی سمیتیا (استقو ملی) SCYTHAC نام کے

۱۳۸۲ ترجمہ راجستھان افق صفحہ ۱۰۰۔ ۱۳۸۳ مطلع اواز برق صفحہ ۹۱۔  
۱۳۸۴ مہقوش سلیکانی صفحہ ۵۔ ۱۳۸۵ ساہتیہ یاد ہی قوم پر جس کی عورتوں کو کئی کئی  
خاندان کرنا جائز تھا۔ شوہر کے جیتے ہی بھی خیروں سے ہم صحبت ہونا معیوب نہ تھا۔  
ترجمہ ٹاڈ صفحہ ۱۰۰۵۔ تاریخ متقدمین غلام مصطفیٰ صفحہ ۴۴، مشہورہ للہ پور  
کرنیل ٹاڈ اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ ڈیوڑھی میں جوتا تاروینا کافی ہے۔ کثرت  
اولاد کثرت ازواج ہی سے ہو سکتی ہے۔ (صفحہ ۱۰۰۵)۔ راجستھان ترجمہ  
افق ۱۰ صفحہ ۴۵، نوٹ انگریزی جلد اول۔



ساتھ وابستہ ہیں۔ اسٹرابو <sup>۲۵۶</sup> STRABO نے اس کی تعریف یہ کی  
 تھی کہ بحیرہ خزر (کاسپین) کے پورب میں رہنے والے تمام قبائل  
 ساسٹھک (SCYTHIC) یا ساسٹھین (SCYTHIAN) کہلاتے  
 تھے۔ محققین عالم خصوصاً فسطائے فرنگ فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ  
 میں ایشیا میں شمال و مغرب کی جانب دریائے جیخون کے کنارے  
 کنارے، سرد سبزہ زاروں اور مرغزاروں پر جو قوم آباد تھی،  
 اُس کا ایک گروہ جدا ہو کر یورپ پہنچا۔ اس کے بعد دوسرا ایران  
 آیا۔ انھیں میں سے ایک گروہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ یہی  
 لوگ آریا کہلاتے ہیں۔ فارس، یونان، اطالیہ، ہسپانیہ، فرانس،  
 جرمنی، انگلستان وغیرہ ممالک کے باشندے اور تمام ہندو بالخصوص  
 برہمن اور راجپوت ایک ہی نسل کے لوگ ہیں۔ عربوں کی نئی زبان  
 یا اصطلاح میں ان کو اسم الاورال الائنٹیکہ کہتے ہیں۔

<sup>۲۵۶</sup> اسٹرابو۔ زبان کا مشہور حکیم گزراؤ۔ حضرت عینی سے ترجمہ سال پہلے پیدا  
 ہوا تھا۔ علوم و فنون خصوصاً تاریخ و جغرافیہ پر قابل تدریس دیکاریں چھوڑ گیا۔  
 (از انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)۔ ۲۵۶ کتاب ۱۱ صفحہ ۲۵۴ - STRABO

۱۱. LIB ۲۵۶۔ جیخون دیکھئے فرنگ خواشی نوٹ ۵۔ ۲۵۹ ایران۔ فرنگ

خواشی نوٹ ۵۔ ۲۵۹ شوقہ دستان مذاہب از مولیٰ عبدالرحمان خان صفحہ ۵



THE MARACANDA OF QUINT. CURTIUS

آریائی تو ہیں انھیں ساتھ میں لوگوں کی اخلافت و اولاد بتائی جاتی ہیں  
قدیم مورخین کا ارشاد ہے کہ پنجابی یا سکھائی جو پرانوں کے سکھ دیوب ہیں

44 59 = " " 194 - 41 = " " = 194

ج ۶: مجلد ۳، صفحہ ۳۰ و پوراں یا ایک ہندی - ویک ہینڈ ترجمہ اردو صفحہ ۳۰

اب عربی میں بھی اور ان ہی لکھا جاتا ہے۔ ۱۹۱۷ء کا راجستھان، جلد اول، صفحہ

۳۱۔ مطبوعہ ۱۹۲۱ء عکس فورڈ۔ ۳۹۵ چستانی منگنیوں کے لئے ملاحظہ ہو،

ایلیاس راس (ELIAS ROSS) کی "وسط ایشیا کے مغلوں کی تاریخ"۔

تعارف صفحہ ۳۸ - نیز ناڈ کراچیستان جلد دوم صفحہ ۳۱۸ و ۳۱۹ مطبوعہ ۱۸۹۴ء کلکتہ۔



۱۲۴

یہی لوگ تھے 'عن کر یونانیوں نے بگاڑ کر' 'ستھیا' بنا لیا ہے۔ ستھیا کے بعض  
 رسم و رواج سورج کی پرستش و غیرہ کا ذکر ہیروڈوٹس - HERODO-  
 TUS نے بھی کیا ہے۔ بقول کرنیل ٹاڈ ان کے اختلاف و پس آئندگان میں یہ  
 باتیں ان کے زمانہ (تالیف کتاب ۱۸۲۲ء) تک پائی جاتی تھیں۔  
 عورت کے دروازے پر جوتا اتار دینا وہ بولتی ہوئی نشانی تھی جس کو ہم  
 ایتاق <sup>۴۹۹</sup> (EINAUK) شوہر خوب سمجھتے تھے۔ مشہور وسیع نظر  
 سیاح ٹیوڈنیر اپنے سیاحت نامہ میں ایک ایک عورت کے کئی کئی  
 نھاوند ہونے اور بیاہ شادلوں میں آزادی کا ذکر کرتا ہے۔ وہ بھی ان کے  
 ایسے ہی پردہ کا حوالہ دیتا ہے گردن بھی دروازے پر یا ڈیوڑھی میں  
 چھتری یا تلوار رکھ دی جاتی تھی۔

۴۹۹ راجستھان 'جلد اول' صفحہ ۴۴، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۲۵ء۔ دیکھئے فرنگ و حواشی،  
 نوٹ ۶ ص ۳۲ قبیحہ و تبار۔ ترکی۔ انٹرنیشنل صاحب 'سلطنت کابل کا حوالہ'  
 جلد دوم صفحہ ۲۵۱ - ELPHINSTONE'S CAUB۔ راجستھان 'جلد اول' صفحہ ۴۴ نوٹ  
 مطبوعہ ۱۸۹۶ء۔ سلسلہ آصفیہ 'جلد اول' صفحہ ۶۴، مطبوعہ ۱۸۹۶ء۔  
 ترجمہ راجستھان افق صفحہ ۱۰۰۵۔ سلسلہ آصفیہ 'جلد اول' صفحہ ۶۵، ۱۸۹۶ء

TRAVELS IN INDIA. BY J.B TAVERNIER. ED. V. BALL.

2 VOL. LONDON. 1889.



ٹاڈ صاحب فرماتے ہیں۔ طبقہ نسواں کی نرا کھٹا عصبیت و عصبیت  
 کے بارے میں کوئی خیال یا بدگمانی! سا پتھک لوگوں کی وراثت۔  
 بربریت کی یاد گار سمجھنا چاہئے۔ جس کو وہ اپنے ساتھ دریا سے جیون  
 (JAXORTES) کے ساحل یا جٹ (JILOR YUTIC GETE)  
 قوم کی سرزمین سے لائے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اہل فرنگ بھی اس  
 دولت سے مستمع ہو سکے ہیں۔

میری رہ سائی سے دوری تو گر ابھی تک ہو گا  
 کہ میں نے این کی وادیوں میں الٹ دیا تھا نقاب تیرا  
 بقول موصوفہ طہورث TOMYRIS کے زمانہ میں جو کچھ  
 ہوتا تھا اب بھی زندہ و باقی ہے یعنی دروازہ پڑ پاپوش "چھوڑ دینا  
 کافی ہے۔ اسی کو سنگ آستان کہتے یا سیدراہ۔ تاتاری شوہر اس روک  
 کی قوت سے اچھی طرح آگاہ و آشنا تھا۔ ایسے ہی معمولات اور  
 رواجوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ میراث چھوٹا بیٹا پاتا تھا۔  
 ۴۴ ترجمہ راجستھان صفحات ۱۸۶ و ۲۵۴ و ۲۵۹۔ انگریزی جلد اول صفحہ ۲۹۰ نوٹ  
 ۲۔ مطبوعہ ۱۸۴۳ء اس یہ جٹ لوگ وسطی ایشیا سے آئے تھے۔ پنجاب میں  
 سلطنتیں قائم کی تھیں۔ صفحہ ۲ نوٹ ذیلی جلد دوم مکتبہ ۱۸۹۳ء۔ ۴۵ ایضاً جلد اول  
 صفحہ ۲۹۰ نوٹ ۲ دیکھئے فرنگ و حواشی نوٹ ۶۵۔



سنسہوں کہ اس چیز کا اثر بھی فرنگستان پہنچا تھا۔<sup>۲۰۸</sup> غلوں اور ایوانوں  
 میں امراد و وسا کو کچھ ایسے حقوق ایسی ہوتے تھے اور رعایتیں حاصل  
 ہوتی تھیں اور وہ ایسی رنگ رہیں ہیں گزار تھے جس سے یہ امر  
 مشتبہ سا رہتا تھا کہ پہلو بھی اولاد و وارث و فطری و حقیقی ہی تھے یا نہیں؟  
 اسی لئے سب میں چھوٹا وارث قرار پاتا تھا۔ آج ہماری ایک فیملی  
 اصلاح و دست جاعت ایک چیز کو مشرق کی تمام برائیوں کا دھار  
 اخلاقی ہوں یا جسمانی سب کا نفع اور خدا شاد لب ذریعہ بتاتی ہے۔  
 عہد جمہوریت و نادانی کی باقیات میں شکار کرتی ہے۔<sup>۲۰۹</sup> یعنی تعدد زوجات  
 کو۔ وقت مناسب پر ان کی انجمن مصلح مزاج حضرات سے کچھ

گزارش کروں گا۔

بے شبہ یورپ کی بہت سی اقوام و ممالک جو شائستگی و تہذیب  
 کامل کی مدعی ہیں، روشنی اور جہان آرا تمدن کے مقدمہ انجمن  
 مانے جاتے ہیں آج پر وہ کو یہ جانہ خصلت اور عہد ظلمت و تاریکی کی

۲۰۸۔ راجستھانی انگریزی جلد اول صفحہ ۲۹۰ نوٹ ۲ مطبوعہ ۱۸۶۲ء، حاس۔

۲۰۹۔ ایضاً جلد اول صفحات ۳۰۳ و ۳۰۴ مطبوعہ ۱۹۲۲ء، کسٹور ڈو۔ صفحہ ۲۹۰ نوٹ ۲

۱۸۶۲ء۔ ۲۰۹۔ ایضاً جلد اول صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ ۱۸۶۲ء، تحریر المرأة،

صفحہ ۳۳۳، مسر ۱۸۹۹ء، ۲۱۳ تیز حاس و اے



۱۲۷

بے معنی یا دو گار قرار دیتے ہیں۔ اپنی مصنفیت لطیف یا اصنفیت نفیس  
سے ان کا خطاب ہوتا ہے۔

چشمِ نا محرم کو برقِ حسن کر دیتی ہے ہند  
دامنِ عصمت تو آلودگی سے پاک ہے  
ایک صدی پہلے انھیں اصلا ح کو شوں کے بزرگ پیشرو اور  
پیشوا اسی پردہ کے عادی تھے۔ مگر <sup>۱۱۱</sup>مشرق و قدامت کے اس کے  
وجود و بقا پر فخر و مبالات فرماتے تھے۔ فرنگیوں کی وہ کون سی  
قوم یا شاخ تھی جو اس وقت عورتوں کی پردہ لغین کو مستحسن نہیں  
سمجھتی اچھائی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی تھی۔ فرانس کے فارسیں  
(FARISIANS) (فریسیں)۔ اطالیہ کے لنگو بارڈے۔ (LANGOBB)

ARDI - ہسپانیہ کے وزی گوٹھ (VIS-GOTHS) سب اسی  
لباس میں ملفوف و ملحوف اور اسی رنگ میں شرا بور تھے۔ اس کو  
وسط ایشیائے لائے تھے۔ جو گاتھ کی قدیم نسل اور تاتاریوں

<sup>۱۱۱</sup> تحریر المرأة از قاسم بک امین مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۶ھ صفحہ ۴ و ۵ و ۶

<sup>۱۱۲</sup> تحریر المرأة صفحہ ۵۶۔ <sup>۱۱۳</sup> دیکھئے فرہنگ و حواشی نوٹ ۶۶۔

<sup>۱۱۴</sup> دیکھئے فرہنگ و حواشی نوٹ ۶۶۔ <sup>۱۱۵</sup> و <sup>۱۱۶</sup> دیکھئے فرہنگ

و حواشی نوٹ ۶۸۔



کا گہوارہ تھا۔<sup>۴۱۸</sup>

اسی پر اسے رسم و رواج اور طریق عمل کی بنیاد پر ایک وی حکم سے کل تک کہا کرتا تھا *حَرِّسُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ تَحْرِيلِنَا بَكُمْ* اپنی عورتوں کو آزاد کرنے سے پہلے اپنے آپ کو آزاد کرو۔ ایک دوسرا دانش مند سبق دیتا تھا "مرد کو جانک کہ عورت کو مطلق العنان نہ چھوڑے بلکہ اسے گھر کی چار دیواری میں رکھے۔ کیونکہ گھر بھی اس کی حریت کے لئے ایک وسیع دائرہ ہے۔ مت پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان سے چین کو گیا اور ہندوستانی عورتوں کی ساری پابندیاں بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔<sup>۴۱۹</sup> چین کے مورخ تسلیم کرتے ہیں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کو پامال کرنے کا ذرہ برابر خیال شروع شروع میں ہم اہل چین کے دل میں نہ تھا۔ لیکن کیا کرتے کہ "ہندوستانی فلسفہ کے ساتھ ساتھ یہ چیز بھی ہمارے ملک

<sup>۴۱۹</sup> ترجمہ راجستھان صفحہ ۱۳۴ انگریزی جلد اول صفحہ ۵۴۷ ۱۸۷۳ء۔

<sup>۴۱۹</sup> جنوبی افریقہ کے شعور دار رہنے والوں کو بھی آجکل ایسی ہی شکایت ہے کہ یہ سفید فام اقوام (یورپین) سوشل قاعدوں کی پیچیدہ کتابیں اور ان سے بھی زیادہ پیچیدہ طریقہ (سسٹم) قوانین کے اپنے ساتھ لاتے اور ہماری گروں توڑتے ہیں۔



میں پہنچی اور رفتہ رفتہ جڑ بکرا گئی۔ پھر تو چین میں بھی وہی سب چیزیں ہو گئی تھیں جو ہندوستان میں تھیں۔ یعنی طلاق، بیوہ کی شادی کی ممانعت، عورت کو ترک نہ دیا جانا، پردہ اور گھر کی قید وغیرہ۔<sup>۴۱۹</sup>

میرے اہل وطن مجھے معاف فرمائیں۔ بہت سی بجا سختیاں، جابرانہ سلوک اور ظلم تھے جو ہندوستان میں عورتوں پر کئے جاتے تھے۔ محترم و بزرگ و ارفع آئین، منوجی کے حکم کے مطابق عورت کے لئے ضروری تھا کہ دن رات گھر کے مردوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ وہ عدالت میں شہادت دینے کے حق سے محروم تھی، شوہر اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا جاسے تو بھی اس منظلوم کو اجازت نہ تھی کہ قاتل کا نام لے کر اس پر الزام لگا سکے۔

مگر ان ہی بزرگوں کا ایک قول طاؤ صاحب نے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں ”عورت مانوس ہو تو گھر میں جگہ ہون، پوجا پاٹ سے کچھ بھل نہیں ملتا۔ عورت کی بددعا سے خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔“<sup>۴۲۰</sup>

۴۱۹ بولسین شائع کردہ کونسل نانکنگ BULLETIN BY COUNCIL

OF INTERNATIONAL AFFAIRS NANKING.

۴۲۰ صحیفہ چلیں مترجمہ اسد علی انوری، جامعہ ملیہ، سنہ ۱۳۶ - بحوالہ چین کی نشاۃ ثانیہ از ذاکر ہرشی، ص ۴۲ دیکھئے فرنگ صواشی نوٹ نمبر ۶۹ - ۴۲۲ راجستھان ترجمہ انقی بار پنجم، صفحہ ۱۰۲۔



۱۳۰

شعروں میں وعظ و نصیحت کے دفتر کھولنے والے بھگت ملشی اس  
نے جن کے تقدس کے ہمارے اہلکارے وطن اور جن کی سچائی اور  
یکتاائی فن کے ہم بھی قائل ہیں راہین میں ہم کو یہ سبق دیا ہے :-  
’ڈھول، گنوار، شوردر‘ پشور، ناری

یہ سب ہیں ٹاڈن کے ادھکاری  
اس اشلوک کے معنی یہ ہیں کہ ’ڈھول‘ دیہاتی گنوار، چھوٹی ذات  
کے آدمی، جالور اور عورتیں، یہ پانچوں زدو کو بھائی کے مستحق ہیں  
۔۔۔ منراہی سے ٹھیک رہتے ہیں۔ آج کل (اکتوبر ۱۹۴۳ء میں) یہ چوپائی  
لوگوں کی زبان پر بہت چڑھی ہوئی ہے۔ ایک زمانہ اسکول کی لڑکیوں  
نے ایسے سبق سے تنفر و گریز کا اظہار کیا ہے۔ اخبارات و جرائد اسکے  
مخالف و موافق مضامین اور تحریریں شائع کر رہی ہیں۔  
عورت کی نسبت اب بھی دعوے سے کہا جاتا ہے :-  
تریا میں گن تین ہیں روگن ہیں لاکھ چار  
یعنی عورت کی جنس میں صرف تین خوبیاں ہیں مگر عیب چار لاکھ  
ہیں۔ ایک دوسری ضرب المثل ہے :-  
’مکھی، مچھلی، استری، تینوں ذات کجیات‘  
۴۲۳

۴۲۳ از مسٹر حمید، رسالہ شاہکار لاہور، فروری ۱۹۴۳ء، صفحہ ۲۵۔



جس کا مطلب یہ ہے کہ مکھی، مچھلی اور عورت تینوں فطرۃ ذلیل ہیں  
 کہا جاتا ہے کہ کسی قوم یا ملک کی اصلی حالت اور خیالات کو دیکھنا ہو  
 تو اس کے مقولوں، مشکلوں اور استعاروں پر نظر ڈالی جائے۔ یہ  
 اگر صحیح ہے تو ہندی میں ایسی کہاوتیں بے شمار ہیں جن سے عورت  
 کے حقیر و ذلیل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اُس کو بھی حسن آفریں رہ سوا کرے

اے حسین! جس نے تجھے رسوا کیا

منشی بہارنج بہادر برق نے میران بابی کی خدا شناسی وجدان و  
 عرفان کی کیفیت ایک سنخوارانہ تاریخی نظم میں یہ دکھائی ہے۔ اگر او  
 تان سین اُس کی محویت و استغراق کو دیکھنے اور میران کے درپے  
 نغمات و ترنم کی لہروں سے کھیلنے کے لئے خود پہنچتے ہیں۔ مست  
 المست رانی کسی اور ہی عالم میں ہے۔ جب آنکھیں کھولتی ہے۔  
 دونوں پر نام کرتے اور اس کے قدموں پر سر جھکا دیتے ہیں غفیت  
 کی نذر ہیروں کی بیش قیمت مالا پیش کی جاتی ہے۔ جس کو میران

۴۲۴ صفحات ۸۹ تا ۹۳۴ مطبع انوار دہلی ۱۹۲۹ء۔ میرا بابی کے حالات

مسٹر ولیم کر دک نے نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۳۳۳، تاریخ ٹاڈ جلد اول، مطبوعہ

اکس فوڈ ٹرانسٹ ۱۹۲۲ء میں تحریر کی ہیں۔



۱۳۲

مورتی کے گلے میں ڈال دیتی ہے۔ پھر بھی۔

جب رانانے یہ حال سنا تو فرط غضب سے آگ ہوا  
 تنگ و رسوائی کا باعث میراں کا سچا تیاگ ہوا  
 دل میں یہ خیال منام آیا میوار کی عزت خاک ہوئی  
 کیوں پیش نگاہ نامحرم میراں اتنی بے باک ہوئی  
 زہر ہلاہل کا ایک پیالہ زلو اس میں بھیجا جاتا ہے۔ میراں بے تکلف  
 بے وسواس بھگو ان کا نام لے کر پی جاتی ہے۔ زہر بے اثر ثابت  
 ہوتا ہے۔ رانا کی بازی مات کھا جاتی ہے۔ تو میراں کو دیس نکالا دیا جاتا ہے  
 بروگن، جو گنوں کا لباس پہن کر شاہی محل سے نکلتی ہے۔ بندرا بن کی راہ  
 لیتی ہے۔

یہ حسن و عشق کی داستان نہایت دلاویز و لطیف ہے۔  
 سننے سنانے کے قابل۔ مگر دراز۔ لکھنے والا اس چھوٹی سی کتاب  
 کی تنگ دامانی سے مجبور ہے۔ اس لئے مرحوم مسٹر گوٹروی کے اس تبصرہ  
 پر ختم کرتا ہے۔

”میراں بائی کی نظم میں یہ کیفیت اور زیادہ متلاطم ہو کر سوز و درد  
 جوش و خروش، بھگتی اور نیاز مندی کا آتش کردہ بن گئی ہے۔“

۱۳۵ صفحہ ۵۵، الفینا۔ (مطلع انوار)



۱۳۳

آخر یہ سب کچھ اسی بے پردگی کی سزا تھی یا رانا کے رشک و غیرت کا تقاضا تھا۔ میران کی ایک بے اختیار جھلک، زیادہ سے زیادہ ایک غلط انداز نظر ایک شخص غیر یا نامحرم نے دیکھ لی تھی!۔

اس کو ایک عجیبی پر مرد کی بزرگانہ پند و نصیحت کہوں یا اپنی آنکھوں کے دیکھے فرشتہ سیرت، ملائک صورت، سخن سنج کی شاعرانہ تخیل سمجھوں، یا دونوں کی مشترک مفید تعلیم پر محمول کروں۔ مگر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ زندہ جاوید حالی نے اس معاملت پر گہری نگاہ ڈالی ہے۔ آج سے بیسیوں صدی پہلے کی حالت انسانی فطرت اور رنگ و صنگ سے آگاہی دی ہے۔ بے جباہی اور نظر بازی کے نیکے اور اس کے اثر و نتائج سے پردہ اٹھایا ہے۔

زال کی پہلی ہی رستم سے نصیحت یہ تھی  
زود میں تیر صفت مرگاں کے نہ جانا ہرگز  
عشق بھی تاک میں رہتا ہے نظر بازوں کے  
دیکھنا شیر ہی آنکھیں نہ لڑانا ہرگز

مغلوں کے دور ترقی اور عروج اقبال میں بیگمات اور امیر زادوں کے پردے کے متعلق جو تکلف اور اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس کی جھلک

۱۳۳۲ھ ۲ جنوری ۱۹۱۵ء میں وفات پائی۔



۱۲۴

اس وقت کے شعرا کے کلام میں اب بھی نظر آ جاتی ہے۔ مثلاً ایک  
 ہی شاہزادی کی قدر شناسی و فیاضی کو لیجئے۔ (۱) طہران کا رہنے والا  
 میر صیدی شاعر گھومتا پھر تادہلی پہنچتا ہے۔ شاہ جہاں کے خوان  
 نعمت سے زلہ رہائی کرتا ہے۔ اتفاقاً ایک روز ایک باغ کے کسی  
 گوشہ میں ٹہلنا ہوتا ہے کہ سلطنت کے محلِ شب چراغ جہان آرا بیگم  
 کی آمد آمد کا غلغلہ سنتا ہے۔ بیگم ہودج میں ہے۔ برقع اورٹھے ہوئے  
 ہاتھی پر سوار ہے۔ چاند سے چہرے پر نقاب پڑا ہے۔ ہاتھی اسی طرف  
 آ رہا ہے جدھر شاعر کھڑا ہے۔ جلوس قریب پہنچتا ہے تو فاقہ مست صیدی  
 صدا دیتا ہے:-

برقع برُخ افگندہ برد ناز بہ باغش  
 تانکرت گل بنجتہ آید بہ دماغش

[چہرہ پر برقع ڈال کر باغ میں تاز سے اس لئے جاتی ہے کہ پھول کی  
 خوشبو بچھن چھن کر دماغ میں آئے۔]

دوشیزہ خاتون برا مان جاتی ہے۔ ہاتھی اُلٹے پاؤں واپس کیا جاتا ہے۔  
 ۴۲۵ جو بیگم نے وسط شاہ جہان آباد میں خود آباد کیا تھا۔ ۴۲۵ شاہ جہاں بادشاہ  
 کی بیٹی۔ ممتاز محل کے بطن سے۔ تھوڑے مشربیل دنیا کی کوئی بھی ایسی خوبی نہ تھی جو  
 اس حسین و عقیفہ لڑکی اس فیاض و عالی حوصلہ شاہزادی (باقی صفحہ آئندہ پر)



۱۳۵

گودارد نشاء حضور ی میں کشاں کشاں طلب ہوتا ہے۔ اپنے لطیف و  
بے ساختہ شعر کا انعام پانچ ہزار روپیہ پاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ حکم کہ شہر سے  
باہر چلے جاؤ۔ رخصت ہو۔<sup>۴۲۹</sup>

(۲) ایک اور سخن در شیخ محمد علی، ماہر اسی حوصلہ مند شاہزادی کی  
شان میں مثنوی لکھ کر بھیجتا ہے۔ پہلے ہی شعر  
بذات او صفات کردگار است  
کہ خود پنهان فیضش آشکار است

کو پڑھ کر بگیم محفوظ ہو جاتی ہے۔ پان سو روپیہ صلہ عطا ہوتا ہے۔<sup>۴۳۰</sup>  
عالی مرتبت خاتونوں کے پردے اور حجاب کے بارے میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس با کمال و دیر بگیم کے حصہ میں نہ آئی ہو۔ اوراق تاریخ اس کی  
نظیر بتانے سے قاصر ہیں۔ ڈکشنری صفحہ ۱۲۔ رشحات الفنون امین الدین خاں  
ہروی (نسخہ قلمی) ورق ۲۳۰ میں جہان آرا کے حالات، کپڑوں میں آگ لگ جانا۔  
حکیم داؤد کا علاج تفصیلاً مرتوم ہے۔<sup>۴۲۹</sup> دستہ گل ادبی از رستم مسانی، مطبوعہ  
طہران ۱۳۱۲ھ صفحہ ۱۹۔ خزائن عامرہ، صفحہ ۴۹۳، بحوالہ مجمع النفائس از خان آرزو۔  
بہ تغیر خفیف سر و آزاد کی بھی یہی روایت ہے۔ صفحہ ۱۱۱۔ نتائج الافکار صفحہ ۳۶۰۔ مطبوعہ  
مدراں ۱۳۲۳ھ، شمع انجمن از ذاب صدیق حسن خاں، صفحہ ۳۵۷۔ تذکرہ حسینی صفحہ ۱۹۳  
۱۳۲۳ھ خزائن عامرہ صفحہ ۴۱۵۔ بحوالہ کلمات المشاعر از سرخوش، سر و آزاد، صفحہ ۱۱۳۔



۱۳۶

اس سے بڑھ کر نازک خیالی اور خیال آرائی کی کیا مثال ہو سکتی ہے  
 ابھی بے پردگی اور بے اعتدالی کی بدولت جب یورپ کی سیاست  
 کی حالت ناگفتہ بہ بن گئی تھی۔ آپ کی یاد اور ہمارے لئے کل کی  
 بات ہے۔ مس ماڈ (MAUDE) سی شایستہ و ذی روح لیڈی  
 تہذیب و وقار و تکمیل سے ترقی فرما کر جب برہنہ و عریاں ناچنے  
 پر کمر بستہ ہو گئی تھیں تو آسکر برونگ (OSCAR BROWNING)  
 سا راست گو، حق شناس بھی شرمایا گیا تھا۔ اُس نے آپ کے ملک  
 وطن کی رسم پرودہ داری کی علامت پر داد دی تھی۔  
 اصفہان کا فلسفی شاعر مرزا صاحب<sup>۱۳۱</sup> جو عہدِ جہانگیر میں ہندوستان  
 آیا تھا اور چھ سات سال سیر و سیاحت کر کے ایران واپس گیا،  
 اپنے عقیدتمندوں کو یہ سبق دیتا تھا۔

حسن چول بے پردہ شد ز ہارگر و او ملرد

بوئے نگوں می آید از تنغے کہ عریاں می شود

۱۳۱ وفات ۱۶۶۹ء (سرو آزاد، صفحات ۹۸ تا ۱۰۳)۔ صاحب تخیل

و تشبیہ کا مانا ہوا بادشاہ ہے۔ فارسی گو شعرا میں کوئی اس کا حریف مقابل نہیں۔

وہ واردات طبع اور جذبات عشق کو بھی تشبیہات کے رنگ اور وعظ و نصائح کے پیرا میں

پیش کرتا اور عبرت و دانش کے سبق سے مالا مال کر دیتا ہے۔ مثلاً سیرا علی بن سے ملا عتی  
 کشمیری اور رزاجا نجاناں مظہر کے بہترین منبع اور نمونے و تشبیہات کے تقاریر و کلام استاد گزشتہ



کرنیل ٹاڈ نے اپنی تاریخ کے باب ۲۲ میں میوار کے تہواروں اور  
 رسموں کے تحت میں اس ادب و لحاظ پر توجہ دلائی ہے۔ جو راجستھانی میں  
 پایا جاتا عورتوں کے ساتھ برتا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ان کا پردہ  
 میں رہنا ان کے درجے کی کمی یا کسی تحقیر کے مرادف نہ تھا۔ موصوف  
 ایک دوسرے موقع پر "بس پردہ خواتین" کے عنوان سے تحریر کرتے  
 ہیں کہ راجپوت اپنے اخلاق اور میل جول میں بڑا متواضع اور خوش  
 خلق ہوتا ہے۔۔۔ باایں ہمہ باحجاب رہنے والے خلوت نشین عزت  
 گزین طبقہ کی نسبت ذرا سی شوخی و آزادی روا نہیں رکھتا۔ اسکو  
 رشک و حسد یا رقابت کی آنکھ سے دیکھتا ہے، حسن دوستی جو اس  
 سال کرنیل کی زبان پر ان رقبہ نگہداشت والی بی بیوں کی زبان کی  
 زبان میں "زنانہ" کا ذکر حسرت کے ساتھ بار بار آیا ہے۔ شاید کشالی  
 یا حقیقی معشوق کو سنا رہی ہیں۔

ادھر مراد ٹیڈ پ رہا ہے تری جوانی کی جستجو میں  
 ادھر مرے دل کی آرزو میں چل رہا ہے شباب تیرا  
 میں نے اس بارہ میں بھی غور کیا ہے اور اس کے موقع پر تفصیل کے

۲۳ دیکھئے آغاز کتاب میں راجپوت پر میرا مقالہ نمبر ۱۵۔ ۱۹۲۲ بم معنی سکسٹا جلد اول صفحہ

۱۷۵ '۱۹۲۲ ایکس فورڈ۔ ۱۹۲۵ جلد اول صفحہ ۱۹۲ '۱۹۲۵ ایکس فورڈ جلد دوم صفحہ  
 ۱۷۶ '۱۹۲۵ ایکس فورڈ۔



ساتھ لکھوں گا کہ شاہی محلات کی زندگی ایک بڑی حد تک انہیں انہوں  
 ہی کے لئے نہیں (بلکہ ان کی مسلمان سوتلوں کے لئے بھی) ایک خاموشی  
 بے لطف اور تنہائی و عزت کی اجیرن زندگی ہوتی ہوگی۔ جسے  
 ہمارے زعم و گمان کے مطابق یا فلسفیانہ اصطلاح میں ”بے روح“  
 کہنا روا ہے۔ تمام رانیاں ساری بیگمات ایک دوسرے سے الگ تھلگ  
 رہتی تھیں یا رکھی جاتی تھیں۔ یکجائی و اجتماع کے موقعے بہت کم نصیب  
 ہوتے تھے۔ انس و اختلاط، لطیف صحبت، سرور و نشاط معدوم  
 تھا۔ تاہم یہ امر بجائے خود برقرار و قائم رہتا ہے کہ ان کا پردہ سب  
 کا پردہ کسی طرح تکلیف دہ نہیں ہوتا تھا۔ برائے نام بھی کوئی  
 بندش نہ تھی۔ جو کچھ تھی یہی ادب گاہ محبت تھی اور نگاہ ناز کا تازیانہ  
 کہا جاتا ہے کہ ہر دو دوسرے بھی اسی حقیقت کا شاہد یا اسی خیال کا موجد  
 تھا۔ بالفاظ دیگر انہیں حضرات کا ہم آہنگ و ہم آواز ہی۔

پردے کے ساتھ ساتھ اپنے اعزہ و اقربا سے ان رانیوں کے  
 تعلقات، میل جول پر نظر ڈالنی ہوگی، جو ازدواجی زندگی کے روح  
 رواں یا زبردست تحفہ مانے جاتے ہیں۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ  
 ۱۲۶۹ ہردو دوسرے مرتبہ جی رالنسن مطبوعہ لندن ۱۸۵۵ء ترجمہ راجستھان جلد اول

صفحہ ۱۰۔ مسلمانان ہند کا رسم و رواج (انگریزی) مطبوعہ ۱۸۶۲ء دہلی



مغلوں کے شاہی محلات کی تمام رست و رسوم کا سراخجام حرم سرور  
 کی نگرانی، دہاں کا کل کا رخا، کل کا رو بار انھیں چھتری بچوں و نادان  
 و سرزوش و سر باز ہند و سرداروں کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ جزو  
 و کل کا انحصار انھیں پر تھا۔ بیگمات و مستورات حتیٰ کہ مدد علیا  
 ستر مٹے، شہنشاہ کی والدہ مریم مکانی کی سوار می ہوتی تو راجہ  
 بھگو ان داس، ورنہ کوئی نہ کوئی اور راجہ ہر کا ب جاتا تھا۔ ان  
 متفر بان بارگاہ سلطانی اور عزیزان حرم خسروانی کی بے پیکر  
 روجوں سے یہ تو پوچھ لیجئے کبھی کسی شاہزادی یا بادشاہ بیگم کی  
 پرچھا میں حلیم کی آرٹ یا جالیوں کی اوٹ سے دیکھ پائی تھی؟ کوئی  
 آوار کبھی سنی تھی؟ یا کسی رانی کے ہیبت و عظمت و ایگہنگٹ  
 کی طرف آنکھ اٹھانے کی یہی جرأت ہوتی تھی۔<sup>۴۳۵</sup>

جہانگیر نے بھی اپنی "تزک" میں ایسے ہی بعض اپنی داستان  
 اہم واقعات کو جگہ دی ہے۔ مختصرات عظمیٰ کے سفر اہتمام و انصرام  
 اور جلوس کے تزک و احتشام کا کچھ تذکرہ تاریخ الہ آباد میں بھی کر چکا  
 ہوں۔<sup>۴۳۹</sup> وقت مناسب پر ان باتوں کو اور پھیلا کر اور بڑھا کر لکھنا ہو گا۔

۴۳۷ دربار اکبری صفحہ ۵۶۴۔ ۴۳۸ دیکھئے فرنگ و خواستی نوٹ ۶۰۔

۴۳۹ جلد اول صفحہ ۹۹، نوٹ ۴۔ نیز ترجمہ ناڈ، صفحہ ۳۰۔



۱۴۰

اس بارہ میں ایک پرانی روایت بھی سن لیجئے شمس سراج عقیف  
 فرماتے ہیں "تاتار خان اعظم نے عورتوں کی پردہ دار سواری کے لئے.....  
 گردون ہاراست کنایندہ بود کہ آن را بزبان ہندی "بھر کر" گویند"  
 یہ رتھ اپنے سونے چاندی کے خوں اور لال لال بانائی پردوں کے  
 ساتھ آج بھی موجود ہیں۔ ان کی ساخت ان کے دروازوں ان کے  
 گنبدوں میں ہندوستانی گھروں کی اچھی خاصی صورت کشی نظر  
 آتی ہے۔

چشم بد دور ہمارے ملک میں زنانہ سوار یوں کی کم و بیش وہی  
 شکل و صورت چلی آتی ہے۔ ویسی ہی ڈھنکی موندی گاڑیاں گھٹا  
 ٹوپ پالکیاں وہی ارغوانی مخملی چادریں اور غلاف ویسے ہی ہاتھو  
 کے ہوئے (توٹے) پردہ دار عمارتوں کی سب کی سب موجود  
 و برقرار ہیں۔

بعض پردہ دار رتھ کئی کئی درجہ کے ہوتے ہیں۔ جن میں  
 وزن کی مناسبت عظمت و شان کے لحاظ سے مانتی جوتے  
 جاتے ہیں۔ راجپوتوں کے اکثر معزز قبائل خصوصاً بندیلہ دیوا دیو بند  
 جیلہ صفحہ ۳۹۳۔ نقد شمس لہائی صفحہ ۶۴۔ سلسلہ خزانہ عامرہ۔ صفحہ ۳۲۹۔

سلسلہ آصفیہ جلد اول صفحہ ۵۰، ٹیپو رنیر فرانسیسی تاجر کی بیاحت ملبوہ ۱۸۹۶ء



۱۴۱

میں اب تک پردہ کا بڑا رواج ہے۔ راجاؤں اور سرداروں کی منجھو  
و قلمبوسہ غیر جنس کی عورتیں بھی جو "خواص" کہلاتی ہیں اس رواج  
کی پابند ہوتی ہیں۔<sup>۱۴۲</sup>

نواب قاسم خاں (مسند نشین فرخ آباد) کی بڑی یعنی پہلی بی بی  
شاء بیگم تھی۔ شاہ بیگم جب اپنی خوشدامن سے ملنے اپنی قیام گاہ  
موضع امیٹھی سے شہر فرخ آباد کو آتی تھی تو بازار بند ہو جاتے تھے۔  
دوکاندار اس کو "ہاٹ بازار" یا "ہرٹال" کہتے تھے۔ مصلحت یہ تھی کہ  
بیگم کے کان میں کوئی بے ہودہ بات پڑنے نہ پائے۔ بیگم ایک چوپیس  
بیل گاڑی میں سوار ہوتی تھی جو اوپر سے نیچے تک بات کی پردہ  
سے ڈھکی رہتی تھی۔ بیگم کی نشست وسط میں ہوتی تھی۔ گرد گرد  
کنارے کنارے کنیزیں بیٹھتی تھیں۔ پردے ریشم کی ڈوریوں  
سے بندھے ہوتے تھے۔ گاڑی ہر طرف سے بند ہوتی تھی۔ ایک  
بوڑھی عورت آگے بیٹھتی تھی۔ ایک بوڑھا گاڑی بان ہانکتا تھا۔ بیگم  
صاحبہ راستہ بھر خاموش رہتی تھیں۔ خواجہ سرا گھوڑوں پر سوار ہوتا  
تھا۔ پکارہٹے چلتے تھے۔ مسٹر آروین (IRVINE) کہتے ہیں کہ ایک

۱۴۳ تاریخ آئینہ بنیدیل کھنڈ وغیرہ صفحہ ۱۰۲۔ ۱۴۴ تاریخ نوابان شاہ

فرخ آباد ترجمہ صفحہ ۱۹۵۔ مطبع حسن، فتح گڑھ۔



معمولی یا دستور یہ بھی تھا کہ نواب کی مستورات و محلات کا زیور  
مسلمانوں کے سوا کوئی چھونے نہیں پاتا تھا نہ ان کے کپڑے کوئی مرد  
سینے پاتا تھا۔ ان عورتوں کی منہ دیکھنے کی اجازت بھی طبیبوں کو  
نہ تھی۔

ہمارے مختلف 'ہم وطن' ایشیائے قباثل سے قطع نظر کچھ جن  
میں پردے کی نسبت بہت کم اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن آپ کے  
سامنے تو یہ اطلاع بھی موجود ہے کہ جب دلی کے بعض شاہزادوں اور  
شاہزادیوں کی شادی و مواصلت امور انگریز خاندانوں میں ہونے  
لگی تو ان پر یہ بین کنبوں یا شاخوں میں پردے کا ضبط و پابندی  
اس کے پیشتر سے قائم ہو جاتی تھی۔ کیجائی بودو باش، باہمی اتحاد  
و اختلاط نے دونوں مختلف المعاشرت مختلف المزاج، مختلف  
النسل جماعتوں کو اس بارہ خاص میں ایک کر دیا تھا۔ آخر مارچ ۱۸۳۵ء  
میں کرنیل گارڈنر والی مشہور انگریزوں اور مغلوں کی قرابت ہوئی۔  
غیر ملکی سیاح اور اہل قلم بالاتفاق لکھتے ہیں کہ یہ (صاحب) لوگ

۱۸۳۴ء ایضاً صفحہ ۱۹۵ - ۱۹۶ جیسے گارڈنر کی شادی حکمہ زمانی بگم اکبر شاہ ثانی کی

بھتیجی سے۔ ڈیڑھ سو برس پہلے۔ سوسن گارڈنر (SUSANNE GARDNER)

کامیابہ مرزا انجم شکوہ لیسر سلیمان شکوہ۔ بہادر شاہ کے چچرے بھائی سے۔



۱۴۳

پردے کے اس قدر پابند ہیں کہ سوائے قریبی رشتہ داروں کے اور کوئی رشتہ دار محل سرا میں نہیں جاسکتا ہے۔ صرف باپ اور دادا کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ چچا، تاتا اور بھائی خاص خاص موقعوں پر باریاب ہو سکتے ہیں۔ ۴۴۶

شیخ محمد علی حزیں اصفہانی (مدفون بنارس ۱۳۱۵ھ) نامور مصنف و شاعر فرماتے ہیں:۔

ہست نقاب دہران شرم و حجاب و خال خط  
تیغ برہنہ گفتہ ام حسن برہنہ روئے ۴۴۷  
یہ تو تصویر کا ایک ہی رخ ہے۔ بعض اہل الرائے اور صاحبان بصیرت ان باتوں کو میری قدامت پسندی، کوتاہ نظری اور تاریک خیالی پر محمول فرمائیں گے۔ اپنی خامیوں اور مجبوریوں کا مجھے احساس ہے۔ ناکامیوں اور حسرت نوازیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ اس تصویر کا کوئی اور روشن پہلو بہ آسانی سامنے آجائے کہ توقعات میرے لئے معدوم کم سے کم فی الحال میری نگاہ و دسترس سے دور ہیں۔ پھر بھی مایوس نہیں۔ حقیقت شناس فلسفی "عورت" ہی کا نام "حسن" بتاتا ہے۔ میرے حسن پرست، رنگین فتن شوقین

۴۴۸ مخزن نبرادل جداول صفحہ ۱۹، اپریل ۱۹۵۷ء۔ ۴۴۹ کلیات حزیں، صفحہ ۶۰۔



۱۴۴

خزاج دوست مطمئن رہیں کہ میری کوششیں عنقریب بار آور ہوں گی  
 اور ان کی خواہشیں اور امیدیں کامیابی کا تاج بنیں گی۔ مقصد  
 ملے گا۔ خوش نصیب دیکھنے والے اور نکلنے والے کو محاسن و لطائف  
 نسوانی پر نظر غائر ڈالنے کا موقع ملے گا۔ بنی نوع آدم کی نصیحت  
 نفیس و صنف نازک سے اس کا روتے خطاب ہو گا۔  
 جلوہ حسین ترا پردہ سے مانوس نہیں  
 تو ہر وہ شمع جسے حاجتِ فنا تو س نہیں



# فرہنگ و حواشی

اس کتاب [راجپوت اور مغل زن و شو کی معاشرت کے متعلق] بعض اشخاص و اقوام کے تذکرے اور تاریخیں ممالک کی تعریفات اور حدود ممالک شہروں کی خصوصیات و اولیات و امتیازات مراسم اور رواجوں کے ذکر مذکور چند اصطلاحات کی تشریح متفرق علمی باتیں اور ضروری مباحث۔

صفحہ ۵۔ پہلا مقالہ۔ راجپوت

ہندو اہل قلم لکھتے ہیں کہ یہ لفظ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ کم از کم ان کی بدولت زباں زد عوام ہو اے۔ سنسکرت کے "راج پتر" سے بگڑ کر بنا ہے جو قدیم زمانہ میں راجاؤں کے بیٹوں، کماروں اور خاندان والوں کے لئے مخصوص تھا۔ مسلمانوں کا دور دورہ ہوا تو وہ شاہی خاندانوں کے چھتریوں کو بالعموم کہنے لگے۔ خود راجپوتوں کا دعویٰ ہے کہ وہ غید علیق کے چھتریوں کی اولاد ہیں۔ "پرہمتی راج راسو" کا حوالہ دے کر اپنے کو "اگنی ہنس"

مذکورہ کہنے گرامی و برگزیدہ۔ یہ راجپوت بھی کھتری کہلاتے تھے۔ ویدک ہندو تھے۔



بتاتے ہیں۔ کرنیل ٹاڈ وغیرہ یورپین مورخ ان کو "سی تھین" - SCYTHIAN (یا سکولات) نسل سے لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر وینسنٹ اسمتھ بھی ان کے ہم خیال ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بابر کے حملہ آوروں میں سے جو سردار اور لہرا تھے ان کو رہمنوں نے چھتریوں اور راجپوتوں میں داخل کر لیا تھا۔ انہوں نے طبقہ والے "گورجر" (گوجر) اور "جاٹ" رکھے گئے۔ ہندو تاریخ نویسوں کی تحقیقات سے یہ لوگ خالص آریہ

اور چھتری نسل کے ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے ذیلی فرقے بہت ہیں۔ سورج منی، چندر منی، سوم منی، چولان، سولنگی، پرہیار، پوار، کچواہ، ہاوا، راٹھور، بھدور، یہ، بھیرتا، چندرادت، وغیرہ۔

منوچی لکھتا ہے کہ یہ لوگ مختلف بتوں اور جانوروں کے نام کے ساتھ سنگہ کا لفظ لگاتے ہیں۔ یہ سہیت مجموعی یہ لوگ پاک طینت دھارمک اور اپنے قول کے چکے اور پورے ہوتے ہیں۔

نمک حلالی و دفا شعادی کے جوہر میں راجپوتوں نے بڑا حصہ پایا تھا۔ بات کے چکے اور تلوار کے سچے تھے۔ اپنے آقا و ملک پر فدا، شہاد و

سیتھیا کے رہنے والے سی تھیا (SCYTHIA) نہایت پرانا نام ہے۔ اس

وسیع قطعہ زمین کو دیا گیا تھا جو بحیرہ اسود، بحیرہ خزر اور بحر اراک کے شمال اور مشرق میں

واقع ہے۔ منوچی، حصہ سوم، صفحہ ۱۱۳۔



قربان ہو جاتے۔ راجا ہمارا جسے ان کی قوت و امداد اور راست بازی  
و جاں نثاری پر اعتماد کرتے۔ یہ بھی وقت پر خوب کام آتے۔ صلے میں  
بڑی عزت اور جاگیریں پاتے تھے۔ اتفاق و اتحاد و محبت ان کی قومی  
خصوصیات میں داخل تھا۔

ایک پرانا سیاح و مورخ برہم لکھتا ہے کہ لفظ راجپوت کے معنی  
ہیں راجہ کا بیٹا۔ یہ لوگ پشتاپشت سے سپاہی پیشہ ہیں اور ابتدا  
عمر سے ہی تعلیم پاتے ہیں اور ان کے راجا معاش کے لئے اس شرط پر  
ان کو جاگیریں دیا کرتے ہیں کہ جنگی ضرورت کے وقت اپنے آقا کی خدمت  
کے لئے حاضر ہو جائیں۔ لاد و وغیرہ موردی امراء فرنگستان کی

طرح ان راجپوت ٹھاکروں کو بھی اس ملک کا خاندانی سردار کہا  
جاسکتا ہے بشرطیکہ ان کی جاگیریں ناقابل ضبطی اور موردی ہوں۔  
یہ لوگ ابتدائے عمر سے افیون کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ  
ان کو افیون کے بڑے بڑے انٹے کھاتے دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔  
اور لڑائی کے دن تو یہ معمول سے دو گنی افیون کھا کر ایسے مدہوش  
ہو جاتے ہیں کہ بے فکر و اندیشہ اپنے آپ کو ہر ایک جان جو کھو

مٹتا دیکھتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ پانی میں گھلی ہوئی افیون کو "عمل" کہتے ہیں  
اور افیون کھانے والے کو عملیاد۔



میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر کوئی راجہ خود بھی بہادر ہو تو اس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ میرے راجپوت کبھی کسی مشکل میں میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ لڑائی کے وقت یہ لوگ شاید اتنی بات کے تو محتاج ہیں کہ کوئی ان کا پیش پیش چلنے والا اور لڑانے والا ہو۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے رئیس کے سامنے جان دینا اپنا فخر سمجھتے ہیں اور اسکو دشمن کے ہاتھ میں کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔ میدان جنگ میں جانے سے پہلے جب یہ افیون کے نشہ میں تھومتے ہوئے مرنے کے یقین سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر رخصت ہوا کرتے ہیں تو یہ تماشا عجیب دلچسپ اور قابل دید ہوتا ہے اور اس صورت میں محل تعجب نہیں ہے کہ یہ مغل بادشاہ اگرچہ مسلمان اور بت پرستوں کے مخالف مذہب ہیں لیکن بہت سے راجاؤں کو ہمیشہ اپنی ملازمت میں اور اکثر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ایسے ہی سلوک کرتے ہیں جیسے کہ اپنے مسلمان امیروں اور سرداروں کے ساتھ۔ اور مسلمان امیروں کے مانند ان کو بھی فوج کی حکومتوں اور سرداریوں پر مقرر اور مامور کرتے ہیں۔

میر عبد اللطیف خاں شوستری جو منوچہرن سام بن زریان کے عہد اور کیتباد کے زمانہ میں رستم دستان کے ہندوستان آنے کے قائل و

۱۔ سیاحت نامہ بر فیروز خاندان صفحہ ۴۷ تا ۵۶



ناقل ہیں، اپنے دلچسپ سوانح حیات و سیاحت نامہ کے مرتبہ  
 ۱۲۱۵ء = ۱۸۰۲ء میں ہم جیسے نوآموزوں کے سمجھنے سمجھانے کے لئے  
 ”راجپوت“ کو ”شاہ توت“ کے وزن پر اور بمعنی ”اولادِ راجہ“ لکھتے ہیں۔  
 مثال کے طور پر راجہ راج پوتان جے نگر والے کو بتاتے ہیں۔ ایک دوسری  
 ترکیب یا تفہیم ”رایانِ راجپوت“ بھی موصوف ہی کی ایجاد ہے۔  
 اس سلطنت میں اور دوسرا بھی ہیں جنہیں ”زمیندار“ کہتے ہیں۔  
 ان میں سے کئی ایک ایسے طاقت ور ہیں کہ میدان میں کم و بیش چالیس  
 ہزار سپاہی بندوچی تیرانداز اور بھالا بردار لاسکتے ہیں۔ یہ لوگ سوار  
 نہیں رکھتے اور ان میں سے بہت سے جنگلوں کے اندر رہتے ہیں۔  
 اور عموماً مالیہ وغیرہ بھی ادا نہیں کرتے جب تک کہ زبردستی ان سے نہ لیا  
 جائے۔ آج کل ساری سلطنت مغلیہ میں ان چھوٹے بڑے راجاؤں  
 اور زمینداروں کی تعداد ملا کر پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔  
 ملاحظہ فرمائیے جو اپنے زمینداروں میں ہندی ترکیبات اور الفاظ  
 کا استعمال بہت پسند کرتا تھا فرماتا ہے:-

بک کتاب تحفۃ العالم در سالہ ذیل التحقہ مطبوعہ مطبع اسلامی بمبئی ۱۲۸۴ھ  
 صفحہ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰  
 غید مغلیہ میں حصہ سوم صفحہ ۱۲۰۔



۱۵۰

شوخی سوسن را بگو دل می ربا بد تشنه ات  
 ذات رجبوت ست ترسم دست بر جہد تھر کند  
 اس سے اس من چلے اور دل جلے طبقہ کی زود رنجی اور نازک مزاجی  
 کا خوف حیاں ہوتا ہے۔  
 مرزا محمد کاظم منشی نے عالمگیر نامہ میں ان کی شجاعت و مردانگی کی  
 داد ان الفاظ میں دی ہے۔

ز بس راجپوتان بہ پیکار و جنگ  
 گزشتند از جان بہ ناموس و تنگ  
 فتاد آں قدر کشت در کار زار مؤ  
 کہ شد بستہ راہ گریز سوار  
 ز تیغ جہاد آہستہ بر فروخت  
 کرو ہندوے جنگ جو زندہ سوخت  
 کرنیل ٹاڈ نے راجپوت امیروں کا مقابلہ مغربی تارخوں سے کیا  
 ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جہالت کا پردہ یورپ سے گیارہویں صدی میں  
 اٹھا۔ (۹) راجپوت میں سرداری کی ساری خوبیاں پچھلی امیر  
 کی موجود ہوتی تھیں۔ اور دماغی کمالات میں تو وہ کہیں بلکہ حد سے  
 زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا کہ جب ہندو



شاہزادے دستخط نہ کر سکتے یا اپنا نام فرامین پر لکھنا نہ جانتے ہوں۔ بہت سے تو ایسے تھے جو خود ہی تیار کر دیتے تھے۔ اور اگر ضرورت ہوتی تھی تو نظم ہی میں مرتب کر دیتے تھے۔ یورپ کی اُس وقت (MIDDLE AGES) کی جفاکاری و ستم شکاری سے کیا مقابلہ کیا جائے؟

کرنیل صاحب پھر بھی دونوں کا مقابلہ کرنے میں تامل نہیں فرماتے اور لکھتے ہیں کہ ”مانا ہے اور سے پور قلم و قلم کا فرمان روا اور خطوط نویسی و انشا پردازی میں کامل تھا۔ اور چالیس دو م کی نسبت تو یہ مقولہ مشہور ہے، HE NEVER WROTE A FOOLISH THING،

AND SELDOM DID A WISE ONE. کہ اُس نے کبھی کوئی احمقانہ

بات نہیں لکھی۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی عاقلانہ کام کیا ہو۔“

کچھ ایسا ہی تجربہ اور فیصلہ ہمارے زندہ و تابندہ معاصر

جارج برنارڈ شاہ GEORGE BERNARD SHAW کا بھی ہے۔ فرماتے

ہیں کہ انگلش مین (انگریز) کبھی غلط روی نہیں کرتا۔ وہ اصول جمہوریت

نوازی کے لحاظ سے اپنے بادشاہ کا سراور ادا دیتا ہے اور بادشاہ پسند کے

اصول پر ”بادشاہ سلامت باد“ کے نعرے لگاتا ہے۔

۱۱ صفحہ ۱۱، تاریخ راجستھان، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۹۲ء۔ ۱۲ صفحہ ۵۵۸

راجستھان، جلد اول، مطبوعہ مدراس، ۱۸۹۳ء۔



معاصر یورپین سیاحوں اور مصنفین میں سے ایک ڈی لیٹ ہی وہ  
 لکھتا ہے کہ راجپوت بہت سی صد لیل سے اُس سرحد پر جو ماہین ہندوستان  
 اور اُس کے متصلہ قطعات ملک کے واقع ہو رہے آئے ہیں۔ دین کے  
 لحاظ سے بہت پرست ہیں۔ یہ نہایت جنگ جو بہادر اور لڑائی میں  
 بخوبی تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ان کے اسلحہ برہمی تلوار اور ایک  
 چھوٹی سی ڈھال ہوتی ہے۔ جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کی وضع پر  
 بنائی جاتی ہے۔ تاکہ اُس میں اپنے اونٹوں کے لئے پانی اور گھوڑوں  
 کے لئے عذہ (دانہ) بھی لے جاسکیں جو نہایت درجہ مضبوط اور چالاک  
 ہوتے ہیں۔ ان کے نسل کبھی نہیں باندھے جاتے۔ راجپوت ان پر  
 نہایت چھوٹی عمر سے سوار ہونا سیکھ لیتے ہیں

منوچی (MANUCCI) اپنی تاریخ مغول میں رقم طراز ہے۔ یہ راجہ  
 (راجپوت) بہادر اور طاقتور ہیں۔ اپنے بزرگوں کے رواجات کے بڑے  
 پابند ہیں۔ جو ان کے بزرگوں کے دوست تھے ان کے دوست اور  
 جو ان کے دشمن تھے ان کے دشمن ہیں۔ اور خواہ تنگ بھی ہوں مگر اپنے  
 آباؤ اجداد کے قواعد کی پابندی پر بڑے کار بند رہتے ہیں۔ منغل بادشا  
 ان لوگوں کے ان قاعدوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور واجب ضرورت



ہوتی تو انھیں مدد دے کر ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے کام میں لگا دیتا ہے۔ ان کے یہاں پانچ پانسو برس تک دشمنی خاندانوں اور ریاستوں میں چلی آتی ہے۔ یہ سب کے سب ایسے کھاتے ہیں اور جنگ کے رد و گنی مقدار استعمال میں لاتے ہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کو بھی کھلا دیتے ہیں تاکہ وہ تکان برداشت کر سکیں۔<sup>۱۷</sup>

راجپوت عورت کی بڑی عزت کرتے تھے۔ یہ میڈیم واکو زن کی

تحریر ہے۔ مہا مہو پادھی گوری شکر اوجھا فرماتے ہیں کہ عورتوں کا احترام زمانہ سلف بعید میں تو بہت کچھ کیا جاتا تھا۔ بڑا وقار مانتا تھا۔

ان کو اور دھانگی یعنی مردوں کے جسم کا نصف نام دیا گیا تھا۔ راجپوتوں میں عورتوں کو تعلیم دینا خطرناک نہ سمجھا جاتا تھا۔<sup>۱۸</sup>

ان راجپوتوں، چھتریوں کے ساتھ ان کے نظام سلطنت نے کچھ رعایتیں بھی لگا رکھی تھیں۔ برہمنوں کی طرح خون کے جرم میں بھی ان کی قتل کی سزا نہیں دی جاتی تھی۔ سنگین جرائم کی پاداش میں ان کی جائداد ضبط ہو سکتی تھی۔ ہو جاتی تھی اور جلا وطن کر دیے جاتے تھے۔ چوری کا جرم ثابت ہو جانے پر برہمن کو اندھا کر کے اس کا بایاں

<sup>۱۷</sup> منوجی حصہ سوم، صفحہ ۱۱۷۔ ۱۶ ایضاً صفحہ ۱۱۴۔ ۱۵ ویدک ہندو متی، ۱۳۶

<sup>۱۸</sup> قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب مترجمہ پریم چند صفحہ ۷۵۔ ۱۹ کسی برسہ کام کے پتہ



۱۵۴

ہاتھ اور داہنا پیر کاٹ لیا جاتا تھا۔ چھتری اندھا نہیں کیا جاتا تھا  
چھتریوں کا ستاج میں بھی اونچا درجہ تھا۔<sup>۲۱</sup>

کھائی پر مانند سمیت ناخوش ہیں کہ ”بھگوان داس نے دہلی میں اپنے  
رسوخ کو بڑھایا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں اس شخص نے اپنی لڑکی شاہنواز  
سلیم کو شادی میں دے کر راجپوتی شان اور عزت مٹی میں ملا دی تھی۔  
باپ بیٹوں (راجہ بھٹاڑا مل اور راجہ بھگوان داس) نے مل کر کلبھاڑے  
کا دستہ بن کر راجپوت قوم کے درخت کو کاٹنے میں کوئی کسر نہ رکھی۔  
دہلی کے بادشاہوں کو کسی راجپوت کا اپنی لڑکی دیدینا ایک ایسا قومی  
گناہ تھا جس کی تلافی کبھی نہ ہو سکتی تھی۔<sup>۲۲</sup>

۲۱۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، صفحہ ۱۹۵  
۲۱۔ ایضاً، صفحہ ۵۲۔ تاریخ فرشتہ۔ سیر المتاخرین۔ طبقات اکبری۔ طبقات اکبر  
شاہی۔ تاریخ نظامی۔ مختصر تاریخ راجپوتانہ۔ اکبر نامہ جلد سوم۔ مرآت واردات۔  
ترک جہانگیری۔ مفتاح التواریخ، صفحہ ۲۲۵۔ خلاصۃ التواریخ منتخب التواریخ  
بدایونی۔ مرتع اکبر آباد۔ آثار الامرا شاہ نواز خاں۔ منتخب اللباب خانی خاں۔  
مغل ایپار، مصنفہ کین (KEENE) (دربار اکبری مولانا آزاد)۔

۲۲۔ ”بہارِ ملی“ دونوں صحیح ہیں۔ راجستھان، صفحات ۳۶۶ و ۳۶۷۔  
۲۳۔ خلاصۃ التواریخ، صفحہ ۳۶۲۔ بیل کی دکشتری، صفحہ ۴۳۔ ۲۴۔ تاریخ راجستھان  
صفحات ۴۵۳-۴۵۴۔



اس سے پیشتر وہ لکھ چکے تھے کہ "اودا" رانلے میواڑ سے ہندو  
مورخ بہت ناراض ہیں۔ اس کو ہتھیارا رانلے لکھتے ہیں۔ اس نے بعض  
مصالحے ملکی اور ہمسایہ حریف ریاستوں کی مخالفت و عناد سے صرف  
یہ نہیں کیا کہ وہ بہلول لودھی کے پاس دہلی جا پہنچا۔ میواڑ کو دہلی کا خراج  
گزار بنانے پر تیار ہو گیا بلکہ اپنی لڑکی بھی پیش کر دی۔ یہ ۱۴۴۲ء کا واقعہ ہے۔  
میں کہوں گا کہ رانا اودے سنگھ اور بہلول پر حصر و حد ٹھیک نہیں۔  
اس گناہیست کہ در شہر شمایر کنند۔ معمولی درباریوں اور امیروں سے  
قطع نظر کیجئے تو بھی ایسے بہت سے تاجداروں کے نام ملتے ہیں،  
جن کی محل سرائوں میں ایسی بی بیاں تھیں جو پہلے نامسلمان تھیں مگر  
شوہروں کی محبت و اتحاد اور جذباتِ عشق و الفت نے ان کو مسلمان  
بنادیا تھا۔ چند کا نام سن لیجئے۔ معز الدین سام اور راجہ اچھہ کی بیٹی  
غیاث الدین خلجی اور رانی خورشید راجہ بھلانا کی لڑکی۔ ناصر الدین خلجی  
اور راجہ جھون داس کی بیٹی یعنی رانی جے پوری۔ نیز بھوانی داس

۲۵ تاریخ راجستھان، صفحہ ۲۹۸۔ ۲۶ تاریخ الہ آباد پہلی جلد، صفحہ ۱۰۵۔

۲۷ تاریخ فرشتہ، مقالہ دوم، صفحہ ۵۶۔ ۲۸ تاریخ فرشتہ، مقالہ پنجم، صفحہ ۲۵۷۔

تاریخ ظفر الودیع، مقالہ از حاجی دبیر، جلد دوم، صفحہ ۲۰۹۔ ۲۹ تاریخ فرشتہ

مقالہ پنجم، صفحہ ۲۶۲۔



پسر شرداس کی بیٹی، رانی جتوڑی، وغیرہ

ہمارے جوشیلے مورخ کے غم و غصہ کا جذبہ بھی فرو نہیں ہوا ہے وہ لکھتا ہے کہ ”اکبر اور رانا پر تاب سوار کو چھوڑ کر دوسری راجپوت ریاستیں تقریباً تمام کی تمام ابنیر، مارواڑ، اجمیر، بریکانیر، ہندی دہلی کی غلامی قبول کر چکی تھیں۔ ان میں سے کتنوں نے اپنی لڑکیاں ترکوں کو بیاہ دی تھیں۔ پر تاب کے لئے یہ خیال بھی ناقابل برداشت تھا۔ وہ کبھی یہ سن ہی نہیں سکتا تھا کہ سوار ترک کو اپنی لڑکی دے سکتا ہے۔ یا ترک کے لگے اطاعت کر کے صلح کر سکتا ہے۔“<sup>۳۲</sup>

بھائی پر مانند تاریخ راجستھان میں رقم طراز ہیں کہ مارواڑ کے راجہ مال دیو نے اپنا بیٹا اودے سنگھ اکبر کے پاس سلام کے لئے بھیجا۔ وہ وہ ناگوہ میں ملا۔ اکبر نے اس کا خطاب رائے سے راجہ کر دیا۔ اور جو دھا بانی کو شادی میں دینے پر مارواڑ کا علاقہ دگنا کر دیا گیا۔ جس سے دولاکھ پونڈ سالانہ آمدنی بڑھ گئی۔<sup>۳۳</sup>

دوسرے موقع پر لکھتے ہیں ”موٹا راجہ نے اکبر کی بیٹی (پچانسنے کی ٹوند) کا شکار ہو کر جو دھا بانی کی شادی بادشاہ کے ساتھ کی۔ اکبر نے مارواڑ

۳۲ طبقات اکبری صفحہ ۵۷۔ ۵۸۔ تاریخ راجستھان صفحہ ۳۵۵۔

۳۳ ایضاً، صفحہ ۳۵۵۔ ۳۵۶ صفحہ ۳۶۰۔



کے ساتھ اتنا علاقہ اور بڑھایا کہ اسکی آمدنی آگے سے دو چند ہو گئی<sup>۳۴</sup>  
کرنیل نے لیسین بجوارہ کرنیل ٹاڈ تحریر کرتے ہیں کہ اکبر نے مشورت  
دیکر اس (لڑکی) کو حاصل کیا تھا۔ یعنی چار صوبے مرحمت فرمائے تھے  
جس سے مار وارڈ (جودھ پور) کے محاصل دو چند ہو گئے تھے<sup>۳۵</sup>۔

مسٹر ناتا لال مہتا نے ایک مقالہ موسومہ ”ہندوستانی تمدن میں  
اسلام کا حصہ“ تحقیق و تدبیر کے ساتھ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہندو  
کے نقطہ نظر سے یہ باہمی ازدواجی دوستی و محبت کے گہوارہ صُبان  
نہ تھے۔ بلکہ یہ اُن کی تذلیل اور خود اپنے لوگوں کو اپنے جماعتی مابج  
کی حرص و ہوا کے اندر رکھنے کی ناقابلیت ظاہر کرنے کی محض  
ایک صورت یا تدبیر تھی۔ اس لئے ان مخلوط شادیوں سے جو شاہی  
نسبیں یا اولاد ہوتی تھیں وہ اگر کوئی شے بھی نہ ہوں تاہم بت پرست  
ہندوؤں کے لئے خالص خون والے مسلمانوں سے کہیں زیادہ مخالف  
و متعصب ہوتی تھیں۔ اس کے متعلق مجھے صرف فیروز تعلق اور  
شاہجہاں کا نام لے دینا کافی ہے<sup>۳۶</sup>۔

۳۴ صفحہ ۲۴۲ - ۳۵ تاریخ اکبر صفحہ ۱۸ نیز ۱۱۴ - ۱۱۵ کسی کام کو کرتے وقت

اس کو سوچ سمجھ لینا۔ غور کر لینا۔ ۱۱۵ اشبار لیڈر ”صفوحہ ۸ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء

نیز تاریخ راجستھان صفحہ ۸۸ پر ماستند۔



فیروز تغلق اس خاندان تیموریہ سے تعلق نہیں رکھتا، اس لئے  
 اُسکے بارے میں بحث کرنا اور صفائی پیش کرنا ضروری نہیں۔ شاہجہاں  
 کی نسبت یہ چند اقوال مختصراً نقل کر دینا کافی ہیں۔ ٹیوری صاحب  
 کا بیان ہے کہ شاہجہاں کی حکومت ایسی عمدہ اور مشفقانہ تھی جیسی کہ  
 باپ کی خاندان پر ہوتی تھی۔ مسٹر اسٹیلے مین پول فرماتے ہیں کہ ہندو  
 لکھنے والے شاہجہاں کے انصاف اور رواداری وغیرہ کی بڑی  
 تعریف کرتے ہیں۔ ۳۹

تیسری سند پر ویسے رنجیب اشرف ندوی کی ہے۔ لکھتے ہیں :-  
 ”راجپوتوں نے مسلمانوں کے ساتھ رشتہ قائم کر کے حصولِ حکومت  
 و مقصد کا ایک اور راستہ پیدا کر لیا تھا۔ چنانچہ جہانگیر پہلا شخص ہے جس کے  
 زمانہ میں بت خانہ بنانے کی بے سنگہ دیو نے اجازت مانگی۔ اس سے  
 پہلے اکبر جیسا بادشاہ تھا۔ لیکن تاریخ اس کی ایک مثال بھی نہیں پیش  
 کر سکتی کہ اس کے زمانہ میں ایک بھی نئی عمارت بنی ہو۔ جہانگیر کے زمانہ  
 میں خیر بہ اجازت ایک بت خانہ بنا، اور وہ بھی اس دولت سے جو  
 ابوالفضل کو قتل کر کے حاصل کی گئی تھی۔ لیکن شاہجہاں نے عہدِ حکومت

۳۸۔ ازنگ زہیب اور ذوالسلطنت مغلیہ سرولیم ولسن ہنٹر، صفحہ ۱۵۰۔ تاریخ و اجستان  
 صفحہ ۳۸۸۔ ۳۹۰۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰۔ درجہ صفحہ ۱۴۰۔ نیز یہ مضمون لکھندہ (باقی صفحہ آئندہ پر)



ہی میں ہندوؤں نے صرف بنارس میں چتر گپتی بت خانے بنا ڈالے  
 ... پھر جب داراشکوہ جیسا ولی عہد ان کو مل گیا، اور اس کی  
 ذات میں وہ ہندو مذہب و حکومت کا خواب دیکھنے لگے، تو انھوں  
 نے ایک قدم اور بڑھایا اور مسجدوں کو توڑ کر بت خانے بنا ڈالے۔

یہاں پہنچ کر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان سلاطین اور  
 بادشاہوں کے ساتھ ان راجپوتوں کا برتاؤ کیسا رہا؟ ان کے سلوک  
 اور حسن عمل کی کیفیت کیا تھی؟ پروفیسر نجیب شرف ندوی فرماتے  
 ہیں "بائبر کے ساتھ راجپوتوں کی بے وفائی اور بھڑکی خود ان کی شکست  
 کا باعث ہوئی۔ اناسا نگانگ فٹج پورسیکری میں مغلوب ہوا۔ ...  
 باہو دھاپوں کی تاریخ کا ایک ورق بھی ہم کو یہ نہیں بتاتا کہ ایک راجپوت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جو پیر سنگھ دیو نے ۳۳ لاکھ کے صرف سے مالیشان اور شقوش تھڑوں  
 کا بنوایا تھا۔ امرتسہ ہنود صفحہ ۳۵۰۔ ۳۵۱ مقدسہ رفعات عالمگیر صفحہ ۳۴۵

۳۴۶۔ بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اول حصہ اول صفحہ ۴۵۲۔ ہندو مذہب

اور تصوف کی طرف داراشکوہ کا میلان ہونے کے لئے ملاحظہ ہو سید صباح الدین  
 عبد الرحمن کا مقالہ مندرجہ رسالہ معارف "نمبر ۵ جلد ۲۸ صفحہ ۳۴۵

۳۵۴ و ۳۶۰ و ۳۶۶۔ مجمع البحرین و سیر اکبر (در تصنیف)۔ مقالہ لایہ شبلی جلد ہفتم

صفحہ ۱۰۱۔ ۳۲ "ٹاڈ صاحب کی تاریخ مرتبہ و تصحیح کردہ کا صفحہ ۱۵۱ متعلق باپ



نے بھی کسی وقت ان کا ساتھ دیا ہو۔ ہمایوں کی شکست اور شیر شاہ کی فتح کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان سے تعلقات قائم کئے، تو راستیں پیدا کیں تو ان کے جذبات و فاداری و جاں بازی کی کیفیت کچھ اور ہی تھی۔ اورنگ زیب بدنام ہندو کش اورنگ زیب اور اس کی پالیسی پر یہی غیور و بہت راجپوت فدا تھے۔ اسٹینلے لین پول Stanley Lane-Poole مشہور مصنف مورخ و مستشرق (ولادت ۱۸۵۴ء) کا بیان ہے کہ اسی ملک کے بعض بعض راجا ہیں جس ہزارہ کا لشکر لے کر اورنگ زیب کی رفاقت میں لڑنے کو جاتے تھے اور ایسے راجاؤں کا شمار ستوں سے متجاوز تھا۔

دہلی میں عموماً قلعہ میں پچاس ہزار سوار رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اتنی ہی تعداد اور ہر جوہر روز آتی جاتی رہتی ہے۔ جس ہزار پیادہ فوج جو سب کے سب راجپوت ہیں یہاں موجود رہتی ہے۔ جن میں بارہ ہزار تو خانہ کا چارج سمجھالے ہیں اور باقی شاہی محل کی رکھوالی اور سنتری وغیرہ کے

۱۶۳ مقدمہ رقعات عالمگیر مطبوعہ دارالمصنفین صفحات ۳۲۲ و ۳۲۵ -

۱۶۴ سوانح اورنگ زیب ترجمہ از مشاہیر فرما نردایان ہندوستان صفحہ ۱۶۰ - ٹاڈ

صاحب کی تاریخ مرتبہ کروک صفحات ۲۲۶ و ۱۶۹ و ۳۲۹ -



فرائض انجام دیتی ہے۔<sup>۴۵</sup>

[مستر کر دکھتے ہیں کہ "بائیس" ایک اصطلاح تھی جس کا اطلاق مغلوں کی فوج پر ہوتا تھا۔ غالباً یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اس میں بائیس لاکھ آدمی تھے۔ "بائیس" بھی کہلاتی تھی۔]<sup>۴۶</sup>

ہمارا جہ حبسونت سنگھ راٹھور والی جو دھپور کو راؤ بھاؤ سنگھ لڈا کی بہن بیاسی تھی۔ حبسونت سنگھ نے جب اورنگ زیب سے بغاوت کرنا چاہی تو اس رانی کو بلا کر اُس سے بھائی پر بہت دباؤ دیا کہ وہ بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت میں اُس کا ساتھ دے۔ لیکن راؤ بھاؤ سنگھ نے خاندانی تعلقات پر حق نمک کو مقدم سمجھا اور صاف انکار کر کے کہہ دیا کہ میں بادشاہ کا نمک حلال جاں نثار ہوں۔ نمک حرامی کا دارغ لے کر دنیا سے نہیں جانا چاہتا۔<sup>۴۷</sup>

سید نجیب اشرف لکھتے ہیں کہ حبسونت سنگھ کے ساتھ جو احسان اورنگ زیب نے کیا تھا اُس کے بدلے میں اُس نے بیوفائی کی۔ اورنگ زیب نے اس عداوتی کے وقت کمال سکون سے کام کیا۔

۴۵۔ سوچی حصہ سوم، صفحہ ۱۰۰۔ ۴۶۔ تاریخ طاؤ، جلد سوم، مطبوعہ آکس فورڈ

۱۹۲۰ء، صفحہ ۱۳۵۔ ۴۷۔ حیات جلیل، حصہ دوم، صفحہ ۶۳۔

۴۸۔ امراتے ہندو، صفحہ ۱۸۔



کسی قسم کی باز پرس نہیں کی۔ اس کے متعلق اگر کسی کو کچھ لکھا تو صرف اتنا کہ یہ ایک غیر راجپوتی فعل تھا۔ چنانچہ مرزا راجہ جے سنگھ کو لکھنا ہے ”انچہ جسونت سنگھ باخود کرد، سچ دشمن نکند ... مادر عنایت و مرحمت نسبت باو باوجود تقصیرات و بے اخلاصی با کمی نہ کرد“ ایم انچہ او کرد شاید سچ کم ذاتے یا سپاہ سے نہ کند چہ جائے راجپوت از خانوادہ کلاں۔“

جسومت سنگھ اورنگ زیب و شجاع کی برادرانہ جنگ سے جب بھاگا تو امیر الامرا شایستہ خاں صوبہ دار اکبر آباد کو اورنگ زیب نے لکھا تھا کہ ”جسونت سنگھ مردانہ از جنگ و پشت کہ نزد غنیمت آمدہ منزل کر دیم گر بخیتہ ...“

لیکن شاہزادہ اکبر کو اورنگ زیب نے جب جسونت سنگھ کے طریق عمل کی نسبت طعن کیا، دارا کا ساتھی بتایا۔ ایسے لوگوں پر اعتناء نہ کرنا، راجپوتوں پر۔ تو شاہزادہ نے باپ کو جواب دیا تھا کہ شاہنشاہ شاہ جہاں ان کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کا عاشق زار تھا، اور انھیں کی شمشیر آبدار سے وہ شاہنشاہ ہندوستان بن گیا تھا۔

۴۹ مقدمہ رقعات عالمگیر صفحات ۴۷۶ و ۴۷۷ قصص ہند حصہ دوم

صفحہ ۱۳۱۔ ۱۳۰ رقعات عالمگیری صفحہ ۲۹۔ نول کشور ص ۱۹۱



انہیں بہادروں کی مدد سے مشہور و معروف جرنیل جہا بت خاں نے جہانگیر کو قید کر کے اپنے دشمن کو شکست دی تھی۔ اسی راجپوت نسل کے لوگوں نے حضور کی نظروں کے سامنے ہی کارہائے نمایاں انجام دے گئے۔ راجپوت اپنی وفاداری کی وجہ سے تعریف کے مستحق ہیں یہ

”ایک بات“۔ بعض دعوی داران اتحاد و نصفت اپنی شعلہ آفرین و آتش افشاں تاریخ نگاری سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ بدینت و بد اندیش عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو زبردستی مسلمان کر لیا چاہا تھا جس سے راجپوتوں اور مسلمانوں کے باہم عداوت و عناد کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کشت و خون ہوا تھا۔ شاید یہ ناحق کوش اس طرف نظر نہیں رکھتے کہ اوزمگ زیب کا بیٹا سلطان اکبر جب ایران کو بھاگا تھا تو اپنی دو بیٹیوں کو جسونت سنگھ کی (اسی) بیوہ رانی کی پناہ میں چھوڑ گیا تھا۔ خدا کی دین کہ دونوں کے ہاں اولاد نہ پیدا ہوئی۔ رانی کچھ زمانہ تک ان نو مولود فرزندوں کو اوزمگ زیب کے پاس بھیجے میں مائل بلکہ جیلے حوالے کرتے رہی۔ اس کو بھروسہ تھا کہ

۱۵ منوجی حصہ پنجم صفحہ ۲۷۷۔ ۱۶ راجستھان، صفحات ۲۵۱ و ۱۰۰۰۔

شاہزادہ اکبر راجپوت خاتون کے بطن سے تھا۔ صفحہ ۱۷۹۔



اکبر بند وستان کو واپس آئے گا۔ تاج و تخت سنبھالے گا تو مجھے اور میری جماعت کو اس حسن خدمت اور بچوں کی پرورش و محبت کا شاکہ صلہ دے گا۔ مگر مشیت الہی کا ظلم اس کے خلاف چل چکا تھا جب یہ امید پوری ہوتی نظر نہ آئی تو رانی نے دونوں بچوں کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ یہ بڑا تماشا تھا کہ جب یہ خور و سال بچے اپنے سال خورد (بوڑھے) دادا کے پاس پہنچے ہیں۔ تو سوائے ایک راجپوتی زبان کے کسی اور زبان کا ایک حرف بھی نہ جانتے تھے نہ سمجھ سکتے تھے۔ اور وہ زبان بقول منوجی درباری زبانوں سے بالکل مختلف تھی۔ اور نگ زیب نے ان کے لئے نوکر چاکر رکھے۔ آتایق و استاد مقرر کئے۔ بڑی محبت و شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کرائی گئی۔

راجپوتانہ کی یہ جواں محبت جواں سال خوش نصیب شاہزادیاں ہر قسم کے زیور حسن و جمال سے آراستہ 'شائستگی و تربیت سے پیراستہ ہوتی تھیں۔ فارسی تارخیوں کو تو اس بارہ میں خاموش پاتا ہوں۔ البتہ سوا سو برس ہوئے کرنل ٹاڈ نے انکی ویربائی و دیداری ایشاد و ونا شعاری کی یہ سند پیش کی تھی۔

راجپوت عورتیں نکوکار، محبت کرنے والی، وفاکیش، گھر بار کے معاملات



میں سرگرم حصہ لینے والی اپنے شوہروں کے ساتھ لڑائی کے خطرات  
میں نیز شکار میں شرکت کرتے والی بزدل کو نفرت و حقارت سے دیکھنے  
والی، اور امور عامہ اور خانہ داری میں بے مثل اثر و وسوخ رکھنے والی  
لکھی جاتی ہیں۔ ان کے لئے ہر قسم کی عیش و عشرت اور تفریح و خوشی  
کا سامان ان کے ذوق کے مناسب ہیا و فراہم رہتا تھا۔  
اور جیسا کہ کرنیل صاحب ناقل ہیں ”کوئی راجپوت اپنی بی بی  
کا نام نہیں لیتا ہر“ کیا یہ انتہائے احتیاط و احترام و اہتمام پر وہ  
داری نہیں ہے؟

اس پردہ بزم مجاز کو اولٹ دینے والے طبقہ کی کیفیت اب کیا ہے؟  
اسکو ہماری زبان کے ایک ممتاز جادو نگار استغیا پر داز کے قلم سے چھپ  
یجئے۔ جس نے ایک بچ کی تحریر میں کسی دوست کو بتایا تھا۔  
”پھر ایک بات اور ہے جو صرف کات میں کہنے اور بتانے کی تھی۔  
مگر مجبوراً کہنا پڑتی ہے۔ کہ خزیں کو بنارس میں ہر ”بوہن بچہ“ کھین و  
رام نظر آیا تھا یہاں قدم قدم پر ”سیتا و رادھا“ کا سامنا ہے اور اس

۱۵ صفحہ ۳۸ تاریخ راجستھان۔ از کرنیل ٹاڈ، مرتبہ ولیم کروک، جلد اول  
آکس فورڈ، ۱۹۱۲ء۔ صفحہ ۳۳۵ نوٹ۔ تاریخ ٹاڈ انگریزی،

جلد اول، مطبوعہ ۱۸۷۳ء۔



اہتمام کے ساتھ کہ بے پردگی دیوانہ طرح نقاب افگند نش۔  
 راجپوتوں کی لڑکیاں ہیں۔ بلند بالا صحیح و توانا، تیوریاں چڑھی ہوئی  
 گردنیں تنی ہوئی، آنکھوں میں تیراگوں میں عبیرا برووں میں خنجر  
 بالوں میں عنبر ہاتھوں میں ہندی، ہاتھ پر بندی۔ اب آپ سے کیا  
 کہوں کیا چیز ہیں۔ قامت رعنا کی وہ ادا کہ لچک دار نیزہ بھی شرماتا  
 کمر میں وہ لوح کہ بید کو بھی مار آئے۔ ۵۶

مرحوم آغا شاعر قزلباش دہلوی نے بھی کچھ ایسے ہی جذبات ایک  
 قصیدہ میں ظاہر کئے ہیں جو لفظا ہر لعبتان فرنگ اور آتشیں پیران  
 شوخ و شنگ کی شان میں ہیں۔ مگر حسب حال اور حسب موقع  
 سمجھ کر چند شعر نقل کرتا ہوں۔ آپ ان کو نا طور گان راجپوتانہ کے متعلق  
 سوغات تصور فرمائیں۔

وہ حسنیوں کے پرے آئینہ برق جمال  
 گون پہنے ہوئے ہر سمت بتان دلیر  
 وہ ستم گار تبسم وہ جفا گر چتون  
 بھلیاں اس سے گریں اس سے رہا ہوئی  
 فتنہ پرداز نگاہیں کہ جگر میں ٹہریں  
 اتنی بیتیاب ادائیں کہ ادائیں ششدر  
 ایک سے ایک زیادہ تھا مٹانے کے لئے  
 ہر طرف خوبی استاد ازل کے مظہر

۵۶ مکتوبات نیاز، صفحہ ۱۴۴۔ ۵۷ محبوب۔ معشوقہ۔ ۵۸ تحفہ ہدیہ۔

۵۹ صفحہ ۱۱۲، دربار اعظم۔



## صفحہ ۵۔ دوسرا مقالہ مغل

راجپوت پر کھپلا مقالہ بے ارادہ اتنا طویل ہو گیا کہ ”مغل“ کے زیر عنوان زیادہ لکھنا طویل آئل نہیں، تو طویل عمل ضرور سمجھتا ہوں۔

چھٹائی مغلوں کے لئے ایلیاس راس (ELLIAS ROSS) کی ”وسط ایشیا کے مغلوں کی تاریخ“ قابل مطالعہ ہے۔

”مغل“ کا لفظ ہمارے زمانہ اور ہماری زبان میں سیم پر پیش کر عین پر زور سے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ ترکی ہے اور ترکی لغات میں ”مغول“ (بضم تین و واو معدولہ و سکون لام) تحریر ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ مغل ایک جاتی بوجھی معروف قوم کا نام ہے۔ اور جیسا کہ اکثر کلمات کی کیفیت ہے ”مغل“ کے بھی متضاد یعنی اچھے ہونے دونوں طرح کے معنی ہیں۔ یعنی ایک - ترکوں کے فرقہ کا سردار اور سادہ دل۔ دوسرا شریر۔ جیسا کہ بعض فرہنگوں میں مندرج ہے۔ حقیقت جو کچھ ہو صحیح یا غلط یہاں مغل سے مراد ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے آخری خاندان سے ہے جو دہلی میں میرے محسن و مخدوم سرچارڈ برن (SIR RICHARD BURN) کے حساب سے ۱۹۳۲ء (۱۵۶۴ء)

نہ تعارف صفحہ ۲۸۔



سے ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۶ء) تک ۳۴۲ برس کے قریب حکمران رہا تھا۔  
 ان کا سلسلہ نسب چنگیز خاں اور امیر تیمور سے ملتا ہے۔ یہ لوگ مسلمان  
 ترک تھے اور ترکوں کی ایک مخلوط شاخ سے یہ جماعت بڑھی چڑھی تھی۔  
 لیکن اُس مسعود و مبارک زمانہ میں باہر سے آنے والے حملہ آور غموں کا مغل  
 ہی ہوتے تھے اور سب کے سب مغل کہلاتے تھے۔ اس لئے بلا  
 لحاظ اصل و نسل یہ بھی مغل کہلانے لگے۔ اپنے شہرت یافتہ اور  
 فاتح اعظم مورث اور جد امجد کے انتساب سے یہ خاندان تیموری بھی  
 کہلاتا ہے۔ تیمور ہندوستان میں بھی آیا تھا مگر پھر انہیں نہ ملک  
 داری کی۔ دہلی کا خاندان شاہی ظہیر الدین محمد باہر سے چلا۔ باہر تیمور کی  
 چھٹی پشت میں تھا۔ باہر کا باپ عمر شیخ مرزا، اندھان (فرغانہ) اور  
 ترکستان کا فرماؤا تھا۔ مآثر باہر قتلغ نگار خانم یونس خاں بادشاہ  
 ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کے تاجدار چغتائی ترک تھے۔ یہ تو ڈیڑھ صدی پہلے  
 کی بات ہے مگر آج سے پچاس برس پیشتر بھی یہی ترک ساری اسلامی دنیا پر چھائے  
 ہوتے تھے۔ ایران کا خاندان قاچار بھی ترکی نسل تھا۔ مصر کا خاندان سابق خدیوی  
 حال سلطانی اور ٹینیسنس کے "بے" یا "بک" کا گھرانہ اور قبل از قبضہ فرانس الجزائر  
 امیر سبک سلا ترک تھے۔ یورپ میں صرف ایک ہی قوم بلکہ فرقہ قوم تارینی حیثیت سے  
 ترکوں کے مقابل ہو اور وہ گروہ شمالی فرانس میں نامدنی لوگوں کا ہے۔ ۶۲ ٹاڈ صاحب کی تاریخ  
 مرتبہ کروک، صفحہ ۳۵۱۔



مغولستان کی لڑکی تھی۔ بابر ہندوستان آیا۔ ابراہیم حسین لودھی سے  
جنگ آزما ہوا۔ فتح پائی۔ منگولوں کی جرات جفاکشی اور ترکوں کی ہمت و  
مردانگی، دو قابل عزت چیزیں اور غلطیئے مہربت الہی نے اس کے حقے  
میں ڈالے تھے۔ بابر کی رگوں میں ایشیا کی دوزبردست اور طاقتور  
قوموں کا خون دوڑ رہا تھا۔ یعنی ایک طرف چنگیز خاں عرف توح جن،  
منگولی کا۔ دوسری طرف تیمور ترک کا۔ اس کو آپ لوں بھی کہہ سکتے  
ہیں کہ ایک جانب تاتاریوں کی بہادری اور جنگ جوئی اس کا مایہ مخیر  
تھیں تو دوسری جانب آزادی ہند و شائستگی اس کی گھٹی میں پڑی  
تھی۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ ان مغل بادشاہوں نے مذہب اور اسلام  
کی خدمت کیا کی؟ اس کا جواب انہوں سے نہیں غیروں سے لیجئے۔  
سر الفریڈ لائل (SIR ALFRED LYALL) اپنی کتاب ایشیا ایک اسٹڈی  
"ASIATIC STUDIES" میں فرماتے ہیں "جو فاتحین اسلام  
شمالی ہند میں شاہی خاندانوں کے بانی ہوئے یا جنہوں نے دکن میں  
اسلامی سلطنتیں قائم کیں، ان کو مذہب کی کچھ پروا نہ تھی۔ ان میں اکثر  
ایسے تھے جن کو تبلیغ مذہب کی مہلت ہی نہیں ملی۔ کیونکہ یا تو ملک کے  
فتح کرنے میں ان کا وقت صرف ہوا یا خانہ جنگیوں سے ان کو فرصت



نہ پہلی۔ یہ مسلمان فاتح اکثر وحشی منسل یا تاتاری ہوتے تھے۔ پیغمبرؐ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر خود ان کو استحکام نہ تھا۔ اور وہ جوش اور ولولہ جو سام  
ابن نوح علیہ السلام کی اولاد کا خاصہ ہوا اور جس کا نمونہ عرب کے قدیم  
علم برادران اسلام نے دکھایا تھا چھو بھی نہ گیا تھا۔ جو سلطنت انھوں  
نے قائم کی اُس کی حیثیت ہمیشہ جنگی رہی۔<sup>۶۵</sup>

مسلمان حمل آور فتح مندوں کا دعوت بھی سن لیجئے۔ سلطان محمود  
نے راجہ اشد پال سپر جے پال کو جواب دیا تھا کہ ورکیش مسلمانان چنان  
است کہ ہر قدر رواج شریعت غرا و کسر معاہد کفار سعی نماید  
یوم الجزا اجر بیشتر یا بند و نیت ہایوں آست کہ رسم بت پرستی اند  
جمع بلاد ہندوستان بالکلیہ زائل گما ییم۔<sup>۶۵</sup>

فاضل پروفیسر آرنلڈ (T.W. ARNOLD) نے اپنا یہ خیال  
ظاہر کیا ہے کہ یہ فاتحین اور سلاطین عموماً لڑائیوں میں ایسے مصروف  
ہو کہ اسلام کو ترقی دینے کی صلت نہ ملی۔ لوگوں کو مسلمان کرنے کی جگہ  
ان سے خراج وصول کرنے کا ان کو زیادہ خیال رہا۔<sup>۶۶</sup>  
در کفر ہم ثابت نہ، ز تار رارسوا کن۔

<sup>۶۵</sup> مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۸۹۔ ملا خوی عادات دین مذہب۔<sup>۶۶</sup> تاریخ فرشتہ

جلد اول، صفحہ ۲۷۔ سپر یچنگ آن اسلام دعوت اسلام۔



مسٹر منوچی کئی سو برس پیشتر کا تجربہ بتاتے ہیں: "ناظرین کو یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ اگرچہ یہ مغل لوگ مذہب اسلام کے پیرو ہیں تاہم انکی عادات میں کئی ہندو رواجات بڑی مضبوطی سے جاگزیں ہو چکے ہیں۔ مثلاً جب وہ کوئی کام کرنا چاہیں یا کسی سفر پر جانا چاہیں تو کوئی نہ کوئی قربانی ضرور دیتے ہیں۔"

عظیم الشان انگریز مورخ گبن (EDWARD GIBBON) راز ۱۷۷۷ء تا ۱۷۹۴ء نے مسلمانوں کے عروج و زوال یا دور حکومت کا خاکہ ان پانچ لفظوں میں کھینچا تھا۔ دہلی کے مغل بادشاہ بھی اسی اصل کی فرع ہیں اس لئے یہ تعریف ان پر بھی حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ یعنی ۱۔ شجاعت ۲۔ عظمت ۳۔ نزاع ۴۔ اتبری ۵۔ تباہی۔ مردانگی و بہادری، شجاعت و عظمت کا دور دورہ تو باہر سے لے کر اوند گریب تک رہا۔ کم و بیش ۱۸۶ سال۔ اس کے بعد نوابوں کی سلطنت کے بیمار پڑنے اور مرض الموت میں لگے۔ برادرانہ نزاعات، معرکے، ناوہ شاہ اور درانیوں کے حملے اس اتبری کی تعبیریں ہیں۔ "تباہی و تباہ حالی کا زمانہ بھی خاصا طویل تھا جب کہ نام کا مغل شاہنشاہ محض برطانوی دست و سطوت کے زیر فرمان ایک وظیفہ خواہ و ذلہ رہا انسان رہ گیا تھا اور



نہیں۔ جس کا خاتمہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے ہوا۔ یہ زندگی کسی نوع کی سیاسی زندگی قرار نہیں پاسکتی۔ غشی محمد مرزا دہلوی کا یہ لکھنا کہ مغلوں اور تاتاریوں کا ماضی درخشاں و تاباں رہا ہی صرف پہلے دور کی نسبت صحیح مانا جاسکتا ہے۔ آکس فورڈ کا نامور مورخ رابرٹس P.E. ROBERT

اپنی تاریخ ہند برطانوی (صفحہ ۱۲) میں رقم طراز ہے کہ جہانگیر کی تخت نشینی سے لے کر تقریباً سو برس تک مسلسل سلطنت مغلیہ پر لائق اور طاقتور فرمانروا حکمرانی کرتے رہے۔

”مرزا آکے شعلق ڈی لیٹ صاحب کے حاشیہ نویس لکھتے ہیں کہ یہ امیرزادہ کا اختصار ہے۔ ابتداً یہ بادشاہوں اور شاہزادوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ باہر نے ترک کر کے ”بادشاہ“ کا لقب اختیار کیا۔ سا ہی ساتھ یہ بھی برابر چلا آیا۔ بعض صورتوں میں سلاطین اور شاہی اولاد و احفاد کے ناموں سے پہلے اکثر میں ناموں کے بعد لگا دیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ تیرھویں صدی میں زیادہ ممتاز امیروں اور امیرزادوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مسٹر بیل (ڈکشنری صفحہ ۱۷۷) ڈی لیٹ کے ہم نوا ہیں۔

مسٹر ونسٹ اسمتھ، سر ولیم کی کتاب میں یہ نوٹ اضافہ کرتے

صفحہ ۱۴۹۔ بحوالہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۹۱۳ء صفحات ۱۵۱ تا ۱۵۳۔



۱۷۳

ہیں کہ صحیح طور پر تو یہ مغل کا لفظ ترک نسل کے مسلمانوں ہی پر صادق آتا ہے۔ ایسے لوگ عام طور پر اپنے نام کے ساتھ بیگ اور اکثر نام سے پہلے فارسی کا خطاب مرزا لگا دیتے ہیں۔

”بیگ“ باتفاق جملہ اہل لغت قدیم و جدید ترکی لفظ ہے امیر یا بڑے آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ”بیگ اور بیگ“ اسی کا مخفف اور ترکوں کا معزز لقب ہے۔

میرزا اسد اللہ خاں غالب پنج آہنگ میں لکھتے ہیں کہ امیر تیمور صاحب قرآن کے نام کے ساتھ صرف ”امیر“ کا لفظ ہوتا تھا جو امیر المومنین کا مخفف ہے۔ یہ ہی عنوان خلافت کا طغرا اور فرمان شرافت کا تمغا تھا۔ اس کے بعد اس کے فرزند ان کا مگرا ”مرزا“ کہلانے لگے۔ اسکو ”امیرزا“ کا مخفف سمجھ لیجئے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے جس نے شاہی کا خطاب پایا، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ تھا۔

صفحہ ۵ نوٹ ۳۔ ملا نور الدین عبدالرحمن بن احمد جامی ہروی

بڑے بلند پایہ ادیب و شاعر صوفی و عارف اور بہت سی

صفحہ ۹۸ - نہ صفحات ۲۲۰ و ۲۲۱ -



۱۷۴

(تقریباً چوالیس) کتابوں اور مثنویوں کے مصنف ہیں۔ سلطان  
ابوسعید مرزا اور اس کا فرزند و جانشین سلطان حسین مرزا جامی  
کے بڑے معتمد اور ادب کرنے والے، منزلت شناس تھے۔ ان کا  
وزیر میر علی شیر نوائی (فنائی تخلص) ان کا مرید و شاگرد تھا۔ شعبان  
۸۱۶ھ (نومبر ۱۴۱۲ء) میں قریہ جام (ملک خراسان) میں ولادت  
ہوئی۔ محرم ۸۹۸ھ (نومبر ۱۴۹۲ء) میں وفات پائی۔ بعض سال  
وفات ۸۹۷ھ لکھتے ہیں۔ ہرات مدفن۔ سلطان بایزید خاں نے  
بھی ان کو بلایا تھا۔ مدایاے گراں بہا بھیجے۔ مگر آپ نے عذر کر دیا۔  
اکبر کا درباری شاعر قاسم طوسی از سلطان تخلص اپنی غزل کا  
مطلع لکھتا ہے:-

ساتی ز عکس تو شدہ روشن ضمیر ما  
جہے بدہ کہ عارف جامست پیر ما

”عارف جامست سے مراد یہی مولانا جامی ہیں۔

شمس العلماء آزاد دہلوی راوی ہیں کہ مرزا محمد علی ماہر تخلص (صاحب  
”گل اورنگ“ مدحیہ اورنگ زیب عالمگیر) نے ایک مثنوی بہاریہ

۱۷ صفحہ ۶۰، مشاہیر اسلام دہلی، ج ۱، صفحہ ۸۴، مفتاح آسمان -

حیات جلیل حصہ اول، صفحہ ۷۲، نوٹ ۶۵



۱۷۵

لکھی تھی۔ جو خاقانی کی "تحفۃ العراقین" کے طرز پر تھی۔ اس کا  
مطلع اُن کے خوشگو شاگرد مرزا سرخوش نے کہا تھا۔

اے بر سرِ نامہ گل ز نامت

باران بہارِ شیخ جامت

اہل نظر بتاتے ہیں کہ اس متاثر لہانہ صدا میں شیخ جامی نے مقصد  
شیخ جامی کی ذات گرامی ہے۔ (آبجیات، صفحہ ۱۳۱۔ پہلی صفحہ است

۱۶۲ و ۱۳۶)۔

صفحہ ۷۔ نوٹ ۴۔ توران

ایشیا کا مشہور ملک جو تور پسر فریدوں کے ساتھ منسوب ہے۔  
کسی وقت یہاں کے باشندوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام کئے  
تھے۔ حکمرانی کی تھی۔ یہاں کے امرا ہندوستان پر بھی مسلط رہے تھے  
ڈاکٹر ہوئی (HOEY) کے ترجمہ تاریخ فرخ بخش سے پایا جاتا ہے کہ  
عالمگیر کے زمانہ میں ان کی بڑی قدر تھی۔ انھیں چند تورانی عمائد کو  
چھوڑ کر اُس کے تمام درباری اور امرا شیعہ تھے۔ وہ ان کو ایرانی  
عزل بیابانی کہا کرتا تھا۔

۵۔ صفحہ ۱۳۶۔



مہد شاہ کے عہد میں تورانیوں کی قدر بہت بڑھ گئی تھی۔ رُسوخ زیادہ ہو گیا تھا۔ ان کے گروہ نے ہندوستانی اور ایرانی مقربین دربار اور امرا سے ذی اختیار کو نظروں سے گرا دیا تھا۔

عربی داں ایرانی ملک توران کو دارالہر کہتے ہیں یعنی دریا کے اُس پار۔ توران ایران سے جیون پار ہے۔ اسی ملک توران میں عجم کا مشہور پرانا شہر سمرقند واقع ہے جو یادشامان مغول کا صدیوں تک دارالحکومت رہا ہے۔

توران کی اسلامی آبادی اور ایک مدت دلاز تک مسلمانوں کا محکوم رہنے والا یہ قطعہ زمین اب غربی ترکستان میں داخل و شامل ہے۔ اور جمہوریت روسیہ کا جھنڈا اس پر لہراتا ہے۔

تورانی زبان چینی زبان کی قبیل سے ہے۔ اور اس (تورانی) زبان کی بہت سی شاخیں ہیں۔ یعنی ازبکی۔ چغتائی، اودن برگی (روس) داغستانی۔ آذربائیجانی، توجائی۔ قرمی۔ تاتاری۔ ساپری یا شیگری کارلشی۔ دیاندی وغیرہ۔ انگریز محققین لکھتے ہیں کہ "تورانی زبان" کا

سمرقند آسیادسطی میں مشہور شہر ہے۔ اس کا قدیم نام مرقدھا (MARAC)

(NDA) ہے تھا۔ عربوں کی تحریرات اور کتابوں میں سُمران کے نام سے اس کا ذکر ہے۔

صفحہ ۳۹، قاموس الجغرافیۃ العتہ پمہ از احمد زکی بک۔



لفظاً، زبانوں کے اَصل ایک (ALTAIC) خاندان کے لئے مستعمل ہے۔  
 انہیں اوگریں (UGRIAN) یا فینش (FINNISH) (فن لینڈ)  
 کی ترکی، منگولین وغیرہ داخل ہیں۔

## صفحہ ۷ نوٹ ۵۔ زبانیں

کسی ماہر لسانیات کا یہ مشہور قول ہے کہ ہر بارہ میل پر زبان تبدیل  
 ہو جاتی ہے۔ عموماً اس سے مراد روزمرہ ہی کی بولی ہوتی ہے۔ زبان تو  
 دور دور تک ایک ہی ملتی ہے مگر کبھی نہ بان کو لہجوں اور طرز ادا کے مختلف  
 طریقوں سے مختلف پیرایوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے یہ دونوں شکلیں  
 اپنی اپنی جگہ رہتی ہیں۔ ایک تحریر و تقریر کی۔ دوسری روزمرہ کی  
 بول چال کی۔ اس پر ایک ذہین ناقد نے حاشیہ آرائی کی کہ نہیں۔  
 زبان میں اختلاف اور فرق تو ہر دس میل کے فاصلہ پر ہو جاتا ہے۔  
 تیسرا باکمال جو زیادہ وسیع النظر ہے اس سے بھی تجاوز نہ کر جاتا اور  
 دعوے کرتا ہے کہ ایک ہی شہر کے محلوں، کوچوں اور مختلف طبقوں و  
 جماعتوں کی بول چال میں ممتاز فرق دیکھا جاتا ہے۔ اپنے ہندوستان  
 کے متعلق بھی ہم کو ماننا پڑے گا کہ ہر قطر ملک میں باوجود ایک زبان

۸۲ مولانا مناظر حسن، ہمدانی زبان یکم ستمبر ۱۹۴۱ء



ہونے کے شہروں اور علاقوں میں مختلف بولیاں بولی جاتی یا بن جاتی ہیں۔ مشلوں اور کہاوتوں اور محاوروں کا فرق واضح کیا تو کہیں اہم اور نمایاں ہے۔ جہاں ہوا پادھیائے گوری شکر، میرا چنداں جھانے "زون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب" میں لکھا ہے کہ "ہندوستان کا ہر صوبہ ایک نئی راج دھانی، ایک نئی زبان، ایک الگ تمدن یعنی ہر ایک ایک نیا ملک تھا۔

دسویں صدی کے قریب ہوا۔ سر جارج گریسن (SIR GEORGE

ABRAHAM GRIERSON نے ہندوستانی زبانوں کا

استقصا کیا تھا۔ اس کے مطابق مستقل زبانیں ۱۷۹ ہیں۔ ان

کی شاخیں یا بولیاں ۵۴۴ مستقل ہیں۔ برہما اور دکن کی زبانیں

اس کے علاوہ۔ ان کو اس شمار سے باہر سمجھنا چاہئے۔

سچ تو یہ ہے کہ "ہندوستان آج بھی اقوام کا عجائب خانہ ہے جیسا

کہ میڈیم راگوزن تحریر کرتی ہیں۔ مسٹر منہٹرنے ہندوستان کی ۱۳۹

غیر آریائی زبانوں کا ایک لغت شائع کیا ہے۔

۸۳ کسی چیز کی انتہا کو پہنچ جاتا۔ حد سے زیادہ سعی بڑی کو شش۔ ۸۴ رسالہ

معارف، جلد ششم، نمبر ۳، باب ۱۵ ستمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۳۲۔ ۸۵ ویدک

ہند، ترجمہ حمید انصاری، صفحہ ۲۲۱۔



۱۷۹  
 میں کہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہندی تو پہلے ہی سے مختلف  
 صورتوں میں موجود اور رائج تھی۔ کہیں ہرج بھاٹا کے روپ میں  
 کہیں اودھی کی شکل میں کہیں کھڑی بولی کی صورت میں۔ اسی کھڑی  
 بولی پر اردو زبان یا ہندوستانی کی بنیاد پڑی۔ یہی دہلی اور اس کے  
 مضافات کی بولی تھی۔ اسی کی طرف اراکین دربار اور عمائد شہر و دیہات  
 کی تمام تر توجہ تھی۔ سنسکرت اور ہندوستان کی دراوڑی زبانوں  
 کے غلط سے ہندی زبان بنی تھی۔

ہندوستان کی زبانوں کی کثرت اور ان کے اختلافات کے  
 بارہ میں زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ملک ہمیشہ سے ایک بڑا  
 ملک (پورے اقلیم کے برابر) اور زمین کا نہایت وسیع و آباد قطعہ  
 رہا ہے۔ آج کل کے سوشلزم لیننڈ کو دیکھ لیجئے۔ اس چھوٹے سے پہاڑی  
 ٹکڑے کے اندر زبانوں کا کتنا اختلاف ہے!

صفحہ ۹ - نوٹ ۱۷۹ ابوریحان

ابوریحان بیرونی، جغرافیہ، فلسفہ و حکمت اور ریاضیات عالیہ  
 کا بڑا عالم تھا۔ علوم اقلیدس، ہیئت، حساب، ہندسہ، معقول و

۱۷۹ تاریخ پنجاب از بھائی پرمانند، صفحہ ۲۳۳۔



طلسمات کا ماہر کامل تھا۔ اس کا لقب ”ارسطوئے اسلام“ بالکل صحیح اور اسکی جامعیت کمالات کے لحاظ سے نہایت مناسب و زیبا تھا۔

ولادت سرذی الحجہ ۱۳۶۳ھ (۱۶۹۷ء) : کو بیرون (خوارزم) میں ہوئی۔ غزنین میں بہ عمر ۷ سال، ۳۱ رجب ۱۳۶۴ھ (۱۶۸۰ء) کو رگڑاے عالم بقا ہوا۔ ”عجائب الهند“ کا موضوع تحریر نام سے ظاہر ہے۔ یہ ہند قدیم (پراچین بھارت) کی تہذیب و تاریخ پر بہترین اور مستند کتاب ہے۔ آثار اباقیہ، عن القرون الماضیہ میں پرانے مصر، خالدیہ، آسور، ایران، مقدونیہ اور روم کی بادشاہیوں کا ذکر ہے۔ کتاب الارشاد، تاریخ الامم المشرقیہ، قانون المسعودی، کتاب الصيد، وغیرہ بھی نایاب گار چھوڑی تھیں۔ سولہ برس تک ہندوستان میں رہا۔ اور اسی مدت میں اس نے سب کچھ کیا اور زبانوں اور علموں کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں۔ وہ علمی مذاق میں رچا ہوا تھا۔ مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعلی سینا کا معاصر بلکہ بہت سے علوم میں اس کا حریف مقابل تھا۔ اس نے ہندوؤں کے علوم اور سنسکرت کے حاصل کرنے کے لئے جو محنتیں کیں

---

۱۵ مشاہیر اسلام صفحات ۲۳ و ۵۷۔ اور نیل بیاگرفی کل ڈکشنری صفحات ۱۹ و ۳۵۔ ہندوستان کی تاریخ از ڈوسن المیٹ، جلد دوم، صفحہ ۱۔ اسلامی ہند از نیاز فتحپوری، صفحات ۱۱۸ تا ۱۲۱۔



اور زحماتیں اٹھائیں وہ حقیقت میں تعجب انگیز ہیں۔ خود اس کا بیان  
 ہے ”اس زبان کے سیکھنے میں مجھ کو نہایت مصیبتیں پیش آئیں۔ ہندوؤں  
 کا تعصب اس قدر بڑھا ہوا ہے جس کی کچھ انتہا نہیں۔ وہ ہم مسلمانوں  
 کو پیچھے کہتے ہیں۔ ہم سے جو چیز چھو جائے اُن کے نزدیک ناپاک ہو جاتی  
 ہے۔ وہ اپنے بچوں کو ہمارے نام سے ڈراتے ہیں اور ہم کو شیطان کہتے  
 ہیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ وہ تمام دنیا کو جاہل اور وحشی سمجھتے  
 ہیں۔ ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ ہندو اس کو کتابوں کے دینے میں  
 نہایت نخل کرتے تھے، حالانکہ وہ تمام کتابوں کے خریدنے میں بے دینے  
 روپیہ خرچ کرتا تھا۔ ان تمام مشکلات کے ساتھ جس طرح ہو سکا اس  
 نے سنسکرت زبان حاصل کی اور نہایت کمال درجہ پر حاصل کی۔

اس نے بہت سی کتابیں زبانی پڑھیں اور یاد کر لی تھیں۔

اس کی ایک دوسری کتاب ”قانون مسعودی“ ہماری تعریف کے لیے تیار ہے۔  
 سلطان محمود کے جانشین شہاب الدین مسعود نے اس کا کیا انعام  
 دیا تھا، اہم تھی بھر چاندی۔ ”فرشتہ لکھتا ہے“ استاد ابوریحان خوارزمی  
 منجم کہ علامہ وقت بود و در ریاضیات نظیر سے نہ داشت قانون  
 مسعودی در علم ریاضی بنام نامی او نوشت و فیلے از نقرہ صلہ یافت۔“

۸۹ مقالات شبلی۔ تراجم۔ صفحات ۱۳۹ و ۱۴۲۔ ۸۹ تاریخ فرشتہ ”مقالہ اول“ صفحہ  
 ۴۴، نول کشوری۔



ابور پکان کی سنسکرت دانی اس مرتبہ کی تھی کہ اس نے اہل ہند کے فائدہ پہنچانے کے لئے بعض عربی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کیا تھا۔

پروفیسر زخاؤ (SACHAU) جرمن کے مشہور عالم نے بیرونی کی کتاب الہند کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ سکندر کے ساتھ جو یونانی مصنف موجود تھے، انھوں نے ہندوستان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ چینی مسافروں نے بھی اپنی ذاتی واقفیت و تحقیقات سے اس ملک کے حالات قلمبند کئے ہیں، لیکن ابور پکان بیرونی نے جب ہندوستان کا سفر کر کے وہاں کے علوم و فنون اور رسم و عادات پر کتاب لکھی تو تمام پچھلی تصنیفیں بازیچہ اطفال بن گئیں۔<sup>۹</sup>

آثار الباقیہ اور کتاب الہند اپنی علمی حیثیت سے جس قدر و منزلت کی مستحق تھیں ویسی ہی اہتمام و تکلف سے یورپ میں چھاپی گئیں۔ ترجمہ ہوئے ہیں۔ ہماری اردو زبان بھی اس فیضان علمی سے محروم نہیں رہی۔

اس سلسلہ میں ایک قابل عزت نامہ اور یاد آتا ہے۔ ”الہد معشر فلکی“ جو ہندوستان میں دس سال رہا تھا اور سنسکرت زبان اور ہندوستانی علوم کو بحد کمال تحصیل کیا تھا۔ قصۃ السجودی والقرآن میں

نہ ۹ صفحہ ۳۹ ایضاً۔



میں (مقبول) نے ابو معشر کے حالات اور اس کے امام فن ہونے اور احکام نجوم اور تعدیل کو اکب کے جاننے کے بارہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اس کی تصنیفات اور کتاب الملاحم کا بھی ذکر کیا ہے۔<sup>۹۱</sup>

صفحہ ۱۰ - نوٹ ۷ - ابو اسحق فارسی اصطخری بغدادی

ایک بڑا سیاح تھا۔ اسکی سیرو سفر کی وسعت اُقیانوس (افریقہ) تک نظر آتی ہے۔<sup>۳۲۹</sup> (۶۹۴۰) میں سیاحت شروع کی۔<sup>۳۴۰</sup> (۹۵۱ء) میں ہندوستان کی خاک نے اس کے قدم چومے۔ وہ ملکوں کی تارنخوں کو اُن کی جغرافیائی ہیئت و حالت کے ساتھ ساتھ دکھاتا جاتا ہے۔ اکثر علما تسلیم کرتے ہیں کہ عالم جغرافیہ تارنخی کا منشی و بانی یہی ہے۔ "صُورِ الاقالیم" اور "المسالك والمہالك" اس کی تصانیف میں اُشیاءِ خاصہ رکھتی ہیں۔ لائڈن (ہولانڈ) میں چھپی ہیں۔<sup>۹۲</sup>

صفحہ ۱۰ - نوٹ ۸ - ابن جوقل موصلی بغدادی

کتاب "المہالك والمہالك" و "المقاویر والمہالك" کا

۹۱. بحوالہ طبقات الأئمہ، قاضی محمد عبداللہ، صفحہ ۸۸-۹۲، صفحہ ۷۷۔



۱۸۴

مصنف ہی جولائی میں چھپی ہے۔ اس کا زمانہ سفر ۳۲۰ھ (۹۳۲ء) سے لے کر ۳۳۸ھ (۹۴۹ء) تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بڑے بڑے اور مشہور شہروں کے حالات لکھنے کی پروا نہیں کرتا۔ نظر انداز کر جاتا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اصطخری سے کہیں زیادہ معلومات فراہم کر دیتا ہے۔ ۳۶۶ھ (۹۷۷ء) کے بعد انتقال کیا۔ مورخین سال وفات کی تعیین نہیں کرتے۔ جس شخص نے اٹھارہ سال بحر و بر کے سفر میں گزارے ہوں اس کا تعاقب کون کر سکتا تھا۔ یہ بھی تاریخی جغرافیہ کے فن کا اہل تھا۔ تاجر تھا۔ بربر اندلس اور ایران وغیرہ کی سیاحت کی تھی۔ حکیم سید شمس الدین قادری فرماتے ہیں کہ اس نے ۳۳۱ھ سے ۶۲۲ء کے ۳۵۹ھ تک بلاد اسلامیہ میں سفر کیا تھا۔

سفر نامہ ۳۶۶ھ (۹۷۷ء) میں مدون ہوا۔ اور ۱۸۷۲ء میں دہلی میں چھاپ کر شائع کیا گیا۔ ۹۴

صفحہ ۱۱۔ نوٹ ۹۔ کرنل ٹاڈ

جیمس ٹاڈ کے باپ جیمس ٹاڈ اول مع اپنے بھائی جان ٹاڈ کے

۹۴ صفحات ۲۲ و ۲۴۔ امرائے ہند، صفحہ ۳۴۔ ۹۴ اردو سے قدیم

یعنی تاریخ زبان اردو، تاج پریس، صفحہ ۱۲۔



اکتوبر ۱۶۴۵ء میں امریکہ سے ہندوستان چلے گئے تھے اور مرزا پور  
 میں نیل کا کاروبار کرتے تھے۔ جیمس ٹاڈ (JAMES TOD)  
 لفٹنٹ کرنیل کی ولادت ۲۰ مارچ ۱۷۸۲ء کو ہوئی۔ وہ ۱۷۹۹ء  
 میں ہندوستان آ گئے تھے۔ سترہ سال کی عمر تھی۔ ۱۸۰۵ء سے  
 ۱۸۲۳ء تک مختلف عہدوں پر راجپوتانہ میں متعین رہے۔ آخر میں  
 گورنر جنرل کے ایجنٹ ہو گئے تھے۔ رئیسان راجپوتانہ سے ان کے  
 تعلقات ایسے بڑھ گئے تھے ایسے گہرے ہو گئے تھے کہ اس وقت کی  
 انگریزی حکومت ان کو بدگمانی کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ ۱۸۲۳ء  
 میں وہ انگلستان واپس گئے۔ اور ۱۸۲۵ء میں ان کو استعفا دے کر  
 کرنا پڑا۔ ۱۸۳۵ء میں وفات پائی۔ ملازمت سے کنارہ کشی کے بعد  
 ان کی زندگی تمام تر علمی و تاریخی کاموں کے لئے وقف رہی۔ راجپوتانہ  
 اشیاء تک سوسائٹی کو ان کی خدمات و مساعی کا ممنون احسان رہا  
 چاہئے۔ اپنا بیش قیمت عظیم الشان کتب خانہ بھی انجمن مذکور کی  
 نذر کر گئے تھے۔ ۹۵

ان کی تاریخ راجپوتانہ ANUALS AND ANTIQUITIES

۹۵ صفحہ تعارف 'تاریخ راجپوتانہ' مدونہ ولیم کرک 'جلد اول' مطبوعہ

آکس فورڈ، ۱۹۲۰ء۔



OF RAJASTHAN, OR THE CENTRAL AND  
WESTERN RAJPUT STATES OF INDIA.

نہایت ضخیم اور جامع کتاب ہے۔ کسی مرتبہ مختلف اہل فضل و کمال  
کی تہذیب و تہذیب سے ہندوستان نیز انگلستان میں شائع  
ہو چکی ہے۔ تین جلدوں میں ہے۔ اور اپنی نوع کی پہلی چیز ہے۔  
کرنل صاحب کی دو تصنیفیں اور شہرت رکھتی ہیں۔ مگر میں  
ان سے اب تک مستفید نہیں ہو سکا۔ موصوف کی تاریخ کے  
حاشیہ نویس ان کا ذکر کرتے ہیں (۱) مغربی ہندوستان میں حسیا  
9۷ TRAVELS IN WESTERN INDIA (۲) مشاہیر ہند

MEN WHOM INDIA HAS KNOWN

کرنل ٹاڈ اور ان کی تحقیقات کے بعض نتائج اور تحریرات کے  
مجموعہ پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بھائی برانڈر لکھتے ہیں: سب  
پہلے راجپوتوں کے مشہور مورخ کرنل ٹاڈ صاحب تھے۔ اس  
زمانہ میں علم تاریخ میں اور علم تاریخ کی تحقیقات میں مدد دینے والے  
دوسرے علوم میں بہت ترقی نہ ہوئی تھی۔ ٹاڈ صاحب نے تانارول  
کی بہت سی رسوم کو راجپوتانہ کی رسوم سے مشابہ پایا اور وہ  
9۷ مطبوعہ ۱۸۷۲ء



جھبٹ پٹ اس نتیجے پر پہنچے کہ حقیقت میں یہ لوگ "ناتاری نسل کا ہی  
ایک حصہ ہیں۔" مسٹر ولیم گروڈک اسی کتاب کے محشی اور مدون ٹاڈ  
صاحب کی بعض غلطیوں کو بہ تصریح لکھتے ہیں۔ اور اس کے صاحب  
کی تحریرات سے توثیق فرماتے ہیں۔<sup>۹۹</sup>

صفحہ ۱۵ - نوٹ ۱۰ - گروس اور سمیس

پرانے سویلین انگریزوں کو جس قدر التفات و شفقت ہندی  
زبان اور ہندوستان کی اور زبانوں سے تھا، وہ آج سے ستر  
اسی برس پہلے کے اخبارات و رسائل کی ورق گردانی سے آشکار  
ہوتا ہے۔ پروفیسر گارن دی تاسی اپنے چند برسوں خطبے (۴ و ۵ ستمبر  
۱۸۶۵ء، صفحہ ۷۱۲) ترجمہ اردو میں فرماتے ہیں "کلکتہ ایشیاٹک  
سوسائٹی کے رکن مسٹر ایف۔ ایس گروز (GROUSE) نے  
ایسٹ انڈیا کمپنی سے درخواست کی تھی کہ ہندی کی جلیل القدر  
نظم پر مبنی راج راسو کو جو چند برسوں کی لکھی ہوئی ہے سو ساسی  
کی طرف سے شائع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اس شاعر کو راجپوتوں

۹۹ تاریخ راجستھان، صفحہ ۸۵ - ۹۸ صفحہ ۲۸۱ نوٹ ۴، جلد اول

مطبوعہ ۱۹۱۲ء - ۹۹ جلد دوم، صفحہ ۱۴۷ -



کا ہومر (HOMER) تصور کرنا چاہئے۔ اس تجویز کی پادری جمیس لانگ  
(JAMES LONG) نے تائید کی تھی۔ چنانچہ اس کا انتظام ہوا  
اور مسٹر بیس (BEAMES) نے اپنے ذمہ لیا۔

(مطبوعہ انجمن ترقی اردو ۱۹۳۵ء)

اب ہندی کے ان دونوں جامیوں یعنی گروس اور بیس صاحبان  
کی کیفیت بھی سن لیجئے۔

گروس صاحب بنگال سول سروس کے رکن رکن میرے والد  
بزرگوار کے ہم عصر حاکم اور میرے محسن تھے۔ ذاتی  
دائقیہ اور علمی معاونت پانچ سال سے زیادہ

کئی سی۔ اُن کا زمانہ ملازمت بیشتر مستعمرات میں گزرا تھا۔ دنیاوی  
ترقیات و عروج کے ذینے وہیں سے طے کیے تھے۔ وہاں کی علمی مجلسوں

اور زبان و ادب باکمال پندتوں کی صحبتوں میں شریک ہونے اور  
اُن سے فائدہ اٹھانے کا انکو پورا موقع ملا تھا جس نے ان پر  
بڑا اثر ڈالا تھا۔ اپنی منصبی خدمات اور ضلع کی سلاٹری کے فرائض  
سے جب فرصت پاتے تو عمارات قدیمہ اور مرانی یادگاروں پر توجہ  
فرماتے۔ ضلع کے گزٹیروں کو درست کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اُن کے  
نصیحتیں بھی لکھتے رہتے۔ مستعمرات اور بلند شہر کے گزٹیروں سے پوری کا تہ



اُن کی یاد گار ہے۔ فرخ آباد کے گزٹیر میں بھی بڑی کاوش و تحقیقات سے بہت کچھ اضافہ کیا تھا۔ اور قابل قدر حاشی لکھے تھے۔ علم رسم الارض علم آثار قدیمہ علم الاصنام اور علم اللاحوت میں کامل دہسپی و تبحر رکھتے تھے۔ نامور ماہر تعلیم مسٹر گریفٹھ (GRIFFITH) کا قول ہے کہ اس قطعہ ملک (اضلاع مغربی و شمالی) میں تلسی داس کی راماین کو جو قبولیت عام اور عظمت حاصل ہو وہ بائبل (BIBLE) کو انگلستان میں نصیب نہیں۔ مسٹر گروس نے گوشائیں جی کی راماین کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور اس کی اشاعت ۱۸۶۶ء میں شروع کی تھی۔ جس کے ۱۸۷۵ء تک پانچ ایڈیشن نکلے۔ موصوف کا عطیہ نسخہ میرے پاس محفوظ اور ذریعہ نازش و مبایات ہے۔ وہ عزیز گرامر اور سچے طور پر ہندی نواز اور اس کے بھی خواہ تھے۔

مسٹر جے بمیس علوم صرف و نحو وغیرہ (PHILOLOGY) کے تبحر مشرقی زبانوں اور "انڈین فالو لوجی" نام کی ایک کتاب کے مصنف

نند و فالت تلسی داس سمیت ۱۶۸۰ مطابق ۱۶۲۴ء بحوالہ مقدمہ مسٹر گروس

راماین کے ترجمے پر۔ ملاحظہ ہو پروفیسر ولسن کی تحریر تلسی داس پر ESSAY

(۲) ON THE RELIGIOUS SECTS OF THE HINDUS۔ مسٹر پیارے لال شاہ

کامضمون تلسی داس پر مندرجہ رسالہ مخزن نمبر ۱۵ جلد ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء



تھے۔ ہندی کے فضائل اور خوبیوں کی نسبت ان کی کوئی تحریر  
اس وقت تک میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ اردو کے حق میں  
وہ ان لفظوں میں شہادت دیتے ہیں۔

”میں اس (اردو) کو مختلف گروہوں کی بڑی اور وسیع  
زبان کی نہایت ہی ترقی یافتہ اور متمدن صورت خیال کرتا ہوں۔  
صرف یہ ہی نہیں کہ یہ ایک فصیح سلیس اور وسیع زبان ہے بلکہ اس  
میں وادی گنگ کی بسنے والی قوموں کی زبان کی اصلی ترقی ظاہر  
ہو سکتی ہے۔“

صفحہ ۱۶ - نوٹ ۱۱ - محمود جلی

اولو العزم بادشاہ تھا جس کا ذکر اور جس کے قابل دیدنارہ  
کا حال تزک میں لکھا ہے۔ یہ عمارت سات منزل کی بنائی تھی۔ اسی  
لئے ”ہفت منظر“ نام رکھا تھا۔ ہر منزل یا طبقہ میں چار چار صفے  
(یا ایوان) تھے۔ ہر طبقہ میں چار چار کھڑکیاں۔ سیڑھیاں ایک سو  
اکھتر تھیں۔ بلندی ساڑھے چوں ماٹھ تھی۔ دودھ پچاس گز چابوگر  
نے یہاں آئے جاتے وقت چودہ چودہ سو روپیہ نثار کیا تھا مگر اس

۱۶ سالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، جلد ۵، ۱۸۳۶ء - صفحہ ۱۰۔



ہیورڈیج صاحب (نوٹ نمبر ۲، صفحہ ۸۱) ترجمہ ترک میں) ارشاد فرماتے ہیں کہ حساب صاف ہے۔ دو دو سو روپیہ فی منزل دیا۔ عجیب ہے کہ جوہر دین صاحب (JOHN JOURDAN) اس کو چھ منزل کا لکھتے ہیں۔ سبز تھپڑ کی تعمیر۔ بالکل سنگ مرمر معلوم ہوتا ہے۔ اس عمارت کے متعلق ولیم فینچ صاحب (WILLIAM FINCH) نے بھی لکھا ہے کہ یہ مینار ”منارِ فتح“ کے نام سے سلطان محمود اول نے ۱۲۲۲ء میں اس فتح کی یادگار میں تعمیر کیا تھا جو اس نے رانا سے چتوہر پر پائی تھی۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ حرف دال

APPENDIX D

جوہر دین صاحب کا جوہر جس کی ہیک لوٹ سوسائٹی کی تحریک و فرمایش سے فاسٹر صاحب FOSTER نے تدوین کی تھی۔ تاریخ آمینہ تبدیل کھنڈ از مولوی سید منظور احمد قلی، صفحہ ۱۶۵-۱۶۶) یہ تمام تفصیل جو بظاہر غیر ضروری معلوم ہوگی۔ میں نے اس لئے لکھ دی ہے کہ پڑھنے والے ذی فہم حضرات یہ اندازہ کر سکیں کہ محمود نے صرف قلم اور تلوار کا دھنی اور متعدد زبانوں کے ادب و نظم پر قادر تھا بلکہ فن تعمیر کا بھی بادشاہ تھا۔

محمود خلجی کے سوانح اور ذاتی وقائع (بعض) کا ذکر وقائع راجستھان میں

جلد اول، صفحہ ۱۰۵۔







۱۹۳

سے دو صدیاں پہلے نہیں ملتا ہے۔ وہ خط جو اب مالوہ کے مشہور ہے  
دسویں صدی مسیحی بلکہ اس سے بھی بعد تک اس نام سے پکارا نہیں  
جاتا تھا۔ (ایپریل گز بیٹرافٹ انڈیا جلد ۱، صفحہ ۱۰۰۔ بمبئی گز بیٹرافٹ  
اول، صفحہ ۲۸ حصہ دوم، صفحہ ۳۱۱۔)

سلطنت مالوہ کا پایہ تخت مانڈو شادی آباد تھا جس کی تعمیر و  
آبادی سلطان ہوشنگ غوری کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔

صفحہ ۱۹۔ نوٹ ۱۳۔ راجہ نندا

راجہ نندا شعر ہندی بعبارت متین و استعارات رنگین کہ پسندیدہ شعریاں  
خرد گزیں بودہ باشد در مدح سلطان نوشتہ ارسال داشت نہ باندان ہند  
مضمون آن را بعرض رسانید سلطان مسرت اندوز گشتہ تحسین نمود  
و در جلد سے آن مشورہ حکومت پانزدہ قلعہ ضمیر کا بخر نمودہ  
با تحف دیگر مرحمت فرمود۔

منشی گوگل پر شاد مترجم سیر المتاخرین اپنی کتاب مرآۃ السلاطین

نکاح صفحہ ۲۶۲ اسلامی ہند، نیا ذفتح پوری۔ تاریخ مالوہ۔ و تاریخ فرشتہ مقالہ

سوم، صفحات ۲۵۱ و ۲۶۲ سیر المتاخرین، جلد اول، صفحہ ۱۰۱۔

ذکر محمود غزنوی۔

۱۳۱



میں لکھتے ہیں۔

”راجہ نندا شعرگوئی میں نہایت ملکہ رکھتا تھا۔ آخر چند اشعار مدح سلطان میں تصنیف کر کے بھیجے۔ اس کا مضمون ہندی دالوں نے عرض کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ بہت تعریف کی اور اس کے صلہ میں بہت سے تحفے اور پندرہ تھلے کا لہجہ کے ساتھ اضافہ کر کے“

صفحہ ۲۱ - نوٹ ۱۴ - ذوالکفل

قرآن پاک میں یہ نام نیک کردار بیوں کے زمرہ میں آیا ہے۔ اور وجہ وارد ہوا ہے۔ مفسرین نے بھی اپنی کتابوں میں ان کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ تاہم بعض اس کو حضرت زکریا کا دوسرا نام لکھتے ہیں، بعض حضرت الیاس کا اور بعض حضرت یوشع کا علیہم السلام اس مختصر مگر عام رائے کے بتا دینے کے بعد قاریان کرام کی اطلاع کے لئے مجھے بعض اختلافات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک کہ کفل یا ذوالکفل کا لغوی معانی سے تعلق ہے، کفل نصیب کو کہتے ہیں۔ البتہ نصیب میں شے زائد بھی شامل ہو جاتی ہے۔ مگر کفل میں نہیں۔ کفل مساوی کے مثل ہوتا ہے۔ اہل زبان نے اس

۱۹۹ صفحہ ۱۱۳ جلد اول نول کشور۔



لفظ کی جو تعبیرات کی ہیں ان کے نقل کرنے کی نہ یہاں گنجائش ہے نہ حاجت۔

ہمارے ملک اور ہمارے زمانہ کی نئی پودھ کے ارباب علم کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ دو الکفل کے لفظاً معنی ہوتے ہیں ”کیل والا“ کیل ہندی لفظ ہے جس کا معرب ”کفل“ ہوتا ہے۔ مجوزین کی بنا استاد لال یہ ہے کہ بدھ ہمارا راج کیل و ستو شہر میں پیدا ہوئے تھے جو ہمارے کے دامن میں واقع تھا۔ اور یہی شہر ان کے باپ دادا کی راج دھانی تھا۔ اس آئینہ کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ بے شبہ ہندوستان اور ہندوؤں کے رشیوں اور مہیوں میں ”کیل جی“ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ ایک بڑی جماعت ان کی بزرگی اور تقدس کی قائل اور ان کے ارشادات و تلقینات پر عامل ہے۔ تاہم ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ان کے عقائد اور مانی ہوئی باتوں سے اختلاف رکھتا ہے۔ ان کو لو اسے وحید الہیہ کا حامل اور اقرابہ فرادایت و صمدانیت خداوندی پر عامل نہیں پاتا۔ مشہور سیاسی انقلاب پسند لالہ ہردیاں نے ”ہندوستان اور عقلیت“ نہا پاک ہونا۔ پاک کرنا۔ تلقین سمجھانا اور تعلیم کرنا۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴



کے عنوان سے ایک مضمون رسالہ پازمی ٹوسٹ ریویو POSITIVIST  
REVIEW میں لکھا تھا۔ اس ہندو خدا شناس کا دعوے یہ ہے کہ ہمارے  
ہند سب کے سب بلا استثنا محمد یا پھر نبیؐ محمد ہوئے ہیں۔ ۱۱۶  
اس دعوے کے ثبوت میں "کیل" جی کا نام لیتے ہیں۔ اور ان کے الحاد  
کی یہ مستحکم دلیل ان کے اس فقرہ میں پیش کرتے ہیں کہ "وجود بادی  
ثابت نہیں ہو سکا ہے" ۱۱۷

وسیع النظر فاضل و محقق نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ "کیل" کے  
مقلدین خدا اور دانش کو ایک مانتے ہیں۔ عالم اور نفس ناطقہ کو  
صحیح سمجھتے ہیں۔ اور موت کو لازمہ نیستی نہیں مانتے۔ ۱۱۸

بعض انگریزی ناموں کا کیل ایک جزو اہم پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سر روس  
کیل ( SIR ROOS KEPPEL ) جو حکومت برطانیہ کے بڑے  
ذمہ دار و منتظم عہدہ دار تھے اور پشتو کے مسلم الثبوت زباندان اور  
مصنف گزرے ہیں۔ اسی طرح سنڈ گاؤد کی بندرگاہ کیل ہمارے

( KEPPEL HARBOUR IN SINGAPUR ) کو بھی بیان سرلی

۱۱۹ پیدا کرنے والا۔ آفرینندہ۔ ۱۱۶ رسالہ معارف، صفحہ ۴۸، جلد ہفتم،  
۱۹۲۱ء۔ ۱۱۷ معارف، صفحہ ۴۹، جلد چہارم، دسمبر ۱۹۱۹ء۔ ۱۱۸ جوبو

طرح ثابت ہو۔ جو ثبوت کا محتاج نہ ہو۔



اسی مختلف فیہ مگر روایتاً بلند ہستی سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ اُن کی محض ذہانت اور طباعی ہے۔ ورنہ کسی کتاب یا تاریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

صفحہ ۲۱ - نوٹ ۱۵ - جو دی

جو دی ایک چھوٹے سے پہاڑ کا نام ہے جو موصل میں جزیرہ کے قریب واقع ہے۔ جزیرہ مابین دجلہ و فرات کے دیار کے بعد بغداد تک مسلسل پھیلا ہوا ہے۔ بقول زجاج ولایت اُمل کے ایک کنارے ہے۔ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔ <sup>۱۲</sup>وَأَسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ <sup>۱۳</sup>یعنی طوفان کے بعد حضرت نوح کی ناولہ اسی پہاڑ پر (جاگ) ٹہر گئی۔ کم سے کم چار ہزار برس پرانی بات ہے۔ مسلمان مفسر تاریخ نکاح جغرافیہ نویس اور جہانگیر و سیاح بالاتفاق ایسا ہی کہتے ہیں۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اس کشتی کے کچھ ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے اس مقام پر موجود تھے۔ بہت سے عقیدتمند باشندے ان چھپڑیوں کو تبرک کے طور پر لے جاتے اور گندے تعویذ

<sup>۱۲</sup> مختصر کتاب البلدان لابن الفقیہ مطبوعہ لائیدن۔ اپریل ۱۳۰۲ھ، صفحہ ۷۷۔

<sup>۱۳</sup> بار ہواں پارہ سورہ ہود کی پینتالیسویں آیت۔ <sup>۱۴</sup> ولایت حلب کا ترکہ سالنک

صفحہ ۲، مطبوعہ ۱۳۱۴ھ، ذکر وقائع مشہورہ۔



کا کام لیتے تھے۔ مادی شہادت کے طور پر بائبل کے قدیمہ کے سلسلہ میں حضرت نوح کی ایک دیگھی بھی استانبول کے ذخیرہ عجائب نوارہ میں باقی اور محفوظ ہے۔ سلاطین عثمانی اس کی بڑی تعظیم و ادب کرتے تھے

دوسری طرف یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ اس پہاڑ کا نام اراراط ہے جس پر سفینہ ٹھہرا تھا۔ اور یہی نام توریت میں دو جگہ آیا ہے۔ عہد نامہ قدیم سفر تکریم میں آیا ہے فقال اللہ لنوح ... اصنع لنفسک فلكاً من خشب جفرا۔ اور اٹھویں اصحاح میں سے واستقر الفلك علی جبال اراراط۔ (ترجمہ) اور خدا نے نوح سے کہا ..

.. تو گو پھر کی لکڑی کی ایک کشتی اپنے لئے تیار کر .. اور کشتی .. اراراط کے پہاڑوں پر ٹک گئی ۔

تیسرا فرق ہمارے اہل وطن ہندوؤں کا ہے۔ ان کے اسلاف اور پرانے صحیفے ہندوستان تک طوفان کے پہنچنے کے قائل نہیں۔ تاہم بعض طباع دوست یہی کہتے ہیں کہ جو دی سے مقصود "اجودھیا" ہے۔ اس کے لئے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ کوئی ان کو ماننے مانے اور ماننے کے لائق ہوں یا نہ ہوں۔

۱۲۳ کی اصحاح سادس کی آیت ۱۴ - ۱۲ کی پانچویں آیت ..

۱۲۵ گزشتہ حالات اجودھیا مطبوعہ صفحات ۱۲ و ۲۴۔



میں نے اس سبوت پر ایک ضخیم کتاب *قصة الجودی والقرآن* لکھی تھی جو نکاح پر بیس لکھنؤ میں دسمبر ۱۹۲۲ء میں چھپنا شروع ہو گئی تھی مگر کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے اس کی اشاعت حیرالتوا میں ہی۔  
 لوئیس بک صابنجی کا قصیدہ اور مقالہ موصوف کے دیوان شعر النخلتہ (صفحات ۱۲۷ تا ۱۳۸) میں حیرت افزا معلومات کا حامل ہے۔

صفحہ ۲۲ - نوٹ ۱۶ - پورب

پورب قدیم سے علوم و فنون کا معدن و مخزن علماء کا موطن و مسکن چلا آتا ہے۔ ثانی صاحب قرآن شاہ جہان فخریہ کہا کرتا تھا۔ "پورب شیراز مملکت ماست" اس میں تین صوبے الہ آباد، اودھ، پٹنہ، عظیم آباد داخل تھے۔ [سبحۃ المرجان - مائثر الکرام، صفحہ ۲۲۲ - حیات جلیل، حصہ اول، صفحہ ۴۰ - سیاحت نامہ ڈی لیٹ، صفحہ ۴۱، نوٹ ۲۶ - اری ٹریس ان انڈیا ۱۵۸۳ - ۱۶۱۹، صفحہ ۱۴۷، مرتبہ سر ولیم فاسٹر FOSTER مطبوعہ آکس فورڈ] ڈی لیٹ صفحہ ۱۱ پر رقم طراز ہے: "صوبہ آگرہ - بعض لوگ اس کو پورب اور پربت بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کا حاشیہ لوئیس اپنے نوٹ میں لکھتا ہے: نظر ہر سیاں کچھ غلطی ہے۔ پورب (مشرق) کا عام طور پر اس

۱۲۷ ہر چیز کا کنارہ مکان - ۱۲۷ ملوئی رہ جانا - لغو! پیچیدگی۔



ملک پر اطلاق ہوتا تھا جو الہ آباد کے گرد و پیش واقع ہے۔ "پریت" سے مقصود پہاڑ ہو سکتا ہے اور سب گڑھ اولہا ہور ایک دوسرے سے چار سو میل انگریزی کے فاصلہ پر ہیں اور شہنشاہی سڑک اعظم دونوں کو ملاتی ہے۔ درجنوں کی دوہری قطار سے زینت ہے۔ اور ایک خوش نما و دلکش سیرگاہ معلوم ہوتی ہے۔

رہا صوبہ۔ وہ ایک بڑا قطعہ ملک یا پراونس (PROVINCE) کہلاتا تھا۔ اور اس کا حکمران جو بادشاہ وقت کی طرف سے مامور و متعین ہوتا تھا۔ صوبہ دار یا نائب السلطان کہلاتا تھا۔ سرکار یا چکلا ایسے صوبہ کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ اور پرگنہ سرکار کا ایک ٹکڑا۔

## صفحہ ۲۲۔ مقالہ ۱۷۔ ملک محمد وید مروت

ملک صاحب جالیں ضلع رائے بریلی، آودھ کے رہنے والے ہندی کے بڑے نامور شاعر تھے۔ ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ء) میں رحلت کی۔<sup>۱۲۸</sup>

برج بھاشا زبان کے سلسلہ میں مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ یہ بھاکھا کے نہایت زبردست اور مقبول شاعر تھے۔ خود ہندوؤں میں بھی آج تک

<sup>۱۲۸</sup> زبدۃ الکلام فی مشاہیر الاسلام، صفحہ ۶۰۔ و ہندی شاعری، اعظم کراوی



کوئی ان کا ہمسر پیدا نہیں ہوا۔ ان کی مثنوی پداوت آج بھی گھر گھر پھیلی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ ۱۲۹

ایک ہندو محقق تجویز فرماتے ہیں "سب فاضلوں کی رائے ہے کہ ملک محمد جاسسی کی ڈالی ہوئی بنیادوں پر ہی آؤ دھی میں گو سوامی تلسی داس جی کی رام چریت مانس (راماین) کی شاندار عمارت کھڑی کی جاسکتی۔" پنڈت شری نرائن چتر ویدی اپنی کتاب موسوم بہ "تعارف تاریخ" یعنی "ہندوستان کی مختصر تواریخ" میں تحریر کرتے ہیں :-

"تلسی داس کی راماین نے زبان کی خوبی اور خیالات کی بلندی کے سبب سے شمالی ہندوستان میں صرف ہندی ہی نہیں بلکہ قومی کتاب ہونے کا درجہ حاصل کر لیا۔ اُس وقت سے اب تک ایسی ہر دلعزیز کوئی کتاب اس ملک میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔" ۱۲۰

ممکن ہے کہ اس شناخوانی میں کسی سنجیدہ و شایستہ انسان کو مبالغہ و افراط کا انداز محسوس ہو اور اُس زمانہ سے اب تک کی دیگر زبانوں کی علمی و ادبی تصانیف کی خوبیوں سے نا آگاہی کا شائبہ نظر آئے۔ اس لئے میں اپنے خوش حصال حریف کو یاد دلاؤں گا کہ اس تاریخ کا جامع

۱۲۹ مقالات، صفحہ ۱۸۰- نیز 'آب حیات' صفحہ ۲۰- ۱۲۰ پہلا حصہ صفحہ

۲۹۶، لاہور، ۱۹۳۳ء۔



ہمارے دور کے سرشتہ تعلیمات کا ماہر افسر اور راجہ راجہ کے وقت زبانوں  
کا متبحر جاننے والا ہے۔ گوشائیں تلمیذ اس کے کمال کی تصدیق اور اس  
قسم کے اظہار خیال کے لئے اس کے بعد کسی دوسری سند کی حاجت نہیں  
پڑتی۔ پدموتی۔ لفظی معنی گل نیلوفر۔ ہمیشہ سنگھ چوہان والی سیلا  
(لنکا) کی بیٹی تھی۔ رتن سین (بھیم سی) راجہ چتوڑ زبردستی چھین لایا تھا۔  
علاء الدین کے ولولہ شوق کا تقاضا تو یہی تھا کہ رانی پر قبضہ کامل حاصل  
کر لے۔ مگر بعد کو اتنے ہی پر رضا مند ہو گیا کہ اس کی صرف ایک جھلک  
دیکھ لے، وہ بھی آئینہ میں۔ اس کے تمام واقعات کم و بیش مشہور ہیں  
بھیم سی کا مقید ہو جانا، پدموتی کی پوشیاری اور اس کے مشورہ پر  
عمل کرنے سے شوہر کا تاتا دیوں کی قید سے رہائی پانا۔ راجہ دیو پال کا نقشہ  
مارا جانا، بڑے دلچسپ حالات ہیں جو فارسی اور ہندی کی متعدد شہزادوں  
اور نظموں میں مندرج ہیں۔

پدموتی پوری زبان میں ۹۴۷ء (۱۵۳۰ء) اور ۹۵۲ء (۱۵۴۵ء)

۱۔ مختصر تاریخ سلامیان ہندوستان از البیری پر شاہ صفحہ ۱۰۲۔ ۱۱۲ تا ۱۱۷ کا رجحان

انگریزی مطبوعہ ۱۸۷۳ء۔ اس صفحہ ۲۲۔ ایضاً ترجمہ افق لکھنؤی جلد اول صفحہ ۹۹۔

حوالہ کالج ہٹری آف انڈیا از دھیلر۔ ہیل کی ڈکشنری صفحہ ۲۱۵۔ حیات جلیل صفحہ ۱۰۶۔

نوٹ ۲۔ حصہ اول۔ وقائع راجستھان جلد اول صفحہ ۱۱۵۔



کے درمیان کی تصنیف قرار دی جاتی ہے۔ یہ شیر شاہ سوری کے نام سے منسوب ہے۔

شیر شاہ دہلی سلطانوں چارہوں کھنڈ پتی جس بھانوں  
 حسن اتفاق سے اس کتاب کا اصلی نسخہ خود شیخ محمد جالسی کے قلم  
 کا لکھا ہوا ریاست بھاول پور کے سرکاری کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔  
 فارسی میں (نظم) حسین غزنوی کا قصہ پداوت (نثر) رائے گوہر  
 منشی کا تحفۃ القلوب (۱۰۶۲ھ = ۱۶۵۲ء)۔ بھاگھاۓ نظم میں ملک محمد  
 جالسی کی پداوت (ستوفی ۱۰۴۹ھ عہد جہانگیر) اردو = نثر میں میر  
 ضیاء الدین عبرت و غلام علی عشرت نظم میں۔ منشی درگا پر شاد ستر  
 کی پدمنی ۱۳۳۱ء ٹاڈ کے راجستھان پرولیم کروک WILLIAM CROOKE  
 کا مقدمہ ۱۳۳۲ء عاقل خاں راندی کی جنبش قلم کا بھی یہ قصہ ممنون ہے۔  
 جس نے ان سب سے پہلے زبان فارسی میں اس کو مندرجہ کیا تھا۔  
 ملک محمد کی کتاب اتنی مقبول عام ہوئی کہ سو برس کے اندر اندر  
 یعنی سولہویں صدی میں ہنگالی زبان میں اس کا ترجمہ ہو گیا محرک اردو  
 باعث ایک مسلمان راجہ مانگن ٹھاکر والی اراکان و آسام ہوا۔ ترجمہ  
 ۱۳۳۲ء محزن ادب شیخ عبدالقادر، صفحہ ۵۹۶۔ ۱۳۳۲ء صفحہ ۲۳۔ نیز مولوی حکیم نجم الدینی خاں  
 کا تاریخ راجگان ہند (صفحات ۱۱۷ و ۱۱۹) میں اس پداوت کے واقعہ کو نقل کرنا۔



۲۰۴

کرنے والا بھی بنگال کا مشہور مسلمان شاعر علاء الدین شیخ تھا۔  
چند اشخاص کی خاموشی یا انکار وقوع سے کیا ہوتا ہے۔ یہ منی کا واقعہ  
تو تمام مستند ہندو مورخوں اور شاعروں نے جن جن کی اس زمانہ میں  
کچھ قدر و منزلت تھی (ہائیت تحقیق اور پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔  
میں اپنے ایک نامور معاصر بھائی پرمانند کی کتاب سے ذیل میں نقل  
کرتا ہوں۔ علاء الدین کی نسبت پہلے لکھ چکا ہوں۔ قاریان کتاب  
کو اسکی یاد ہوگی۔ وہ ایسا از خود رفتہ و زبان گار انسان تھا جس کا  
عمل ہر وقت اس فرانسیسی مثل پر ہوتا تھا۔ شریٹے ل فیمل (CHAR-  
(SHEZ LA FEME) (عورت کی تلاش دکھو)۔

”۱۲۶۵ء میں ایک نابالغ لڑکا رانا لکشمی چوہ کی گدی پر بیٹھا تھا۔“

اس کا چچا بھیم سی شترسلہنت تھا۔ اسی بھیمسی کی بیوی کا نام پدمی  
تھا۔ جو لکھنؤ کے راجہ کی لڑکی تھی اور حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔  
اس کی خوبصورتی کی شہرت علاء الدین کے کانوں تک پہنچی اور شریٹو  
بھڑکی کہ پدمی کو کسی نہ کسی طرح حاصل کرے۔ شکر کشتی کی۔ خوب مقابلہ  
ہوا۔ بالآخر قرار پایا کہ پدمی آئینہ میں اپنی صورت دکھا دے اور صلح  
ہو جائے۔ علاء الدین قلعے گیا۔ دونوں تاجدار ایک جانیٹھے۔ آئینہ آگے  
رکھا گیا۔ پدمی گھونگھٹ نکالے، خنجر آبدار ہاتھوں میں لئے پیچھے آکر



کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ اس کے جمال کو آئینہ میں دیکھ کر آئینہ کی طرح حیران رہ گیا۔ اس کے بعد تو دلورہ شوق اور بھی بڑھا۔ تدابیر اور رافضوں کام میں لائے گئے۔ بھیم سی گرفتار کر لیا گیا۔ پدمنی کی طلبی کے لئے قلعہ میں پیغام پہنچا۔ اس کے جواب میں پدمنی نے جو کچھ کہا یا کیا مشورہ ہو۔ فوجی سو رہا، زنانہ پوشاک میں، سات سو ڈولہوں میں بٹھا کر باہر بھیجے گئے کہ یہ پدمنی کی ہیلیاں ہیں۔ خود پدمنی کے غرض اسکی پانکی میں اس کا نو جوان بھتیجا گویا کا بیٹا بادل بیٹھا علاء الدین کی فوجوں کا بھیم سی کے راجپوتوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ بھیم سی مو تھے باگ گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ لیکن اس کے گھسان لڑائی میں پانچ ہزار راجپوت جانوں پر کھیل گئے۔ گورا مارا گیا۔ اس کی عورت بڑی خوشی و دلیری سے سستی ہوئی۔ اس کا آخری فخر یہ پیغام اور بیٹے کو وصیت تارخ کا زیور ہے۔

ناکامی کا داغ مٹانے یا اپنے دلورہ شوق اور آرزو کو پورا کرنے کے لئے "علاء الدین نے پھر ایک بار چوہہ پر حملہ کیا۔ نابالغ لکشمی مرچکا تھا تجربہ کار و خوش تدبیر بھیسی گدی پر بیٹھا دیا گنا گنا۔ دونوں فوجوں کے زبردست مقابلے ہوئے۔ سرتنگیں رکا کر قلعہ کی دیوار توڑ دی گئی۔ کشت و خون کا بانڈا گرم رہا۔ دونوں طرف کے ہزاروں



بہادر کام آئے۔ بھیم سی کے کیا رہ لڑکے راج گدی پر قربان ہو گئے  
 بارہواں پانچ برس کا بچہ تھا۔ اس کو باپ نے روک لیا تاکہ رانا کی سہلی  
 قائم رہی۔ رانا نے جو ہر کرنے کا حکم دیا۔ راجپوتوں نے گیسری بانا پہنا۔  
 مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ ۔ ۔ ۔  
 ۱۳۵۵ ۱۳۵۶  
 میں اس بیان کو سادہ و بے تکلف افراط و تفریط سے دور رکھ  
 طرف داد دینے و متنی صفاۃ اظہار خیال سے خالی پاتا ہوں۔ تو یہ یہ تو باویل  
 سے مبرا۔

ٹاڈ صاحب کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ مضبوط دل اور ہمت والے  
 علامہ الدین نے اذرا و تلمط و نوازش شامل نہ بھیم سی اور پدمنی کے  
 محل کو محفوظ و بند ستودہ رکھا تھا۔ جو اس واقعہ اور اس کی حسرت ابویں  
 کی یاد آج بھی دلاتا ہے۔ ایک ممتاز سیاح اسٹان ہارڈنگ (STAN  
 HARDING) لکھتا ہے کہ وہ خوشنما قصر یا نظر فریب پوٹیلین (PAVILION)  
 اب تک برقرار اور اچھی حالت میں محفوظ ہے جہاں سے علامہ الدین

۱۳۵۵ افراط، حد سے گزر جانا۔ ۱۳۵۶ تفریط لگی کرنا، کوتاہی کرنا۔ تو یہ۔ کسی خبر کی  
 حقیقت کو چھپانا اور کچھ اور ظاہر کرنا۔ تاویل، اولٹ پھیر، حیلہ شرعی۔  
 ۱۳۵۷ ٹاڈ صاحب کا راجستھان، جلد اول، صفحہ ۲۱۲، مطبوعہ ۱۹۲۲ء، مقدمہ  
 نویس ولیم کرؤک۔



کو اجازت دی گئی تھی کہ پدمنی رانی کی جھلک یا صورت شیشہ میں لکھ  
لے جو سامنے کو مخالف رُخ محل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پدمنی کا خلوت گروہ  
(LONELY) ”آبی محل“ اسی کے قریب پہاڑی کے جنوبی کنارہ

دب جو واقعہ جس کی حال میں مرمت ہو گئی ہے بلکہ از سر نو تعمیر ہوئی  
ہی۔ گوکھ تالاب کے شمالی کنارے پر پُرانا اور خوبصورت سرد پشواہ مسدد

(SAMIDHESWAR A TEMPLE) واقع ہے۔ اس کے نیچے جو

درخت ہیں ان کے درمیان وہ راستہ ہے جو ان اندرونی یا دیہ

زمین کمروں کو جاتا ہے جہاں پدمنی رانی اور چتور کی باوشاہت کی بڑی  
بڑی خواتین نے مع اپنی مرصاحب و رفیق عورتوں کے جن کی تعداد

کئی ہزار تھی آگ میں جل کر جان دیدی تھی، اللہ جو ہر کی ہمت ناک  
رسم کو انجام دیا تھا تاکہ مغلوب و مفتوح گروہ کا انجام دیکھنا ان کو  
نصیب نہ ہو۔ اسوقت ان پر صاف روشن ہو گیا تھا کہ اب قلعہ پر

قبضہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ۱۳۸

صفحہ ۳۴ - نوٹ ۱۸ - انی رائے

انی رائے کو کہ وہ شجاع راجپوت تھا جو قلعہ گوالیار پر مدت دراز

۱۳۸ اسٹریٹو جیکلی آف انڈیا۔ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحات ۳۱ لغایت ۳۵۔



تک قابض رہا تھا۔ (ڈی لیٹ 'صفحہ ۲۳۲' نوٹ ۱۷۶-۱۷۷)  
 اس کی دفا کو سٹی اور آقا کی خیر اندیشی کا ایک واقعہ ڈاکٹر بنی پرشتا  
 کی تاریخ جہانگیر (صفحہ ۱۹۹ نوٹ) سے نقل کرتا ہوں۔

شاہزادہ خسرو سے جب اس کا باپ جہانگیر ناخوش ہو گیا اور  
 قید کر دیا تھا تو اس کو راجہ انی رائے سنگھ دکن کی حراست و نگہداشت  
 و سپردگی میں دیدیا تھا۔ محل سر اسے شاہی کی بگلیات نیز راجہ کے  
 مخالفین بار بار سبائیت کرتے اور جہانگیر سے کہتے رہتے کہ شاہزادہ کو  
 اس ہندو راجپوت کے ہاتھ میں نہ رکھئے۔ جہانگیر نے بالآخر مجبور ہو کر  
 ویسا ہی حکم دیدیا۔ آصف خاں اسی وقت رات ہی میں بادشاہ  
 کا نام اور حکم لیتا ہوا شاہجہاں کا معتمد و مرسلہ بن کر خسرو کو لینے  
 کے لئے پہنچا۔ مگر راجہ نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں سلطان  
 خورم کا ادنیٰ چاکر و خدمت گزار اور بندہ فرمان ہوں۔ مگر شاہزادہ کا  
 بھائی میری تفویض و حوالگی میں ہے۔ خود جہاں پناہ نے دیدیا ہے۔ اس لئے  
 بادشاہ کے سوا اس کو کسی غیر کے حوالہ نہیں کر سکتا۔ صبح ہوئی۔ دربار لگا۔  
 انی رائے نے بھی شرف حضور حاصل کیا اور سارا ماجرا در شہینہ  
 گوش گزار کر دیا۔ جہانگیر نے تحسین و آفرین فرمائی۔

۱۳۹ غنائی و بدگوئی۔ منشا شب گزشتہ کا۔



یہ ہوا اور سب کچھ ہوا۔ پھر بھی کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا  
 کہ اتنی راستے سنگرد کن سے لے کر خسرو آصف خاں کے حوالہ کر دیا گیا  
 نتیجہ مشہور عام ہے۔ اس راجہ کا اصلی نام انوپ سنگھ گوت کا بڑا گوت تھا۔  
 دو پشت سے اکبری دربار میں رسائی حاصل تھی۔ شاہی محافظین خاں  
 میں داخل تھا۔ ایک نہایت نازک موقع پر سب سے جلوس میں شیر نے  
 دفعہ حملہ کیا تو اس نے بڑی چستی و چالاکی سے مقابلہ کیا اور جہانگیر  
 اور شاہزادوں کو بچا یا تھا۔ جہانگیر اس سنگین واقعہ کو یوں قلمبند کرتا ہے  
 ”انوپ راستے سے پایہ را از دست گزاشتہ بہ شیر توجہ شد۔ شیر بہاں  
 چستی و چالاکی کہ حملہ آور شدہ بود برگشتہ داد مردانہ بہ شیر دو دو  
 شد۔ آن چوب کہ دو دست داشت بہ ہر دو دست دو بادہ سراد  
 محکم فرو کو رفت۔ شیر بہن باز کردہ ہر دو دست انوپ راستے دو ہن  
 گرفتہ انوپ راستے زود کردہ دست راستے خود را از دہن شیر بری  
 آورد۔ دوسرے مشتے پر کلہ اومی زند۔ وہ پہلو علییدہ ہر دو زانور است  
 می افتد و در رنگ و گشتی گر بر یک دیگر پیچیدہ غلطان شد۔  
 اسی صحنہ خدمت میں یہ خطاب جہانگیر نے دیا تھا۔ جہانگیر کے دل  
 میں اس کا بڑا اعزاز و اعتبار تھا۔ انشا پر داری اور خطوط لکھی ہیں

ایک توڑک صفحہ ۲۰۹



بھی ماہر و کامل تھا۔<sup>۱۴۲</sup>

اس کے بعد تو یہ نام اس درجہ مقبول اور معروف ہوا کہ لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ روح اللہ خاں کے دیوان کا یہی نام انی رائے شہرت رکھتا ہے جو ذات کا برہمن تھا۔

صفحہ ۲۵ - نوٹ ۱۹ - اودے پوری

منوچی "اودے پوری" کے معنی خوشی سے بھری ہوئی بتاتا ہے! وہ شہر یا راست اودے پور سے متعلق نہیں لکھتا۔ اسی طرح "اوزنگ آبادی بیگم" سے "تخت کی آبادی" مراد لیتا ہے! اوزنگ زمین کے جو نام بیگمات اور شاہزادیوں کو دے گئے تھے اس نے ان کی ایک طویل فہرست دیدی ہے۔ کسی بیگم کا نام کسی خاص مقام سے منسوب نہیں بتاتا، جتنے کہ اکبر آبادی کو "آبادی کی بادشاہ لکھا ہے!!" <sup>۱۴۳</sup>

کرنیل ٹاڈ لکھتے ہیں کہ اودے سنسکرت میں اورینس ORIENS

<sup>۱۴۴</sup> تذکرہ شاہزادہ خسرو مولفہ مقبول صفحہ ۱۴۰۔ امراتے ہنود از منشی سعید احمد مارہروی

صفحات ۵۱ بقایہ ۵۵ - ترک چہانگیری صفحہ ۹۰۔ ادیان محل صفحہ ۲۵۴۔

<sup>۱۴۵</sup> ہندوستان عہد مغلیہ میں اقصیٰ سوم صفحہ ۷۰۔



کے مرادف ہی جس کے معنی نقطہ طلوع کے ہیں۔ بول چال میں "اودی" کہا جاتا ہے۔ مثلاً اودیت UDYADITYA' KHEAT یعنی اٹھنا ہوا

سورج۔ ۱۴۳

مرزا محمد آغا خاں ادیباق مغل میں فرماتے ہیں کہ بگیم اودے پوری اودے پور کی تھی۔<sup>۱۴۵</sup> پروفسر نجیب اشرف لکھتے ہیں کہ پرستار حسن شہر میں داخل ہوئی، اسی شہر کے نام سے منسوب کر دی جاتی تھی۔<sup>۱۴۶</sup> حسب روایت مسٹر ولیم ایردین،<sup>۱۴۷</sup> بانی اودے پوری نے گوالیار میں جون ۱۸۱۹ء میں انتقال کیا۔ یہ زمانہ سنہ ۱۱۱۹ھ کے ماہ ربیع الثانی کے مطابق ہوتا ہے۔ موصوف اپنی کتاب (مغول آخری صفحہ ۵۴) میں تحریر کرتے ہیں کہ اودے پوری محل، "مادر کام بخش" داراشکوہ کے حرم میں داخل ہونے سے پہلے ایک رقاہہ عورت (یا انگریزوں کے طرز تحریر و انشا کے موافق ایک رقاہہ لڑکی) تھی۔ عالمگیر نے اس کو دارا سے لے لیا تھا۔ پروفسر جہدنا تھہ سرکار کی تاریخ اوزنگن ب (جلد اول، نوٹ ۶۳) میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

<sup>۱۴۵</sup> صفحہ ۳۳، نوٹ، تاریخ راجستھان، جلد دوم، مطبوعہ ملکہ، ۱۸۹۴ء۔<sup>۱۴۶</sup> صفحہ ۵۵۱

مطبوعہ ملکہ، ۱۸۹۴ء، اڈریس، ۱۸۷۲ء، صفحہ ۵۵، مقدمہ رقاہات عالمگیر، ۱۸۷۲ء، مغول آخری (LATER

(MUGHALS) صفحہ ۲۱۱، ایردین۔



اور سے پوری گی اصل نسل کا پتہ چلانا اور وثوق و تعین کے ساتھ  
کوئی بات کہہ دینا، و شواہد ہی۔ پیچا رہ منوچی ایک پر دسی اور نا آشنا  
شخص تھا۔ وہ جتنی غلطیاں کرے اسے اور دھوکے کھائے اسکی طبیعت  
سے بعید نہ تھا۔ خود معاہدہ میں اور ہمارے ہم وطن اپنی حکمت سے بہت  
سی لغزشیں کی ہیں۔ مولوی حکیم خیر الدین خاں و اہم پوری نے "واقعہ راجستھاں"  
میں اس کے متعلق سیر حاصل تحقیقات اور بحث کی ہے۔ اور ان کہانیوں  
اور ان کے اختلافات کو دکھا دیا ہے۔

حکیم صاحب نے اس کا اصل نام "سرور پی" لکھا ہے۔ موصوف نے  
اس خیر حسین ملک کے تصور بھی دیکھی ہیں۔ اس کے علم اور اعضا  
کی کیفیت ظاہری تحریر فرمائی ہوگی یا کہ اپنے اہل تشکیس و قسم سے پوری  
صورت کشی کی ہے۔ جلال الدین شروانی کا حوالہ بھی دیا ہے۔ تذکرہ عالم  
اور "دعوت انرا" کے بیانات سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔  
حکیم شہنشاہ بیگم! تیرا حسن دلربا اور جمال جلال فرانہ رہا ہو۔  
نہ بھی۔ مگر تجھ میں وفا شہادی کا جو ہر تھا۔ اور خدمت گزار کی طبیعت۔  
اخلاص و محبت تیرا خاصہ تھا۔ جس نے اور نگ نہ سب ایسے مشرکہ  
و طمع جہان دیدہ شخص کو تیرا گردیدہ بنا لیا تھا۔ تیرا جہاد سرتاج اپنے

جلال اول صفحہ ۱۰۹ لکھنؤ واقعہ راجستھاں



وقتِ آخرین میں میرے فرزند عکبر ہونے کو پیری نسبت لکھتے ہیں: "ادو  
پوری والدہ شاد و بیاری میں بودہ ارادہ رفاقت دارد و نہا

صفحہ ۲۰ - نوٹ ۲۰ - بھاشا

تحقیق فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں کئی صدیوں تک جو بولی رائج  
رہی وہ سادہ بھاشا تھی۔ جو سنسکرت الفاظ کی آمیزش سے خالی تھی۔  
اس کے متعلق پنڈت برہم موہن دتا تربیتی دہلی نے اپنے کچھ  
موسوم بہ "ناگزیر تیل و قال" میں بصراحت تحریر کیا ہے۔ بڑے اور ادب  
خاندانوں کی عورتوں کی جو زبان تھی وہ اور بھی آسان تھی۔ بے تکلف  
و راسی کہ شش سے سمجھ میں آجانی تھی۔ موصوف نے اس کی نظیر  
میں ایک خط لکھ سدی و دادی نسبت ۱۲۴۷ کی یعنی جو دی ۱۱۹۲ء کا لکھا ہوا  
نقل ہے۔ ۱۱ سالہ مذکور میں سلطان شہاب الدین محمد غوری کا اور جہاد  
پر تھی راج سے ترائی کے میدان میں آخری اور فیصلہ کن جنگ ہوئی  
تھی۔ یہ تھی راج کا واد یعنی یہ تھا بانی کا شوہر چوہر کا واد۔ ہر سنگ  
بھی اس میں شریک تھا۔ کام آیا۔ رانی پر تھا سنی ہو سکتا ہے۔ پہلے  
اپنے بیٹے کو یہ خط لکھ کر چھوڑ دیا تھا۔

۱۲۱۰ قمری تاریخ لکھی۔ نوٹ ۲۰ - صفحہ ۲۰ -



۲۱۴

”سری حضور سمر (جنگ) میں مارے گئے اور ان کے سنگ رشتی  
 کیش جی بھی بکینٹھ کو پدھا سے، میں۔ رشتی کیش جی ان چارہ لوگوں میں  
 سے ہیں جو دتی سے میرے سنگ دھیز میں آئے تھے۔ اس لئے ان  
 کے ہستیوں کی خاطر کھنا۔ دو نے پاچھے مارا چیارہ ی گراں کے منشا  
 (کنہ والوں) (اور) (اچا کر ی گریغی نو کر چاکر)

۱۵۱ کی خاطر رکھو۔ ای مارا جیو کا چاکر ہر جو تھا سو سرکدی حرا مخوری نیو کیا۔  
 (یہ) (تم سے) (کبھی) (نہیں کریگا)

پنڈت صاحب فرماتے ہیں کہ ”علی زبان بلکہ زبانوں میں فارسی  
 الفاظ کا شامل ہونا آج کی بات نہیں جہاں تک تاریخ کی روشنی پہنچتی  
 ہے ایسا ہونا برابر پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عربی فارسی لفظوں کا  
 ہندو مت رات کے استعمال میں ہونا مسلمانوں کے راج سے پہلے  
 پایا جاتا ہے۔“

صفحہ ۲۸ - نوٹ ۲۱ - رجواڑہ۔

راجہ کے ترکیبی و اضافی مصطلحات میں ایک لفظ ”رجواڑہ“ بھی  
 ہے جو ہمارے زمانہ میں مسلم اور قسطنطنیہ طور پر راجاؤں کے دارالصدر

۱۵۱ مضمون چند غلط فہمیاں صفحہ ۶۳۳ اجراغ عقل فصاحت۔ ۱۹۴۱ء، لاہور۔



یا ریاستوں کے حدود قلمرو کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن دو  
 دہائی صدی پہلے اس کے معنی کچھ اور لئے جاتے تھے۔ ملا عبد الواسع  
 ۱۵۲۱ء نے جو اپنے فارسی قواعد "رسالہ عبد الواسع" کے نام اور ذریعہ  
 سے کافی شہرت رکھتے ہیں، غرائب اللغات میں اس لفظ (رجوارہ)  
 کے معنی "تحبہ خانہ" کے لکھے تھے۔ خان آرزو سراج الدین علی خاں  
 اس پر بہ ہم و مقرض ہوئے۔ فرمایا کہ "رجوارہ بدین معنی اصطلاح  
 شاہ جہان آباد است بلکہ اردو است کہ اس قسم اماکن اکثر در  
 شکر نامی باشند۔ والا در اصل رجوارہ جائے بودن راجہاست۔"  
 اس معنی میں یہ لفظ (رجوارہ) اہل شاہ جہان آباد (دہلی) بلکہ  
 اردو (شکر) والوں کی اصطلاح ہو گئی۔ اس لئے کہ راجاؤں کے  
 لشکروں میں اس قسم کے ٹھکانے اکثر و بیشتر ہوتے ہیں۔ ورنہ اصلیت  
 یہ ہے کہ راجگان کے رہنے کی جگہ "رجوارہ" کہلاتی ہے۔

رجوارہ کی مثال میں شاہ مبارک آباد کا یہ شعر یاد رکھئے کہ قابل ہے۔

فاسق کے دل پہ دُالی حبِ نفس بد نے بُر کی

رجوارہ کی گلی کا تب جا غبار دیکھتے

۱۵۱۱ء مفصل حالات کارروائی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابت ۱۸۷۱ء صفحہ ۱۲۱ میں ملے

اور ٹیل ہیاگرنی کل ڈکشنری صفحہ ۱۰۱-۱۵۲ اور ٹیل کالج میگزین مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۳۸-  
 از پروفیسر حافظ محمود شیرانی۔



مشرقی لکھتے ہیں کہ "راجواڑہ" اگرہ میں ہے۔ یہاں سے سکھوں کا نام ہے۔  
 جہاں بہت سے راجگان نے مل کر عمارات بنائی تھیں۔ جس سے سکھوں کا  
 جو سنگھ، ملن سنگھ، مبارک سنگھ، بھول سنگھ، داس و لدگوپال داس  
 دوار کا داس وغیرہم کے نام ان میں لکھا ہوا ہے۔ ان کے مکانات  
 اسی جگہ تھے۔ یہ اب بھی "موضع راجواڑہ" کہلاتا ہے۔ یہ  
 کرنیل ٹاڈ اپنی جامع حالات تالیف میں لکھتے ہیں کہ راج واڑہ راج  
 اور واڑہ سے مرکب ہے۔ واڑہ کا دوسرا روایتی تلفظ باڑہ یا واڑہ ہے۔  
 جس کے معنی بھی جائے سکونت کے ہیں۔ جیسے تلفظ باڑہ یا بیسواڑہ  
 وغیرہ۔ ۱۵۵

## صفحہ ۲۹ مقالہ ۲۲۔ لایسنس اور فارسی

لایسنسوں کے فارسی پڑھنے پڑھانے کا احوال اور اس کا آغاز  
 دلچسپ ہے۔ مولانا حبیب احمد پوری لکھتے ہیں :-  
 "سکھوں کی لادہ کے زمانے تک تمام سکھ ہندو فارسی یا عربی  
 نہ پڑھتے تھے۔ ان کا نام لکھنیش بہاریہ کہ جھوٹا تھا۔ جب سکھوں کی  
 ۱۵۵ لکھنیشی مشنات ۱۵۵-۱۶۰۰ ۱۵۵ صفحہ ۲۲ راجواڑہ کی تاریخ  
 یاد بہنیم لاہور۔ ۱۵۶ امرتسر سے منسلک ۱۵۵-۱۶۰۰



کہ فارسی خواں ہندوں کی ضرورت ہوئی تو اس نے ایک دن دربار میں  
 کہا کہ کدھم ہندو بچہ اسے کہتا ہے کہ فارسی دانہ؟ "جو اب ملا کہ ایک بھی  
 نہیں۔ اس پر بادشاہ نے اول برہمنوں کو طلب کر کے فارسی پڑھنے  
 کے واسطے کہا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا جہ ہم کو اپنے و مہرم کم  
 م دیا ہے کہیں فرصت ہو جو فارسی پڑھیں۔ پھر جتنوں کو بلا کر  
 کہا۔ وہ بولے کہ ہم اپنی سیف ہیں اپنی قلم بننا نہیں چاہتے۔ اسی  
 طرح ویشوں نے کہا کہ ہم تجارت پیشہ ہیں۔ یہاں اس وقت  
 نہیں کہ فارسی پڑھیں۔ جب شہزادوں میں کالیستوں کی باہمی  
 آئی جو پہلے سنسکرت کی کتابت سے اوقات بسر کرتے تھے  
 انھوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں فارسی  
 پڑھ کر ملکی عہدوں پر مامور ہونے لگے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ہمسند  
 بھی پڑھنے لگے۔ اور سکندر لودی کے زمانے میں اکثر ہندو فارسی  
 عربی میں کامل ہو کر ان علوم کا درس دینے لگے۔ .. لیکن چونکہ  
 ہندو ملکی زبان مثنیٰ اور ہندو اس لیے ہندو جو فارسی نہیں  
 جانتے تھے شہنشاہوں نے وقتاً حکم ملے میں ملازم چلے آتے تھے  
 اس کے علاوہ سکندر لودی کے بعد کے اکبر کے عہد تک ملکی انقلاب  
 بھی جلد جلد چلتا رہا اور کسی بادشاہ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ ادھر



توجہ کرتا۔ لہذا ٹوڈرل کے عہد تک: قزوں کا انتظام کچھ تتر بتر رہا۔<sup>۱۵۷</sup>  
علوم و فنون کی سرپرستی اور مساعی اشاعت و افواہات کے

باوجود الفنسٹن نے (MOUNT STUART ELPH INSTONE)

تاریخ ہند میں سکندر لودی کی بڑی برائی کی ہے۔ جرم وہی 'تعصب'  
بربریت اور تہذیبیت کا لگایا ہے۔ حالانکہ دنیا پر بخوبی روشن ہو کر وہ  
عالم، علم و دست اور صالح بادشاہ تھا۔<sup>۱۵۹</sup> الفنسٹن خود ہی یہ بھی  
روایت کرتا ہے کہ سکندر لودی نے عورتوں کو قبروں کی زیارت سے  
رد کر دیا تھا۔<sup>۱۶۱</sup>

حالانکہ صاحب سیر المتاخرین سلطان فیروز شاہ تغلق کے  
ذکر میں ناقل ہے کہ "بمقتضائے نیک ذاتی و نیک نیتی عورات  
مسلمہ و کافرہ را از رفتن بر فرارات و بت خانہا منع کرد و اسباب  
فسق و فجور مثل مے کدہ و نیک خانہ و دیگر ملاہی مہندم گردانید۔"<sup>۱۶۲</sup>

<sup>۱۵۷</sup> امرائے ہندو صفحہ ۱۳۵۔ ۱۵۸ اشاعت، پھیلانا، پرانندہ کرنا۔ اشاعت۔

آشکارا کرنا۔ ۱۵۹ انکوکار۔ ۱۶۰ بلع ہضم، صفحہ ۴۱۹، لٹونہ و مصحح ای بی۔

کا دلی (E.B. COWELL) ۱۹۱۱ء، لندن۔ ۱۶۱ اربط، صفحہ

۳۴۸۔ الفنسٹن کی اس تاریخ کا ترجمہ "تاریخ ہندوستان" کے نام سے اردو میں

ہو چکا ہے اور ضخیم ہے۔ یہ آسانی دستیاب ہو جاتا ہے۔ ۱۶۲ صفحہ ۱۲۸۔ ذیل کشوری۔



نامور مورخ ایلیٹ نے سلطان کے اس کارنامہ کو اُسی کی زبان سے یوں بیان کیا ہے: "مسلمان شہروں میں ایک غیر شرعی رواج عام ہو گیا ہے متبرک دنوں میں عورتیں پیادہ پا یا سوار یوں پر جھنڈ کے جھنڈ متبرک کی زیارت کو جاتی ہیں۔۔۔ میں نے حکم دیدیا کہ کوئی عورت مرادات پر نہیں جاسکتی۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ کوئی شریف مسلمان عورت قبروں کی زیارت کو نہیں جاتی۔ یہ رواج اب بالکل موقوف ہو گیا ہے" ۱۶۳

باز آمد۔ تالیف بتاتی ہے کہ فارسی تعلیم کا رواج ہندوؤں میں سکھوں کی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۵۰ھ (۱۳۵۱ء) میں تخت نشین ہوا۔ کانگرہ کی فتح کے موقع پر جوالا کھی کی سیر کو گیا وہاں ایک چھوٹا سا کتب خانہ ملا۔ پنڈتوں کو بلا کر چند کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ مصنف سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ "سلطان علمائے آن طائفہ را بحضور خویش طلب داشتہ مضامین آن را شنیدہ مخطوط گردید و فرمود بعضے ازاں کتب را بہ فارسی ترجمہ کنند۔ تا مطلب آن درست و باسانی ہمیدہ آید۔ مولانا عز الدین حسب الامر کتابے در حرکت طبعی ازاں کتب جدیدہ مطالب آن را در سلک نظم کشید و کتاب فیروز شاہی موسوم گردانید" ۱۶۴

سلطان نے اس گروہ کے عالموں کو اپنے سامنے بلایا۔ ان

۱۶۳ از اصلاح نمبر ۱۸، بحوالہ تالیف ایلیٹ، جلد سوم، صفحہ ۳۸۔ ۱۶۴ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۳)



۲۲۰

کتابوں کے مضمون سے خوش ہوا۔ فرمایا کہ ان میں سے بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی میں کیا جائے تاکہ ان کا مطلب درست اور آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ اس حکم کے مطابق مولانا عز الدین نے ان کتابوں میں سے ایک کتاب حکمت طبعی کی متن کر اس کا مطلب نظم میں کہہ دیا۔ اس کتاب کا نام فیروز شاہی رکھا گیا۔

نامور مستند اہل قلم سر سہری ایم ایلیٹ - SIR HENRY MYE  
RS ELLIOT - کی تاریخ ہند (جیسی کہ اس ملک کے مورخین نے کبھی  
ای) جلد ششم صفحات ۵۷۲ تا ۵۸۳ (مع اندکس) صفحات مذکورہ  
کے حوالہ سے پروفیسر الیشیرا پر شاد اپنی تاریخ عہد وسطی (انگریزی)  
میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایلیٹ صاحب نے ذاب جلال اللہ کے کتب  
خانہ واقع کھنوپیا سنسکرت کی ایک کتاب کا ترجمہ دیکھا تھا جو نوم  
کو اکب پر تھی۔ یہ نام ہی ترجمہ فیروز شاہی کے عہد میں ہوا تھا۔ (ایلیٹ  
کی تاریخ ہند جان ڈاوسن (JOHN DAWSON) مطبوعہ

(تقریباً گزشتہ) صفحہ ۱۲ نوکی کسورہ۔ مشربلی نے انکو عز الدین خالد خانی کے قریب

اور کتاب کو دیکھا۔ فیروز شاہی نام سے یاد کیا گیا۔ ترجمہ عہد میں ہوا تھا۔  
کیا تھا۔ کتاب عہد و تنجیم و الہیات کی جانتی ہو۔ (دکھن مشربلی صفحہ ۱۰۵)  
۱۹۵۱ء مرآۃ السلاطین صفحہ ۱۲۹ - جلد اول۔



لندن، ۱۸۹۶ء

صحیح یہ ہے کہ باقاعدہ امداد کو میسر نہ کے ساتھ ہندوؤں میں فارسی تعلیم کا رواج سکندر لودی کے زمانہ سے ضرور ہوا۔ اس نے بعض شخصیتوں کو تشویشی سے کام نہیں لیا بلکہ ہندوؤں کے تہذیب کی جگہوں میں مساجد کے لئے اور بازار قائم کئے چاہیوں کو بھی تعلیم پر مجبور کیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہندوؤں میں بھی عام طور پر فارسی تعلیم رواج پا گئی۔ فرشتہ شہادت دیتا ہے کہ ”در بہتر جا سے ہمارے ہندو ان غنیمتوں میں گردن سر اور مسجد و مدرسہ بازار ساختہ موکلان گماشتہ اندازت۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ ”بسیار فرشتہ آدم علم رواج یافتہ و امرا و ارکان و سپاہیان بکسب فضائل اشتغال نمودند و کافراں جو اندل و زشتی خط فارسی کہ تا آن زمان در میان ایشان معمول نبود“ پر داغند۔ ”ان ایچھے ایچھے مقامات پر جہاں ہندوؤں کے دشمنان ہوتے تھے، سر اس میں مسجدیں اور مدرسے اور بازار بنوا دیئے اور نگراں مقرر کئے۔ اس کے عبادت گاہوں میں علم کا رواج بڑھا۔ امیر اور ارکان شاہی اور سپاہی ہندوؤں اور فضیلتوں (باطنی نصرتوں) کے حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور ہندوؤں کی خرابی کے پرچہ ادا کئے میں جس کا اس زمانہ تک ان میں معمول نہ تھا، مشغول ہو گئے۔

۱۹۹۱ء مقالہ دوم صفحہ ۱۸۹-۱۹۰ اولیٰ کشوری ۱۹۹۱ء مقالہ دوم صفحہ ۱۸۹



ہو گئے۔]

تاریخ داؤدی اور جام جہاں نما سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

صفحہ ۲۹۔ نوٹ ۲۲۔ سلطان مغزال دین محمد سوم ملقب بہ شہاب الدین غوری

پہلے غزنی کا گورنر تھا۔ خراسان فتح کیا۔ ہندوستان کے ایک بڑے  
عہد کو منسوخ کیا۔ دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کو گرفتار کر کے قتل کیا اپنے بھائی  
کے مرنے پر ۱۱۹۹ء (۱۲۰۲ء) میں تخت پر بیٹھا۔ مدت سلطنت تو  
تین ہی سال تھی مگر مورخین اس کا عہد حکمرانی مجموعی حیثیت سے تیس  
سال شمار کرتے ہیں۔ ۲۷ شعبان ۶۰۲ھ (۲۷ مارچ ۱۲۰۶ء) کو کھڑو  
کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آغاز کار میں اسکی مدد امام فخر الدین رازی نے  
اپنے مال و دولت سے کی تھی۔ جب وہ عروج پا کر سلطان ہوا تو یہ  
اُس کے دربار میں گئے۔ شہاب الدین ہنایت اعزاز و احترام کے  
ساتھ پیش آیا۔

دہلی کی مسجد "توۃ الاسلام" یا "مسجد آدینہ" شہاب الدین کی

۱۶۵۔ بلی کی ڈکشتہ ۱۶۵۔ صفحہ ۳۴۔ تحفۃ الکرام، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲۔ د۔ سیر المتاخرین

صفحات ۹۶ و ۱۰۵۔ تاریخ فرشتہ جلد اول، صفحات ۵۶ تا ۶۰۔

۱۶۶۔ علیہ سے سلف، مولانا شہر وائی۔



یادگار ہے جس کا تذکرہ تقویم البلدان اور فتوحات فیروز شاہی میں موجود ہے۔<sup>۱۵۱</sup>

فتح مند شہاب الدین کے ذکر کے ساتھ ایک ہندوستانی شاعر چندر بردے کا نام خود بخود زبان پر آجاتا ہے۔ وہ دربار راج دہلی کا بڑا بااثر شاعر تھا۔ اس کے کارنامے اور اس کے آقا کے انجام سے تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہے۔<sup>۱۵۱</sup>

چندریا چاند کے حالات ہندی تاریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ لیکن ان میں شاعرانہ انداز اور انشا پر داندانہ شان غالب ہے۔ یہاں نہ کسی ملکی و سیاسی ہنگ کو دکھانے کی ضرورت ہے نہ کمال فن پر بحث کرنے کی۔ بیل صاحب فرماتے ہیں کہ "چاند کا نام ترک کا بھی تھا جو اس کے مفرد صنف پیغمبرانہ اعجاز پر مبنی تھا۔ اس کا زمانہ بارہویں صدی سہی کا آخر سمجھنا چاہئے۔ اپنے آقا پر پختی راج یا پتھورا کے گرفتار ہو جانے پر (۱۱۹۳ء) یہ بھی غزنی پہنچا۔ شہاب الدین کا خون کر ڈالنے کے بعد خود بھی اپنی جان

۱۵۱ مسلمان تاجداران ہند جلد اول صفحات ۷۴-۷۵۔ ۱۵۲ نامی شاعر۔ آب حیات صفحہ ۱۰۱۔ اور نیٹل بیاگرافی کل ڈکشنری صفحہ ۱۰۱۔ یا ۱۱۹۳ء

حسب تخریر آب حیات صفحہ ۱۰۱۔



۲۲۴

جان آفرین گو سپرد کردی جو حال پوچھنا فی شاعر خود مر کاہی کہ گفتہ ہی  
 ملک کہتے ہی شہر اسکی ولادت گاہ کا شرف حاصل کرنے کے لئے ہر ہم  
 دست و گریبان میں وہی کیفیت ہندوؤں کے اس محبوب و  
 مقبول شاعر کی بھی ہو۔ دہلی قنوج، مہو، پنجاپ، صہبہ ہی اس عمارت  
 کے دیویدار اور اپنا اپنا دلوں سے ثابت کرنے کے لئے بیٹے چیت ہیں۔  
 مگر خود اس کی شہادت یہ ہے کہ وہ لاہور کا باشندہ تھا۔ پرتھی راج  
 چولن راسا میں صہبہ وہ اپنے راجا کے بعض دلاوروں اور دوستوں  
 اور شیر خواہوں کو شمار کرتا ہے کہ قنوج میں پیدا ہوا تھا۔  
 سنگھ اور جیت باپ بیٹے دونوں اچھے تھے۔ گنڈوا میں پیدا ہوئے۔  
 دیرگ کا گڑا میں لڑائی لڑا، ناگوانہ میں بچھڑا اور چاند گوی لاہور  
 میں۔

چند پر دے، شباب الدین غزنوی اور پرتھوی راج چولن وارانہ  
 دہلی کی لڑائیوں میں خود بھی شریک رہا تھا۔ اس نے پرتھوی راج کے  
 واقعات اور معرکوں پر ایک نظم "راج راسا" کے نام سے لکھی ہے۔ یہ  
 وہ شاعر ہے جس کو خود "چھبہ چند" کا تہنا اسی طرح مالک کہتے ہیں  
 کہ آپ جیات، صفیات، اور دے۔ ایشیا، صفحہ ۶۷۔



۲۲۵

جس طرح سری گوشتائیں تلسی داس جی "چو پائی" کے بادشاہ تھے۔ یہ  
تنہا شاعر ہی نہ تھا بلکہ یہ بھی راج چوہان کا وزیر بھی تھا۔ سمرت گیارہ  
انچاس میں پر تقوی راج کے ساتھ مارا گیا۔

بھائی پر مانند "تاریخ جہانگیر" میں لکھتے ہیں "عام خیال ہے کہ شہید  
برہم کی مشہور شاعرانہ تصنیف "پر تقوی راج" اسکا "ہندی زبان  
میں پہلی بڑی کتاب ہے اور یہ کہ ہندی زبان اس وقت تک ایک  
آزاد زبان بن چکی تھی۔ یہی پہلی کتاب ہے جس میں اس ملک کے لوگوں  
کے لئے "ہندو" شہید بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ ہندی بھاشا  
اسی سے شروع ہوتی ہے۔"

صفحہ ۱۳۰ - نوٹ ۲۴ -

اس قسم کی چھپر چھپاؤ کا واقعہ سوہیوں کے عہد کا ملائے بدایونی  
نے بھی لکھا ہے۔

سلیم شاہ کا ہے مرزا (کامران) یا طلبیدہ شاعرہ جی کرو صحبت  
بنا خوشی جی گزشتہ - و میرزا اذان تکلفات و تواضعات بسیار بجان

عیا تلسی داس اور دایین - آب حیات صفحہ ۱۱۰ - ملا ۱۵۲ ابوالہر حسرتی مطبوعہ

علی گڑھ مرتبہ شمس العلماء مولوی محمد امین - ملا ۱۵۱ صفحہ ۶ مطبوعہ مولوی محمد امین

۱۵۱



آمدہ از عمر و زندگی بیزاد گشت۔ و فرصت بجہت نیرامی جہست۔  
 و افغانان باوکی زبان ہندی ہرے می کردند۔ و چون بدو باد می آمد  
 می گفتند مورد (مرغ) می آید۔ مرزا انکی مقربان بخشو سلیم شاہ پرید  
 کہ مورد کرامی گویند۔ او گفت مردے عظیم الشان را می گویند۔ مرزا  
 گفت بریں تقدیر سلیم شاہ خوش مورد باشد و شیر شاہ ازاں قسم  
 خوش تر بود۔ ۱۷۹

صفحہ ۳۲ - نوٹ ۲۵ - عبدالرحیم خان خانان

جو خان میرزا بھی کہلاتا ہے، بیرم خاں کا بیٹا تھا۔ ۳۱ صفر ۱۰۹۲ھ  
 (۱۷ اگست ۱۷۷۵ء) کو پیدا ہوا۔ چار برس کا تھا جب اس کا باپ  
 مارا گیا۔ جو ان ہوا تو باپ کا منصب، ساتھ ہی خانخانان کا خطاب اور  
 گجرات کی حکومت ۱۰۹۲ھ (۱۵۸۵ء) میں پائی۔ ۱۷۹۱ء اس کی لڑکی جانی بیگم  
 شاہزادہ دانیال کو بیاہی تھی۔ اس نے عہد جہانگیری کے بھی کچھ سال  
 دیکھے تھے۔ بہتر سال کی عمر میں ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷ء) میں دنیا سے رخصت  
 ہوا۔ قبر دہلی میں ہے۔

۱۷۹ منتخب التواریخ، جلد اول، صفحہ ۳۹۰۔ ۱۷۹ ترجمہ آئین اکبری، جلد اول



عبدالرحیم خاں کے حالات اور کارنامے اس کی زندگی میں ایک ایرانی  
 ابنِ قلم تھا عبدالباقی نے لکھے تھے۔ یہ ضخیم و مبسوط کتاب اثر جمعی کے  
 نام سے طبع ہو چکی ہے۔ اس میں اس کا عربی، فارسی، ترکی کا کلام بھی  
 موجود ہے۔ یہ رسمِ مخدص کرتا تھا۔ خود جہانگیر ترک میں چار زبانوں میں  
 اس کی شہادت کی تصدیق کرتا اور اس کے علمی مدارج، شاعرانہ  
 عروج و قوت اور قدرتِ کلام کی ان الفاظ میں سند دیتا ہے: خانِ خانان  
 در قابلیت و استعداد یکتا سے روزگار بود زبانِ عربی و ترکی فارسی  
 و ہندی می دانست و از اقسام دانش عقلی و نقلی سے کہ علوم ہند کا  
 بہرہ دانی داشت۔ و زبانِ فارسی و ہندی شعر نیکو گفتے۔ آثار کا  
 مصنف ایرانی تھا، وہ غریب بھاشا کو کیا سمجھ سکتا تھا؟ اس نے  
 اُس کے نمونے بھی نہیں دئے ہیں۔ البتہ وہ لکھتا ہے کہ خانِ خانان نے  
 فارسی میں جس قدر کہا تھا اُس سے کئی گونہ ہندی زبان میں تھا۔  
 افسوس ہے کہ ان اشعار کے سوا جو ہندی شاعری نے شائع کئے ہیں  
 یا کورس (اسکولوں) کے چند انتخابات میں نظر آ جاتے ہیں اس کا  
 ہندی کلام ناپید ہے۔

اس کا فارسی دیوان بھی غائب ہے۔ بابر نے اپنے سوانح و واقعات

نشا پیل کی دکنی، صفحہ ۸۔



۲۲۸

اپنی زبانِ ترکی میں حوالہ قلم کئے تھے۔ خان خاناں نے اس کتاب  
 رزک باری کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔ اس کی روانی، سادگی، سہولت  
 اور صفائی زبان کی اہل نظر بہت تعریف کرتے ہیں، یہی واقعات باری  
 اور وقائع باری کہلاتی ہیں۔ اور مقبول بیچ ماں کے مطالعہ میں آچکی ہے۔  
 خان خاناں کی خوش استعدادی، علمی و ادبی قابلیت انتظامی  
 سلیقہ و شان اور بہ ہر فن کمال کے لحاظ سے اکبر نے اس کو جہانگیر کا  
 اتالیق مقرر کیا تھا۔

صفحہ ۳۴ نوٹ ۲۶۔ ٹوڈر مل

غریب گھرانے کا بچہ، ذات کا کھتری اور اعتقاداً پکا ہندو تھا۔  
 مالی معاملات میں اکبر اکبر کا دیوان، شیر عظم اور قوت یازد تھا۔ مالدار  
 خراج و حاصل ملکی اور نقدیات سب کے سب اسی کے زیر نگرانی و احتساب  
 تھے۔ اس نے کئی صوبوں کی پالیسٹ اپنے اہتمام و ہدایت سے کرائی تھی۔  
 (صفحہ ۳۴) بابو ترپورائی سرن کی کتاب معلومات عامہ پر (صفحہ ۳۴) پتہ  
 ۱۸۱۱ء میں اکبر اکبر جلد اول صفحہ ۷۷۔ ۱۸۱۲ء رسالہ مدارت، نمبر ۱ جلد ۹ ص ۹۔ ۱۸۱۳ء  
 ۱۸۱۹ء صفحات ۴۴ تا ۵۳۔ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۱۱۔ مجمع الفوائد خان آذر۔ طبقات  
 اکبر صفحہ ۳۴ رد ۵۷۔ ۱۸۱۳ء پتہ ایشوری پرشاد کی تاریخ مسلمان ہندوستان صفحہ ۳۴  
 ۳۴۱ و ۳۴۲



(ادو ۱۷۷) کے لاکھ گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ جہاں اس کے محلوں کے مکنتدار  
اب تک موجود ہیں۔ کام کرنے کا طریقہ نہایت جلد سمجھ لیتا اور خوب  
عزت و سند ہی سے انجام دیتا تھا۔ اس نے شیر شاہ سوری کے زمانہ میں  
بھی نظامات ملکی کے سلسلہ میں کام کیا۔ نوایاں کئے تھے۔ بہادر اور  
جاں باز بھی تھا۔ اکبر کے زیر حکم بنگال اور بہار کو بڑی دیر سے  
مردانگی سے فتح کیا تھا۔<sup>۱۷۵</sup>

اکبر کے سلسلہ جلوس میں راجہ ٹوڈر مل نے زمین کی پیمائش کرائی۔  
مختلف قیمتیں اور شرحیں تجویز کیں۔ اس کا شریک خدمت رفیق  
کار اور دست راست امیر فتح اللہ شیرازی تھا۔ جس کی عالی دماغی خوبی  
تندرہ حسن تدبیر و مصلحت اندیشی کا اس وقت ایران میں بھی کوئی مقابل  
و نمبر نہ تھا۔ اسی کی نسبت ابوالفضل کا دعویٰ ہے "اگر کہن ناہاتے  
دانش مفقود شوند او اساس نو ہر ہند"۔<sup>۱۷۶</sup>

۱۷۷ صاحب تاریخ امراے ہندو لکھتے ہیں کہ ٹوڈر مل طمن گوت کا کھتری چوہیاں ضلع

لاہور کا باشندہ تھا۔ یہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کی کاوشوں اور تحقیقات کا نتیجہ

ہے کہ اس کا وطن لاہور پر قراہ پاتا ہے۔<sup>۱۷۵</sup> امراے ہند، صفحہ ۱۳۶۔

۱۷۶ "تاریخ ایشری پرشاد" صفحہ ۳۴۔ مفتاح التواریخ۔ صفحات ۲۸۲-۲۸۳



اسی سلسلہ میں بہ عہد شاہ جہاں مرشد قلی خاں صوبہ دکن نے  
بعض انتظامات میں رد و بدل یا اضافے کئے تھے۔ خانی خاں نے  
منتخب الباب میں ان کو بہ تفصیل ضروری تحریر کیا ہے۔ ۱۸۷

۱۵۸۲ء میں لٹوڈرمل "دیوان اشرف" مقرر ہوا تھا۔ ۱۸۸  
ہمارے مورخ اور بیگانہ مالک کے سیاح اور اہل قلم لکھتے ہیں کہ  
لٹوڈرمل کی پالیسی نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ اس سے نہ صرف سلطنت  
مغلیہ اور باشندگان ہند کو نفع پہنچا بلکہ غیروں نے بھی فائدہ اٹھایا۔  
نادر شاہ جب ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء) میں ہندوستان سے رخصت  
ہو کر چلا ہی تو گوردون روپیہ زر نقد اور جنس و متاع کے علاوہ ہزاروں  
کارہنگر دستکار و ہنرمند اہل حرفہ اور پیشہ وروں کو بھی اپنے ساتھ لے  
گیا تھا۔ ان میں ایک سو تیس نفر منشی اور اہل کاتبی جو اسی گورد کے  
چیلے سنڈا بعد منسلک ہوتے چلے آئے تھے، حکومت تیموریہ کے تمام حسابا  
کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔ مانیات کے نسق و نظم میں مہارت کلی  
رکھتے تھے۔ ۱۸۹

۱۸۷ صفحہ ۷۳۲ و ۷۳۳ - مختصر تاریخ از ایشری پرشاد صفحہ ۵۱۹ -

۱۸۸ ایشری پرشاد صفحہ ۴۰۹ - ۱۸۹ دکن کی سیاسی تاریخ صفحہ ۲۸۲ -

مطبعہ حمید آباد



پروفیسر رابرٹس اپنی تاریخ ہند برطانوی میں اس کو "سب سے بڑا  
ہندو وزیر" لکھتے ہیں (صفحہ ۱۱) اکبر نے جو انتظامی اور مالی طریقے  
سلطنت رانی جاری کیا جس سے مغلی حکومت کو استقلال اور قیام  
نصیب ہو گیا، اسی ٹوڈر مل کی ایجاد و تجویز سے تھا۔ اسی نے سب سے  
پہلا اور سب سے بڑا ہندو سب سے مالگزاری کا کیا تھا۔

صفحہ ۱۲۳ - نوٹ ۲۷ -

دقار کی زبانوں کا رد و بدل ہمیشہ اہل اقتدار و اختیار کی مرضی و  
صواب دید پر منحصر رہا ہے۔ ابو العباس فضل بن احمد اسفرائینی سلطان  
محمود کا وزیر مقرر ہوا تو اس نے سلطنت کے توقعات<sup>۱۹۱</sup> و مناشیر کو جو  
عربی میں لکھے جاتے تھے، فارسی میں لکھوانا شروع کر دیا۔ وہ قدیم شاہان  
ایران کی نسل سے تھا۔ فارسی اس کی مادری زبان تھی۔ اس کو اس زبان کے  
ساتھ بڑا لگاؤ تھا۔ ۱۹۲

زمانہ کا انقلاب، طبائع کا اختلاف کہئے یا مقامی و سیاسی ضرورتوں کا

۱۹۱ بادشاہی فرمان جو متضمن قہر ہو۔ اور اس پر شاہی دستخط یا نشانی۔ ۱۹۲ منشور

بادشاہی فرمان جس میں لطف و عنایت کا اظہار ہو۔ مناشیر جمع۔ ۱۹۲ اشار الکرام از

حکیم شمس اللہ قادری، صفحہ ۸۲۔



۳۳۳

اقتضا کہ عہدِ پیمینہ کی طرح ابراہیم عادل شاہ اول (۱۴۱۹ تا ۱۵۰۶ھ) نے اپنے ملکی حسابات کو جو فارسی زبان میں تحریر کئے جاتے تھے اردو میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ حکام پڑھنے والوں کے سپرد کیا گیا تھا۔ جنہوں نے بہت جلد حکومت میں اپنا وقار قائم کر لیا۔ اگر یہ دکن میں فارسی اثر کی مخالفت نہ کرتا تو بجا پور میں اردو کو شاید ہی بچوٹا بچپن نصیب ہوتا۔ ۱۹۳۳

مجھے اُس زمانہ کی 'یا ولایت دکن کی قدیم اردو ہندی کی نوعیت معلوم نہیں تھی۔ مگر اوراقِ تاریخ بتاتے ہیں کہ یہ بادشاہ (ابراہیم عادل) سخت مذہبی آدمی پابندِ شرع تھا۔ ایک طرف تو دعوت سے کما جاتا ہے کہ وہ ضعیف العقیدت مذہبِ مزاحم دوسروں کے ماتھے میں سنی سے چلا جانے والا انسان نہ تھا۔ دوسری طرف مگر ابوالفاسم فرشتہ کی روایت ہے کہ دفتر فارسی برطرف ساختہ ہندوی کردہ بہانہ صاحبِ دخل گردانید۔ ۱۹۵

اسی فرشتہ کا اردو مترجم لکھتا ہے کہ ۹۴۲ھ میں دفتر فارسی برطرف

۱۹۳۷ اردو شاہ پارے، صفحہ ۲۹۔ نیز ابراہیم شیرازی کی فتوحاتِ عادل شاہی قلی نقوشِ سلیمانی، صفحہ ۵۲۔ امراءِ ہند، صفحہ ۴۴۔ ۱۹۳۷ برہمنان۔

۱۹۵ تاریخ، جلد دوم، صفحہ ۲۷۔



۲۳۴

کر کے ہندوئی کیا۔ اور برہمنوں کو صاحب و خلی کر کے ابراہیم علیہ السلام  
شاہید خاندان کے تمام ضوابط اور دستور العمل و رسم اور تعلیم اور تہذیب  
مولانا شبلی تھری فرماتے ہیں اس سبب تخت نشین ہوتے ہی تمام کار و بار  
سلطنت ہندوؤں کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ دفتر کی زبان بھی ہندی تھی  
فارسی کے بجائے ہندی کر دی تھی ۱۹۶

اسی سلسلہ میں برہمنوں کی نسبت جس علما مولوی سید علی گڑھی  
کی تحقیق یاد رکھئے کہ قابل ہے تاویخ دکن میں لکھتے ہیں کہ گانگوہری سے  
پیشتر برہمن لوگ سلاطین اسلام کی نوکری نہیں کرتے تھے۔ ہندوستانی  
اور پروہتائی اور جوتش وغیرہ کی کمائی پر گزار کیا کرتے تھے۔ اگر انہوں  
کہیں امرائے اسلام کے پاس آتے جاتے تھے تو صرف مخم اور قصہ  
خوافی و بچہ کے دروہ سے آتے اور انعام و اکرام سے لے کر شلہ جاتے  
تھے۔ نوکری نہیں کرتے تھے۔ ۱۹۷

اب یہی سرگزشت ہندو مورخین کی زبان سے سن لیتے۔ اور ان  
کے بارہی اختلاف رائے اور خیالات پر نظر ڈالئے۔ بھائی پروہت  
۱۹۶ صفحہ ۷۷، ترجمہ جدید تاریخ فرشتہ بار چہارم ۱۹۱۳ء ذیل کشور۔ شاہ  
شبلی، مسلمانوں کی علمی بے تعصبی، صفحہ ۵۔ ۱۹۷ صفحہ ۹۱، وغیرہ



۲۳۴

تاریخ مہاراشٹر میں لکھتے ہیں "مسٹر رانا ڈے کہتا ہے کہ ہندو صوبوں  
اور سرحدوں صدی میں دکن کے مسلمان بادشاہ مذہبی تعصب نہ رکھتے  
تھے۔ اور انہوں نے وہ سختیاں نہیں کیں جو شمالی ہند میں ہندوؤں  
پر کی گئیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اس نے کئی دلیلیں پیش  
کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ باہمی خاندان کے اندر شکرگزاری کا خیال پایا  
جاتا تھا۔ اور وہاں کا تمام مالی انتظام ہندوؤں کے ہاتھ میں اور  
وہی زبان میں ہی رہا۔ جب محمد تغلق نے مسلمان باغی سرداروں پر  
حملہ کیا تو ملنگانہ اور وجیانگر کے ہندو ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔  
دوسرے مسلمان بادشاہ مرہٹہ سپاہیوں کو اپنی فوج میں بھرتی  
کرتے تھے اور ہندو راجاؤں کی لڑکیوں سے شادی کرتے تھے مسٹر  
رانا ڈے کی مشہور قابلیت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا یہ خیال اور  
دلیلیں بالکل کمزور اور بوری نظر آتی ہیں۔ دہلی کے مغل بادشاہوں  
نے بھی ہندو راجاؤں کے ہاں شادی کیں مثلاً شاہ جہاں 'جہانگیر'  
اور گلاب زیب کے باپ اور دادا ہندو لڑکیوں کی اولاد تھے۔ ان کے  
ہاں بھی ٹوڈل اور مان سنگھ جیسے بہتیرے ہندو منصب دار  
بنائے جاتے تھے جن کی لیاقت اور بہادری سے مغل بادشاہوں  
نے اتنا فائدہ اٹھایا۔ مسٹر رانا ڈے اس غلطی میں پڑے ہیں کہ



دکن کے مسلمان بادشاہوں نے مرہٹوں کو اپنے یہاں عہدے دینے یا ہندو سرداروں کی لڑکیاں لے کر ہندوؤں پر خاصی مہربانی کی۔ تو جن ہندوؤں نے ایسا کیا انھوں نے ملک کے فائدے کے لئے کیا۔ یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کا لڑکیاں لینا ہندو کی قومیت کھیل دینے کا ایک بڑا معجاری ذریعہ تھا۔ اسی طرح جاگیروں اور عہدوں کا قبول کرنا بھی ان کی غلامی کی ایک بڑی علامت تھی۔ ان کو قبول کرنے والے تو غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کرنے والے تھے۔

.. .. مسلمانوں کو ہندوؤں کی تندی کو ٹھوڑا بہت کھو چکی تھی اور اس میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ وہ دکن کے لوگوں کی زبان اور مذہب پر اپنے زور سے حملہ کر سکے۔ لیکن وجیانگر کی ساری تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے دلوں میں دہاں بھی ہندوؤں کے برخلاف تعصب کی ذرا بھی کمی نہ تھی۔ اور اگر انھوں نے مرہٹہ سپاہیوں کو اپنی فوج میں رکھا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ بہت دور ہونے کی وجہ سے انھیں فوج میں بھرتی کرنے کے لئے کافی افغان خلیج یا ترک نہ مل سکتے تھے۔ ۱۹۹

۱۹۹ صفحہ ۱۴۳ -



۲۳۸

صفحہ ۲۲ - نوٹ ۲۸ -

مجھے یہ پتہ نہ نہیں چلا کہ اکبر کا دفتر مالی کتنا بڑا تھا اور ٹو ڈال نے  
کس عظیم الشان اور عظیم کام کے کایا پلیٹ کا بارہ اسٹے سر لیا تھا -  
بہت ممکن ہے کہ اُس وقت ابتدائی حالت میں اتنا بڑا نہ رہا ہو - مگر  
اورنگ زیب کے شاہی دفاتر حساب کے بارہ ہیں سوچی صاحب  
کہتے ہیں کہ وہ تو ساتھ ہی رہتے ہیں - اصل کاغذات کو بنفسہ اور  
بحالہ دربار کے ہمراہ رکھے جانے کا معمول ہے - اور اس ضرورت کے  
لئے انٹی اونٹ 'تیس ہاتھی' اور بدیں گاریاں سلطنت کے  
حساب کتاب کے کاغذات سے لے دی ہوئی ساتھ رہتی ہیں -

صفحہ ۲۳ - مقالہ ۲۹ - راج ترنگنی اور اس کا مؤلف

تخلیق کا وسیع منظر یا تخلیق ہے - چمپک برہمن کے  
بڑے تھے - راج ترنگنی (RADJATARANGINI) راجگان

کشمیر کی تاریخ چار دفتروں میں ہے - چاروں منظوم ہیں - اور سنسکرت  
نٹ اسٹوریا ڈوموگرا دوسرا حصہ، صفحہ ۲۲ N. MANUCCI'S STORY

DO MAGOR.



۳۳۵

میں ہیں۔ پہلا حصہ اشکو کوں میں خود موصوف کی تالیف اور تقریباً  
 ۱۱۲۸ء تک کے حالات میں ہے۔ یہ راجہ جگنشا یا راجہ سنگھ دیو کا عہد  
 حکومت (۱۱۲۸ء سے ۱۱۵۴ء تک) تھا۔ جس کی فرمائش سے یہ کتاب  
 لکھی گئی۔ مسلمان مورخ اس کو جے سنگھ کے نام سے یاد کرتے ہیں  
 (۹)۔ دو سرا اُس کا تتمہ ۱۱۵۴ء تک کا جو راج (جوں راجا یا جین راجا)  
 زین العابدین عرف بڈ شاہ کے عہد کے ایک مورخ نے لکھا۔ اسکی  
 کتاب راجا ولی عرف زینہ ترنگنی کہلاتی ہے۔ اس میں ۱۱۵۹ء سے لے کر  
 ۱۱۵۹ء تک کے حکمرانوں کے حالات مذکور ہیں۔ بادشاہ کے حکم  
 سے راج ترنگنی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے لکھی تھی۔ تیسرا حصہ  
 یعنی دوسرے کا ضمیمہ سری دوا (شرلوہ) پنڈت نے جو جوں راج کے  
 شاگرد تھے، قلمبند کیا۔ یہ بھی زینہ راج ترنگنی کے نام سے مشہور ہے۔  
 یہ جزو عہد سلطان فتح شاہ والی کشمیر ۱۱۶۸ء (۱۷۹۹ء) میں لکھا  
 گیا تھا۔ اس میں پانچ مسلمان بادشاہوں کا ۱۱۷۷ء تک کا ذکر ہے۔  
 جو نل رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (صفحہ ۵۹۸) میں لکھا  
 ہے کہ بھٹ برک نے بھی کچھ اضافے کئے تھے۔ ۲۰۱

۱۲۱ کشمیری کتابوں کی فہرست مرتبہ سر کلاسن GERARD L. M.

CLAUSON.



۲۳۸

پنڈت کلہن شاستری یعنی سنگھ دیو والی کشمیر کے زمانہ تک زندہ تھے۔ تاہم شریعت شروع کرنے سے پہلے گیارہ تاریخیں واپس کی مطالعہ فرما رہے تھے۔ خردمند آگاہ دل ریل کی مشہور تاریخ (نیل مت پرائی) بھی آپ کی نظر سے گزر چکی تھی۔ جو سب سے پرانی تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ کلہن ہمارے لئے اپنی کتاب کو اپنے ملک کی قدیم روایات، اعتقادی، انسانی و تاریخی سے شروع کیا ہے۔ پہلا بادشاہ گوناوڑ (گوند؟) کو بتاتے ہیں۔ جو ان کے حساب سے ۲۴۴۸ سال قبل حضرت مسیحؑ حکمران رہا ہو گا۔ آخری اجہ ان ہی کے وقت کا سیتہ دیو، عیسوی سال ۱۱۵۰ کے قریب تھا۔

(ریل کی ڈکشنری، صفحات ۱۳۹ و ۱۴۰)

جہانگیر اسکو تزک میں راجہ ترنگ کی تاریخ لکھوائی۔ اکبری عہد کے ترجمہ

کا بھی حوالہ دیتا ہے۔ تاریخ فرشتہ (مقالہ دہم جلد دوم صفحہ ۳۳۳) میں یہ تحریر ہے کہ ”کتاب راج ترنگنی“ کے عبارت از تاریخ بادشاہان کشمیر است در عہد او (زین العابدین) تصنیف شدہ، و کتاب ہما عبارت کہ از کتب مشہورہ ہند است نیز فرمودہ تا ترجمہ کر دند۔ در زمان اکبر شاہ ترجمہ ہما عبارت را کہ بد عبارت بود بار دیگر بہ عبارت فصیح برآوردند و تاریخ کشمیر را نیز بہ فارسی ترجمہ کر دند۔“

لیکن اکبر کے دور و جو راج ترنگنی پیش کی گئی تھی وہ یقیناً ہندو



زبان میں تھی (رائین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۸۱)۔ غالباً اسی کا ترجمہ اکبر کے حکم سے مولانا شاہ محمد شاہ آبادی نے فارسی میں کیا تھا (رائین اکبری جلد اول صفحہ ۷۹)۔

مجھے آگاہی نہیں ہے کہ اکبر کے عہدِ دولت میں کتابوں کا ترجمہ کرا سنے کے لئے کیا انتظام و انتظام ہوتا تھا۔ مگر آج سے دو سو برس پہلے کشمیر کی ایک دوسری تاریخ کے متعلق جو کچھ ہوا تھا اس کو حوالہ قلم کر دینا چاہتا ہوں۔

سکر جیون ذات کا کھتری کابل کا رہنے والا تھا۔ میر غلام علی آغا جگرانی اس کے حسن و جمال نیز ذاتی کمالات کی نہایت تحسین فرماتے ہیں۔ نعیدہ نے یاوری کی۔ عالمگیر ثانی کے نام سے کشمیر فتح کیا۔ راجہ ببادیا گیا۔ بہت سی اچھی اچھی باتیں اس ملک میں رائج کیں۔ اہل حیات عمل میں لایا۔ وہاں کے نامی گرامی شاعروں کی ایک مجلس مقرب کی تاکہ کشمیر کی تاریخ، ابتداء سے آبادی سے اس کے زمانے تک کی لکھ ڈالیں۔ اس کام کے لئے پانچ شخص مامور کئے۔ سر خلد محمد توفیق، توفیق تخلص تھا۔

۳ تذکرۃ الاولیاء از مولوی رضی الدین بسمل، صفحہ ۲۰۰۔ دہلوی زبان، نمبر ۱۸، جلد دوم، مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۲ء۔ ۲ تذکرہ حسینی، از میر حسین دوست، صفحہ ۷۹۔



۲۴۰

اس کا اصلی نام لار جو تھا۔ میر صاحب لکھتے ہیں کہ کشمیری زبان میں  
اس سے بڑھ کر کسی شاعر نہ تھا۔ دوسرے محمد علی خاں متین لکھتے ہیں  
کاؤنڈر "شعرا" حیات الشعراء کہ نام سے کافی شہرت پا چکا ہے۔  
پہلے نام الدین خاں منٹو باشندہ کشمیر کے بیٹے اور بادشاہی منصب پر  
تھے۔ ان دونوں باب بیٹوں کا ذکر تاریخ ارا باد جلد اول صفحہ  
۲۵۰ میں کر چکا ہوں۔ تیسرے رکن کا نام بھی محمد علی تھا۔ مگر لقب بیہ  
ان باخوں میں سے ہر ایک کی ادا د کے لئے دس دس سجدہ باکمال  
"کسلی" نامور تھے۔ خدا معلوم اس کتاب کی تکمیل کی نوبت بھی پہنچی تھی  
یا نہیں۔ محض شعرا کی نامزدگی و انتخاب سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ  
تاریخ نظمیں لکھی گئی ہوں گی۔

راجہ رانجی جیسا کہ اوپر گزارش کر چکا ہوں مجدد وسطی کا تاریخی کاؤنڈا  
کے جانی ہیں۔ یہ کسی حد تک ان لوگوں کا نسخہ بند کرتی ہے جو اس کے سندوں  
کی تاریخ نویسی اور تہارت فن کے قائل نہیں ہیں۔ پر ہاگ کی سر زمین بھی  
نظر کر سکتی ہے کہ اس کے ایک زبانوں اور انشا پر از فرزند آبخانی شری  
و محبت سندت یعنی شری و سچے لکشی جی کے فاضل و نامور شاعر ہر گز قلم سے  
تاریخ معین کا ذکر نہ خواہ کار و بار میں ہر خواہ لڑائی میں۔ ۲۵۰ خزائن ماعرہ، صلف

۱۱۵ - اعراس ہند، صفحہ ۲۸۲ -



اس کے دو ترجمے نکل چکے ہیں۔ ایک انگریزی کاؤدو سر ہندی کا۔  
دو دنوں اصل سنسکرت سے کئے گئے ہیں اور شمالی ہند کے اہل علم کی قدر  
شناسی کے مستحق ہیں۔

راج ترنگنی کا فرانسیسی ترجمہ کپتان انتھونی ٹراور (ANTHONY TROYER) کا اچھا سمجھا جاتا ہے۔<sup>۲۶</sup> انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے پہلے  
مسٹر ولسن (WILSON) نے کیا تھا۔ ایشیا ٹیک ریسرچیر<sup>۲۷</sup> میں  
شائع ہوا (نہید تارنخ راجستھان) پھر ڈاکٹر سر اوریل اسٹائن  
(SIR M. AURIAL STEIN) نے اپنا ترجمہ مع اپنے مقدمہ و تشریحات  
ضمیموں اور انڈیکس کے مشورہ<sup>۲۸</sup> میں دو جلدوں میں شائع کرایا۔  
یہ نامور فاضل و مصنف وسط ایشیا اور ترکستان کا سیاح اور  
جہاں گرد صاحب زطر تھا۔ اس کا نام کشمیر کے ساتھ ملا کر لیا جاتا تھا۔  
ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ تین جلدوں میں ہے جو مشورہ<sup>۲۹</sup> سے ۱۸۵۲ء  
تک چھپتا رہا۔ اب بھی ناپید نہیں ہے۔

زینہ کا ایک انگریزی ترجمہ ”کنگز آف کشمیر“ کے نام سے مسٹر جے  
سی دت نے فرمایا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں طبع ہوا۔

۲۷ گارسان دی تاسی کا پندرہواں خطبہ صفحہ ۵۰۶ مطبوعہ ۱۹۳۵ء۔

۲۸ جلد پانزدہم۔



۲۲۲

غدر۔ بھاگا اور سنسکرت کے کم جانے سے، صحیح جہاں راتھم سطور  
(مقبول) بعض ناموں کو صحیح نہیں لکھ سکا۔ کرنل برگر (COLONEL  
BRIGGS) کو تو یہ شکایت تھی کہ اگلے وقتوں کے مسلمان مصنفین نے  
ہندوؤں کے ناموں کو ایسا بنا بگاڑ دیا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتے  
تھے۔ ”میں کہوں گا کہ مسلمان مورخین کی یہ روشیں ہمیشہ قابل  
ستائش رہی ہیں کہ ہندو راجگان، امرا اور عہدہ داروں کو تعظیم و تکریم سے دیکھتے  
اور لکھتے ہیں جیسے فرمانروا کو کرنل صاحب کے اہل وطن خدا کے دینے  
میں بھی شامل کرتے ہیں اس کو یہ حضرات انڈیا کے نام سے یاد کرتے  
ہیں (فرشتہ)

اپنے ایک ناپیر مقالہ میں جو ”یاد پاستان“ کے عنوان سے معارف  
میں نکلا تھا۔ پنڈت کلہن، اُن کی راج ترنگنی اور کشمیر کی تاریخوں کے  
بارہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ ۲۰۹

پنڈت جواہر لال نہرو اپنے سوانح ”میری کہانی“ میں فرماتے ہیں کہ  
راج ترنگنی ایک ہزار سال کی پرانی اور کلہن شاہی لکھی ہوئی راجیشری  
تاریخی نظم ہے۔ ۲۱۰

۲۰۸ راجستھان، جلد دوم، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۹۲ء، صفحہ ۱۰۱۔ ۲۰۹ نمبر ۲، جلد ۹، محرم،

۱۳۲۲ھ صفحات ۱۲۲ تا ۱۳۹۔ ۲۱۰ صفحہ ۵۴، حصہ دوم، جامعہ دہلی۔



منشی الملکی سببان راسے کھتری متوطن پٹیاہ خلاصہ التواریخ کی  
تہیاد اور اپنے شوق و شغف مطالعہ تاریخ کے سلسلہ میں ان کتابوں کی  
نسبت لکھتے ہیں :-

(۱) نسخہ راج ترنگنی کہ پنڈت رگھوناتھ احوال راجہاے والا شان و  
رایان رفیع مکان بہ تفصیل در سنسکرت نگاشتہ و آنرا مولانا  
عماد الدین بہ فارسی ترجمہ نمودہ۔

(۲) نسخہ راجا ولی کہ مصر بد یادہر اسامی راجہاے بخت ہندی نوشتہ  
و آن را نامتو رام خلاصہ مریدان گسائی و لی بعبارت مرغوبہ بفارسی  
در آورده۔

(۳) تاریخ کشمیری تفسیر احوال چہار ہزار سال کہ مولانا شاہ محمد  
شاہ آبادی ادبیت کشمیری بفارسی در آورده۔

صفحہ ۴۴ نوٹ ۳۰۔ جے پو

تیمور کی اولاد کے تخت پر بیٹھ جانے سے کچھواہ خاندان کی عظمت  
کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ حالانکہ یہی زمانہ دوسرے راجپوتوں کے لئے  
تنزل اور مشکلات کا ہے۔ وجہ یہی کہ دہلی کے نزدیک ہونے سے اس

۱۱۱ ہندوستان کی بادشاہی تیمور کے خاندان میں کم و بیش سوائیں سو برس رہی ہے۔



ریاست نے فوراً ہی مغل راجاؤں کے ساتھ دوستی اور رشتہ گانہ ٹھکر اپنے آپ کو مغل حکومت کا حصہ بنالیا۔<sup>۲۱۳</sup> یہ دلیر مہمت ، پچھلے جہاں باز کچھو ہے راجا بھار مل اور بھگوت داس تھے۔<sup>۲۱۴</sup> غیرت مند مورخ بھائی پرمانند سخت ناخوش ہیں کہ ”اس بھگوان داس نے دہلی میں اپنے رسوخ کو بڑھایا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ اس شخص نے اپنی لڑکی شاہزادہ سلیم کو شادی میں دے کر راجپوتی شان اور غیرت مٹی میں ملا دی تھی۔ باپ بیٹوں نے مل کر کھلاڑے کا دستہ بن کر راجپوت قوم کے درخت کو کاٹنے میں کوئی کسر نہ رکھی۔<sup>۲۱۵</sup> دہلی کے بادشاہوں کو کسی راجپوت کا اپنی لڑکی دیدینا ایک ایسا قومی گناہ تھا جس کی ”عافی کبھی نہ ہوگی۔“<sup>۲۱۵</sup> کچھو ارا راجپوت اپنے آپ کو سورج منسی نسل سے لاتے ہیں۔<sup>۲۱۶</sup> لالہ راجہ بھار مل والی امیر نے اپنی بیٹی اکبر کو دی تھی۔ یہی ملکہ مریم الزمانی بنی مان سنگھ کی بھوپھی اور جہانگیر کی ماں ہوئی۔<sup>۲۱۷</sup> ابوالفضل غلامی نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ ”اسی طرح خود راجا بھار مل ہی نے اپنی خواہش سے قرابت کی تھی۔ اور اکبر نے اپنے لئے منظور فرما کر

<sup>۲۱۳</sup> تاریخ راجستھان، بھائی پرمانند صفحہ ۹۶۔<sup>۲۱۴</sup> تاریخ منتخب لکھنامہ قلمی، توشہ

<sup>۲۱۵</sup> تہذیب و ثقافت، ۱۶۔ بلی کی ٹرکشنری صفحات ۱۳۷ و ۱۳۸۔<sup>۲۱۶</sup> صفحہ ۵۳۔

<sup>۲۱۷</sup> صفحہ ۵۴۔<sup>۲۱۸</sup> صفحہ ۴۴۹۔<sup>۲۱۹</sup> مرقع اکبر آباد، صفحہ ۱۶۳۔



اُس کی عزت افزائی کی تھی۔ یہی سبب پہلی راجپوت لڑکی تھی جو اکبر کی محل سرا میں داخل ہوئی۔ ۲۱۸

ایسی مخلو طاقت راجپوتوں سے ۲۱۹ ہندوؤں خاص کر بعض ہندو موزخوں کا برا ماننا اور برا بھلا کہنا اور اسکی تحریک یا ابتدا کرنے والوں پر غم و غصہ کا اظہار بالکل بجا اور قطعاً جائز ہے۔ فطرت بشری کا عین اقتضا یہی ہے جیسا کہ بھائی پرمانند جوالہ ہیون سانگ (چینی سیاح و عالم) کے فرماتے ہیں ”ہندوستان کے لوگوں کی شادیاں اپنی ذاتوں کے اندر ہوتی ہیں۔ ماں یا باپ کی طرف سے نزدیکی رشتہ دار آپس میں شادی نہیں کرتے اور عورت کبھی دوسری شادی نہیں کرتی۔“ ۲۲۰ لیکن ان راجپوت رئیسوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا۔ نہ اختلاف قوم و ملت کو دیکھا نہ مذاہب کے جدا ہونے کا لحاظ کیا۔ خود مسلمان بھی ایسی شادیوں کو اعتراض کی نگاہ سے دیکھتے اور آج تک ان کے جواز و عدم جواز کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ البتہ مرزا غالب کی بزرگانہ شفقت کا فیصلہ یا شاعرانہ و فلسفیانہ

۲۱۸ امرائے ہند، صفحہ ۷۷۔ معارف، جلد اول، نمبر اول، صفحہ ۴۹۔ مجموعہ کلام، شبلی صفحہ ۵۵

۲۱۹ تاریخ الہ آباد مولف مقبول، صفحہ ۱۰۶۔ مشرنا مال ہتھکانہ نقالہ ”ہندوستانی تمدن میں اسلام کا حصہ“ تاریخ راجستھان، صفحات ۳۱۶ تا ۳۸۸۔ ۲۲۰ تاریخ راجستھان، صفحہ ۷۷۔

۲۲۱ سیر المصنفین، مولوی محمد یحییٰ، جلد دوم، صفحہ ۲۱۹۔



توجیہ یہ ہے :-

ہامن میا دیر اسے پدر فرزند آذر دانگر  
ہر کس کہ شد صاحب نظر دین بزرگان خوش کرد

ہمارے ہم وطن مورخین میں سے پنڈت ایشری پرشاد اپنی تاریخ  
عہد وسطی (صفحہ ۳۶۸، نوٹ اول) میں اکبر کی اس مصلحت اندیشی کو  
کامیاب اور ایسے بین الاقوام (انٹرنیشنل) شادی بیاہ اور میل جول  
کو کامیاب تر تحریر فرماتے ہیں۔

باز آمد۔ انیسویں صدی کے چار میل شمال پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک  
مختصر سے تالاب کے کنارہ پر ہے۔ پہلے راج دھانی ہی تھا۔ ۱۹۲۲ء جی پور  
کی بنیاد ۱۹۲۳ء میں ہمارا راجہ سوامی جی سنگھ ثانی نے ڈال دی تھی۔ صفحہ ۳۶۸  
انگریزی عہد میں ہندوستان کا تمدن (یوسف علی)۔ یہ گلابی شہر بھی کہلاتا،  
مان سستی کا باب اودے سنگھ فرماتا ہے مارواڑ تھا۔ اودے سنگھ  
نہایت جیسیم تھا۔ اس نے اکبر نے ایک ہزاری منصب کے ساتھ "موٹا راجہ"  
خطاب دیا تھا ۱۹۲۳ء بھائی پرمانند لکھتے ہیں کہ اس کے ستائیس راہیاں  
تھیں، پھر بھی اضافہ کی موس رسنی تھی۔ ۲۲۲

۱۹۲۳ مختصر تاریخ راجپوتانہ صفحہ ۴۸۔ از مولوی عبدالرحمن خاں۔ ۱۹۲۳ مختصر تاریخ

راجپوتانہ، صفحہ ۴۷۔ ۱۹۲۴ تاریخ راجستھان، صفحہ ۴۴



”ہمارا جی پور کے زمانہ محلات کے اندر ایک قدیم (غالباً لکڑی کا) پیالہ موجود ہے جسکی نسبت ہمارا جہ بہادر نے یہ واقعہ سنایا کہ اس پیالہ میں وقت کے ہمارا جہ اور اکبر اعظم نے اس طرح پانی پیاتھا کہ ایک طرف پیالہ اکبر کے لبوں سے اور دوسری طرف ہمارا جہ کے منہ سے لگا ہوا تھا۔ اور ہمارا جہ نے فرمایا کہ اس طریقہ سے ایک غیر شخص ”ٹھاکر“ کیا جاسکتا ہے اور حبیب وہ ٹھاکر ہو جائے تو لڑکیوں کی لیاؤ دیوی میں کوئی اعتراض نہیں رہتا ہے۔ اس لئے ہمارا جہ کان جی پور نے اکبر اور اسکی اولاد کے ساتھ رشتہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ یہ ایسا عجیب و غریب انکشاف ہے کہ وہ تمام نظریے جو مغلوں اور راجپوتوں کی باہمی رشتہ داری کے متعلق مورخین نے لکھے ہیں بالکل بدل جاتے ہیں۔“

روایت بالا انھیں الفاظ میں بحوالہ رائٹ آنریبل سر جی بہادر پسرہ مجھے نواب اکبر یار جنگ بہادر سے پہنچی۔ نواب موصوف کا شکر گزار ہوں۔ تمام نچوں کی درقی گردانی سے قیاس (غالباً صحیح!) ہوتا ہے کہ یہ واقعہ راجا بہادر مل کچواہہ دالی امیر کا ہوگا، جس نے سب سے پہلے اپنی خوش سلیقہ و باتمیز بیٹی (مریم زہمانی) جہانگیر کی ماں (اکبر کو دی تھی۔ اسی راجہ نے پہلے پہل مغلوں سے قرابت کی۔ تمام مورخ اس بارہ میں متفق ہیں۔ ۲۲۵

۲۲۵ اکبر نامہ، جلد دوم، صفحہ ۱۹۸؛ اول کشوری۔ (باقی صفحہ آئندہ پر)



۲۴۸

جیو پور کی ادبیات و خصوصیات میں چند باتیں اور قابل تذکرہ ہیں :-  
(۱) ، اچوتوں کی ریاستوں میں جیو پور ہی کے ذریعہ سے فارسی زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ ۲۲۶ اور ششنگی 'صفائی اور اہمیت حاصل کی' ۲۲۷

(۲) ریاست جیو پور میں دائروں کے نام سے چونکہ ہی ادارے اپنی قدامت اور اہمیت کے اعتبار سے شہرت حاصل و افادہ عام رکھتے ہیں، ان میں پرانی کتابوں کے ذخیرے بھی محفوظ ہیں۔ یہ ذخیرے مع سکاری پوتھی خانہ کے 'سیکڑوں دستاویزوں اور تحریروں اور قابل قدر علمی کتابوں پر مشتمل ہیں۔ یہاں شہنشاہ اویزنگ زیب کے مکتوبات موسوم بہ "کلمات طیبات" اور بہت سے اور قیمتی خطوطات دیکھنے کے قابل ہیں۔ ۲۲۸

(۳) جیو سنگھ سیوانی ثانی یہیں کا حکمران و منظم تھا جو اپنے پردادا مرزا راجہ (بقیہ صفحہ گزشتہ) آزرک جہانگیری صفحہ ۱۵۱ (تدوین) - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵۱ - منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۱۵۹ - آثار الامرا جلد دوم صفحہ ۱۱۳ - ۱۱۴ - سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۱۸۶ - ہندوستان کے قرون وسطی کی تاریخ صفحہ ۲۵۱ - مرقع اکبر آباد صفحہ ۱۶۳ - بیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۷۲ - امراے ہندو صفحہ ۷۷ - رسالہ معارف جلد اول نمبر اول صفحہ ۲۱۹ - ۲۲۰ جازہ زبان اردو حصہ اول صفحہ ۹ - ۲۲۱ ایضاً صفحات ۱۱۱ - ۲۲۲ ایضاً صفحہ ۵۱ -



جو سنگھ اول کے نقش قدم پر چلتا اور اہل کمال کی بہت قدر کرتا تھا  
 زینج محمد شاہی جو ہمارے زبانوں پر ”جتر منتر“ کے نام سے چڑھا ہوا ہے۔  
 اسی جو سنگھ کی یاد گاہ ہے۔ جس کا شہرہ ایران تک پہنچا تھا اور جسکی  
 نسبت ملک لشکر امرزاجیب قانی نے کہا تھا ہے

”تھویم مرہ اولی آوینشہ موت  
 چوں خطہ جداول برقد خانہ جو سنگھ“

شہر الہ آباد کا گڑھ جو سنگھ اسی جو لوہے کے راجہ جو سنگھ کے نام سے منسوب  
 ہے جو شہر جو لوہہ اور اسکی متعدد بے نظیر عمارات کا بانی تھا۔  
 مرزا راجہ جو سنگھ کے رقعات کا نام ”مہنت انجن“ ہے۔ اس میں  
 اورنگ زیب کے جاری کردہ احکام موسومہ عنایت اللہ خاں محفوظ ہیں۔  
 ”احکام عالمگیری“ کے سوا شاہ جہاں اور اس کے فرزندوں کے خطوط اور  
 ”فیاض القوانین“ کا بھی یہ مجموعہ ہے۔ (صفحہ ۱۵) سوانح و سیم آریہ میں مشمولہ  
 لیٹر منٹلس) مسٹر جیل اس راجہ کی نسبت (ڈکشنری صفحہ ۱۲) لکھتے ہیں  
 کہ راجپوتوں میں کوئی شاہزادہ فضائل و کمالات کے لحاظ سے اس کے  
 برابر نہیں گزرا۔ یہ ہندی کی کامل و بے نظیر استعداد رکھتا تھا۔ تہ کی  
 فارسی اور عربی زبانوں میں بھی اسکو دخل حاصل تھا۔ بقول موسوی



۲۵۰

(صفحہ ۱۲۰) "احکام عالمگیری کا مولف اور کلمات طیبات کا جامع  
عنایت اللہ خاں سپر شکر اللہ خاں ہے۔

صفحہ ۵۰ نوٹ ۳۱۔ رقیہ سلطان

ڈی لیٹ نے اپنے سفر نامہ ہند کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ رقیہ سلطان  
بیگم جہانگیر کی بی بی کا نام تھا۔ یہ غلط ہے۔ مسٹر بنرجی (کتاب کے  
محرر) کو کہیں شہوت نہیں ملتا کہ بادشاہ کی کوئی بی بی اس نام کی تھی۔ البتہ  
اکبر کی بی بی ہندال کی بیٹی کا یہ نام تھا۔ (نوٹ نمبر ایک)  
اپنے محدود مطالعہ و واقفیت کی بنا پر اس کے متعدد حوالے اور حواہد  
نوٹ نمبر ۲۸۱ تھی میں پیش کر چکا ہوں۔

صفحہ ۶۰۔ نوٹ ۳۲۔ علاء الدین

مسٹر بیل لکھتے ہیں کہ خیزر فتح کر لینے پر سلطان (۱۳۰۳ء) میں پداوت  
کو علاء الدین رتن بین سے چھین کر لے گیا تھا۔ ۱۳۰۳ء اپنی سند یا تحریر کا  
لغز نہیں بتاتے۔ بیل صاحب محض قلم کش تھے۔ شاید ان کو سوراوی  
کے ساتھ کرنے اور دیو لوں کے جوہر کا یقین نہیں آیا جن کو بعد مرگ

۱۳۰۳ء جمع شاہ۔ گراؤ، حاضر۔ ۱۳۰۳ء بکستری صفحات ۳۲ - ۲۱۵۵



باردوش ہونا گوارا نہ تھا۔

پنڈت برج مومن دتا تریہ کیفی "نشورات" میں رقم پر واز ہیں کہ مولانا آزاد دہلوی نے جس "مغر" فانہ گرم جوشی اور دلسوزی سے "قصص ہند" میں رانی پدمنی کا باب لکھا ہے اس کی مثال انشاد رکھنا و مہر (شرع) رانی نے جو ہر کر کے خاندان کی آن پر جان قربان کی۔

لیکن بقول ایک سنجیدہ مزاج "تاریخ نویس" بھائی پرمانند کے "اس سے بڑا سا کا ایک اور تھا۔ وہ یہ کہ ایک بڑی بھاری چٹا تیار کی گئی جس پر شاہی نسل کی سب شہزادیاں سرداروں اور ٹھاکروں کی بی بیایاں وہ ان کی سہیلیاں چڑھنے کے لئے تیار بیٹھیں تھیں۔ ان کی تعداد کئی ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو خاندان کے نام کے آگے جان کو کچھ مال نہ سمجھتی تھیں۔ سب آئین۔ سر سے پاؤں تک چادریں اوڑھے ہوئے۔ پھولوں کی ایک ایک مالا گلے میں۔ رام رام کا سمرن کرتی چٹا پر چڑھ گئیں جو بھوت پدمنی ان سب کے درمیان جا کر بیٹھ گئی۔ اور چٹا کو روشنی کرنے کا حکم دیدیا۔ غار کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ نہ کہیں رونا نہ کوئی اور آواز سنائی دی۔ نہ کسی نے ان سب کے جل جانے پر افسوس کا اظہار کیا۔ اگنی دیوتا نے چند لمحوں کے اندر ان خوبصورت نوجوان اور نازک بدنوں کو جلا کر مٹی کا



ڈھیر کر دیا۔<sup>۲۳۳</sup> وقائع راجستھان میں بھی یہ واقعہ اسی تفصیل کے ساتھ منقول ہے۔<sup>۲۳۴</sup>

سلطان علاء الدین کے سوانح شالانہ میں سے ایک اور کارنامہ قابل ذکر ہے۔ اس نے راجہ کرن والی گجرات پر مہم بھیجی۔ راجہ اس جڑا لشکر کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا۔ راجہ دھانی (نہروالہ یا انہل واڑہ) چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ دیوگیر کے راجہ رام دیو کے یہاں پناہ گزیں ہوا۔ اس جنگ میں راجہ کرن کی رانی کنولا دیوی مع اور بہت سی عورتوں کے گرفتار ہو کر دہلی میں آئی۔ پری جال کنولا دیوی حرم میں داخل ہو گئی۔ اپنی خوبصورتی، خوش سپرٹی اور سلیقہ مندی کی بدولت علاء الدین کے دل میں بڑی قدر و منزلت حاصل کر لی۔ موقع مناسب دیکھ کر ایک روز سلطان سے عرض کیا کہ میری وہ لڑکیاں وہاں چھوٹ گئی تھیں۔ ان میں سے بڑی تو بقضائے الہی رخصت ہو چکی۔ دوسری باقی ہے۔ چاہتی ہوں کہ شکاویجائے محمد سے ملا دی جائے۔<sup>۲۳۵</sup> بادشاہ نے پسند کیا۔ رائے کرن کو شاہزادہ ولی محمد خضر خاں کے لئے رشتہ کا پیغام بھیجا۔ اس نے فخر و مسرت کے ساتھ

<sup>۲۳۳</sup> تاریخ راجستھان صفحات ۲۷۵-۲۸۲۔ حیات جلیل حصہ دوم صفحہ ۱۰۶۔

نوٹ ۸۲۔ و وقائع راجستھان جلد اول صفحہ ۱۲۱۔<sup>۲۳۵</sup> تہذیب شنوی

از مولانا سالم انصاری، صفحہ ۳۴۔



قبول کیا۔ لیکن مشیتِ خداوندی کچھ اور ہی تھی۔ سلطنتِ رانی کی مصلحتوں اور ملک گیری کی ہوسوں کا اقتضا پھر اس کے خلافت ہو گیا۔ فوجیں گجرات کو بھی گئیں۔ راجہ نے پھر دیوگیر کی طرف گھوڑے کی باگ موڑی۔

مرتا کیانہ کرتا۔ جب سنگھ دیو مرہٹہ نے دیول دی کے لئے پیغام بھیجا۔ اسے کرن نے مجبوراً منظور کیا۔ دیول دی رخصت کر دی گئی۔ وہ ایک مختصر سے محافظ بدلتہ کے ساتھ جا رہی تھی اور دیوگیر کے قریب پہنچ چکی تھی کہ یکایک شاہی عساکر ۲۳ کے ہراؤل ۲۳ سے مقابلہ ہو گیا۔

دونوں طرف سے عاشقانِ جنگ اور طالبانِ نام و سنگ میدان میں آگئے۔ دادِ مردی و مردانگی دیتے رہے۔ کسی کا دیدہ و دراندازہ کا آہن

دو تیر دیول دی کے گھوڑے کے لگا۔ وہ گرا۔ دیول دی دستگیر ہوئی۔

آلے خان الماس بیگ نے دہلی روانہ کر دی۔ محلِ سرانے شاہی میں ولی

افزا ہوئی۔ جب وقت آیا تو بادشاہ کی اجازت بلکہ مرضی و منشا سے

ملکہ جہاں نے خضر خاں کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

ان تمام واقعات کو کم و بیش امیر خسرو نے مشنوی ذول رانی خضر

خاں ۲۴ میں مولانا ضیاء الدین پرنی نے تاریخ فیروز شاہی میں طالعہ انقادہ

۲۳۶ رہبر۔ قافلہ کی رہبر جماعت۔ ۲۳۷ شکر۔ ۲۳۸ وہ فوج جو سب آگے تھی۔

۲۳۹ دست گرفت شدہ یعنی گرفتار و قیدی۔ ۲۴۰ مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۲۶ھ۔



۲۵۴

بدایونی نے منتخب التواریخ میں قاضی احمد غفاری نے نسخہ جہان آرا  
 میں، ملا قاسم ہندو شاہ نے تاریخ فرشتہ میں، شاعرانہ و مورد خانہ دولہ  
 رنگ میں دکھا دیا ہے۔ تازہ ترین تحریرات میں پروفیسر رشید سارلم  
 انصاری کی تالیف ہے جو مشنوی دولت رانی خضر خاں کی تہذیب و تنقید کے  
 طور پر بڑی خوبی اور نہایت دلچسپ انداز سے کامل تفصیل کے ساتھ  
 حوالہ قلم فرمائی ہے۔ ساتھ ہی مرحوم نے ان تمام فریقوں کے بیچ دور  
 پیچ تعلقات، بعض راجگان کی سلسلہ جنابیوں، فتنہ پردالیوں اور  
 باہمی فسادات کو طشت اندام کر دیا اور چمکا دیا ہے۔  
 جہاں تک کہ علامہ الدین کی ذات اور شخصیت کا تعلق ہے۔ مجھے  
 یہی کہنا ہے کہ دیول دی کا سارا معاملہ محض کنولادی کی محبت کے سبب  
 سے ہوا، دہری محبت کی دہری نہنجیر یا ہم آمادہ پیکار تھیں۔ بادشاہ  
 کو کنولادی سے عشق تھا اور کنولادی اپنے تحت جگر، اپنی بیٹی دیول دی  
 سے فطری و مادری محبت و کشش۔ فرشتہ اور خسرو دونوں نے اسکو  
 خوب جانچ کر لکھا ہے۔ اس رنگ کو سنگل دیو سپر رام دیو کی بیٹی چنی اور  
 رشتہ کی خواہش اور راجپوتوں اور مرہٹوں کے تفرقہ و رقابت  
 نے اور بھی شوخ کر دیا تھا۔ اس قدر تسلیم ہے کہ علامہ الدین نے ملک نائب  
 کی نگہبانی انتظام۔



اُنغ خاں کو لکھا تھا " اسے کرن باید کہ دیول دی دخترا اور خواہ نجوشی  
ورضا خواہ بہ عصف ۲۴۲ و جفا ۲۴۳ بچنگ آوردہ روانہ در گاہ مسازند  
طبقات محمود شاہی تاریخ مبارک شاہی واقعات باری سے بھی اسی  
کی تائید ہوتی ہے کہ علامہ الدین نے دیول دی کو فطری جاذبہ محبت سے  
بٹی کی طرح بلایا اور بہو بنا کر بچایا۔ اور اس پوری سرگزشت میں اس کا  
دوہ بھر لگاؤ بدیمیتی یا سختی کا نہ تھا۔

مسٹر بیل ( T.W. BEALE ) نے اپنی ڈکشنری میں علامہ الدین کے  
محاسن اور نیکیاں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اس کے بعد  
شمار کرادی ہیں۔ اس کے بعد ستر سالہ دور حکومت کو اچھے لفظوں  
میں یاد کیا اور تحسین و آفریں کی نظر ڈالی ہے۔ قلمرو دی کی روز افزوں  
دست یافتہ فرائض و سرسری مساجد دارالعلوم حتمام مقبرہ اور ہر  
قسم کی عمارات جو عوام الناس کی آسائش و تسکین کی غرض سے بنائی  
گئی تھیں محلات اور قلعوں کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ یہ تغیرات اس قدر  
تیزی و شہابی و عجلت سے تیار ہو گئی تھیں کہ یا کہ جادو کا خانہ کھڑا کر دیا  
گیا ہے۔ علامہ الدین کے ممتاز شعراء، نامور فلسفیوں اور معقولوں البیاض  
کے ہاتھوں اہل تجیم کی فہرست بھی دیدی ہے۔ ۲۴۴



پروفیسر گارڈنر براؤن (GARDENER BROWN) لکھتے ہیں کہ  
 علاء الدین نے مغلوں کی مدافعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے اور صدو  
 سلطنت کی توسیع کی اور سب سے بڑھ کر ہندوؤں سے مصالحت رکھی۔  
 اس بنا پر اسے یقیناً مدح و تحسین کا مورد ہونا چاہئے تھا۔ لیکن تاریخوں  
 میں اس کی حکومت کے بیان کا سب سے بڑا جزو اس کے اصولِ نظم و نسق  
 پر نکتہ چینی سے لبریز ہوتا ہے۔ اور تو اور اکبر تک باوجود اپنے کارناموں  
 کے سخت و درشت نکتہ چینیوں سے محفوظ نہیں۔ ۲۲۵

اسی کے ساتھ پروفیسر محمد نواز الحق کی تحریر بھی دیکھئے۔ فرماتے ہیں  
 کہ "تاریخ برنی کا وہ حصہ خصوصیت سے مطالعہ کے قابل ہے جو اس نے  
 سلطان علاء الدین کے متعلق قلمبند کیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ راستی  
 صدیقی و دیانت وغیرہ اخلاقی حمیدہ اس طرح عود کر آئے ہیں گویا خلافت  
 راشدہ کا دور ہے۔ ساتھ ہی برنی کی جاوید جانتھید نے اس کی قدر و قیمت  
 اور بڑھادی ہے۔ ۲۲۶

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ۲۲۷ نے "تاریخ حقیقی" میں علاء الدین  
 خلجی کی نسبت جو رائے قائم کی ہے اس کو وقائع راہبستان سے نقل کرنا ہو

۲۲۵ پوپ ہٹاریکل سو سائٹی جرنل ۱۹۱۹ء۔ ۲۲۶ ماہنامہ الفرقان، صفحہ ۱۶۴

شعبان ۱۳۶۶ھ۔ ۲۲۷ وفات ۱۰۵۲ھ = ۱۶۴۲ء مدفن دہلی۔



۲۵۷

بادشاہ ہے چار و قہار و کج رفتار و سخت گیر و زشت خوے بود<sup>۲۴۸</sup>  
 اور شاہ صاحب کی شانِ جلالت و عظمت کے بارہ میں خود جہانگیر  
 شہادت دیتا ہے۔ ”مدت ماست کہ در گوشہ دہلی بہ وضع توکل و تجرید بسر  
 محراب زد۔ مرد گرامی ست۔ صحبتش بے ذوقی نیست۔ بہ انواع مراحم  
 و لذت اذی کردہ زحمت فرمودم۔“<sup>۲۴۹</sup>

صفحہ ۶۲ - نوٹ ۳۳۳۔

”اکبر کے سامنے ایک پراجپن پترا پیش ہوا کہ الہ آباد میں مکہ ندا  
 بہ ہم چارہی رحس نے اپنا سارا بدن کاٹ کاٹ کر ہون کر دیا تھا) اپنے  
 چیلوں کے لئے ایک اشلوک لکھ کر رکھ گیا تھا کہ ہم عنقریب ایک  
 با اقبال بادشاہ ہو کر آئیں گے۔ اس وقت تم بھی حاضر ہونا بہت  
 سے برہمن بھی اس پترے کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جب  
 سے آج تک مہاراج پر دھیان کیا نہ جمائے بیٹھے ہیں حساب کیا  
 تو معلوم ہوا کہ اس کے مرنے اور اکبر کے پیدا ہونے میں صرف تین چار  
 مہینے کا فرق تھا۔“<sup>۲۵۰</sup>

<sup>۲۴۸</sup> و تالیع، جلد دوم صفحہ ۹۵۔ <sup>۲۴۹</sup> توڑک صفحہ ۲۸۲

<sup>۲۵۰</sup> وہ بارہ اکبری، صفحہ ۸۸۔ بدایونی، جلد دوم صفحہ ۳۷۶۔



۲۵۸

”مکنڈا برہم چاری کے اوتار“ اور ”مہا بلی بہا راج“ وغیرہ تعریفیات  
و خوشامد کی بنیاد یہ ہے۔ شمس العلماء آزاد دہلوی نے اسکو کئی جگہ  
تفصیل و صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ ۲۵۱

صفحہ ۶۱ نوٹ ۳۳۔

ٹاڈ کاراجستھان، صفحہ ۳۳، جلد اول انگریزی میں جگت گورو

کا ترجمہ THE GUARDIAN OF MANKIND کیا ہے۔ ۲۵۲

مسلمان خوشامد یوں اور تملق پیشہ لوگوں کی ایک نظیر پیشتر لکھ

چکا ہوں دوسری اب نقل کرتا ہوں۔ پہلے بزرگ مشائخ اور

اہل اللہ کے ذمہ میں شمار ہوتے تھے۔ یہ دوسرے صاحب

صاحب علم اور اہل فہم ہیں۔

قاضی حاجی ابراہیم سرہندی (متوفی ۹۹۲ھ = ۱۵۸۶ء) اکبر کے

صدر القعدہ اور مقرب خاص تھے۔ ۹۸۹ھ = ۱۵۸۱ء میں گجرات

کی طرف قاضی بنا کر بھیج دیے گئے۔ مولف کتاب سیراٹ صدر (۹)

کا بیان ہے کہ وہاں انھوں نے لوگوں کا مال خوب جبر و ستم سے لیا اور

۲۵۱ قسطنطنیہ، دوسرا لاہور، ۱۹۲۹ء، صفحہ ۹۵۔ ۲۵۲ مطبوعہ ۱۹۲۹ء

نیز صفحہ ۳۶۶۔ ۲۵۳ چا پوسی کرنا۔



وہیں سے دکن چل دیئے گا ارادہ کیا تاکہ دکن میں بھی فتنہ و فساد برپا کرے  
 اسکے ظلم بغاوت اور فساد کی خبریں سامع بادشاہ ہی تک پہنچیں تو گجرات  
 سے مستقر انولاف کو طلب ہو کر آئے۔ ان کا معاملہ بحقیق حال اور تفتیش  
 واقعات کے لئے حکیم عین الملک کے سپرد کیا گیا۔ تو آپ نے جھوٹ  
 کا ایک پوٹ تیار کر دیا جس میں جھوٹی باتیں اور موضوع حدیثیں  
 بھری تھیں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ صاحب الزماں اپنی مہدی میں وہ  
 صفات ہوں گی جو اس رسالہ میں مرقوم ہیں اور یہ صفات سلطان اکبر  
 میں موجود ہیں اور پائی جاتی ہیں۔ بادشاہ یہ دیکھ کر خوش ہو گیا۔ پھر ان  
 کا اعزاز اور تقرب اور بھی بڑھا دیا۔ اب تو حاجی صاحب شاہ  
 فتح اللہ شیخ ابوالفضل اور حکیم ابوالفتح کا مقابلہ کر لے گئے۔ ان سے  
 بحث کرتے۔ یہ لوگ بڑے دربار رس اور درخود والے تھے۔ بادشاہ  
 تک ان کی ہر باتیں اور خرابیاں پنچائیں اور گوش زد کرانی گئیں۔

۲۵۸ عفیہ الدولہ شاہ فتح اللہ پسر شکر اللہ کاشانی شیرازی اکبر کے معتمد امیر در عالم  
 و فاضل درباری تھے۔ فقہ و تفسیر میں متعدد یادگاریں چھوڑی ہیں۔ شوال ۹۹۶ھ رگست  
 ۱۵۸۹ء میں سری نگر دار الملک کشمیر میں انتقال کیا۔ لاہور مدفون ہے۔ اکبر کو بنگلی موت کا  
 بڑا صدمہ ہوا شیخ فیضی نے غم کے آنسو بہائے اور ان کے مرنے میں ترکیب بند لکھا۔ پہلا شعر یہ کہ  
 دگر ہنگام آں آمد کہ عالم از نظام افتد جہان عقل را در نیم روز علم شام افتد  
 (از تالیف فرشتہ، مقالہ دوم، صفحہ ۲۶۷)



۲۶۰

”قلو رنت بھور کو بھیج دے گئے اور وہیں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مر گئے یا مار ڈالے گئے شیخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں ان کے حالات لکھے ہیں۔ تالیخ الفی کی ترتیب و تیاری میں کچھ دن شریک و معاون رہے تھے۔ ۲۵۵

مولانا آزاد دہلوی لکھتے ہیں کہ قاضی نظام بدخشی بڑا فاضل صاحب تصنیف، قاضی خاں خطاب سجدہ زمیں بوس کا مصنف تھا۔ ۲۵۶ قائم کا بلی اس پر افسوس کیا کرتا تھا کہ ہائے یہ نکتہ مجھے پہلے نہ سوجھا۔

صفحہ ۶ نوٹ ۳۵۔

ہیمو ایک غریب خاندان کا ذات کا دھو سٹرنیا تھا۔ سلیم شاہ سوری نے اس کو بازاروں کا داروغہ بنایا تھا۔ محمد شاہ عادل نے ریشہ وزارت پر پہنچایا۔ ۲۵۷ نظم و نسق مملکت کا مختار مطلق کر دیا۔ پانی پت کی فیصلہ کن لڑائی میں ہیمو کو شکست ہوئی۔ بیرم خاں اُس کو گرفتار کر کے اکبر بادشاہ کے سامنے لایا۔ عرض کیا کہ اس کا سسر اپنے ہی ہاتھ سے اٹھا دیکھے۔ بادشاہ نو عمر پندرہ برس

۲۵۵ معجم المصنفین، ج ۲ رابع، صفحہ ۵۱۲ ۲۵۶ قصص ہند، حصہ دوم

صفحہ ۹۸۔ ۲۵۷ درشت، جلد اول، صفحہ ۲۲۷



کا تھا۔ بیرم خاں کے کہنے سے ہیو کا سراپا نکلوا دیا۔ ۲۵۸

یہ محرم ۹۶۲ھ یعنی نومبر ۱۵۵۶ء کی بات ہے۔ ۲۵۹

ہیو کے قتل کے متعلق حاجی محمد عارف قندھاری نے اپنی تاریخ  
موسوم بہ "مقطع" میں لکھا ہے کہ "حضرت خاقان اکبر (اکبر اول شمشیر  
باور سائیدہ ملقب بہ غازی شہنشاہ و اندک رفتے ماندہ بود کہ  
خان خانان اعظم اعنی بیرم خاں نیز شمشیر زندہ اویا بداد ابواء

فرستاد۔ ۲۶۰

ملا قاسم ہندو شاہ ان الفاظ میں توثیق کرتا ہے۔ "آں حضرت میر  
شمشیر بفرق اور سائیدہ ملقب بہ غازی گردید۔ ۲۶۱۔ زیادہ تفصیل  
یہ ہے۔ بیرم خاں انتہاس نمود کہ بادشاہ بقصد غزا اگر شمشیرے بریں کافر  
حربی رسائید جہاد اکبر خواہد شد۔ آنحضرت میر شمشیر بفرق اور سائیدہ  
ملقب بہ غازی گردید۔ انگاہ بیرم خاں بدست خود گردش زندہ

۲۵۸ ایشری پرشاد کی تاریخ عہد سلطنت "صفحہ ۳۱۲۔ ایلٹ ڈو و سوزا کی

تاریخ "جلد پنجم صفحات ۶۵ و ۶۶ و خود نوٹ لکھا۔ نیز فرشتہ جلد اول صفحہ

۴۴۶۔ ۲۵۹ بیل کی ڈکشنری "صفحہ ۱۰۴۔ ۲۶۰ مقطع صفحات ۸۰ و

۸۱۔ ۲۶۱ تاریخ فرشتہ "جلد اول" صفحہ ۴۴۶



۲۷۲

سرس را بکابل و حبش را بدلی فرستاد۔

ہیمو کی مردانگی و دلاوری کا اعتراف فرشتہ بھی کرتا ہے:۔

ہیموے بقال کہ کافرے شجاع بود۔۔۔ در دلی خود را راجہ

بکرا جیت خواندہ۔ ۲۶۲

شیخ مرتضیٰ حسین المصطفیٰ بہ الہ یار عثمانی حدیقۃ الاقابیم میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمد عادل سوری (عدلی) نے ہیمو کو بکرا جیت

کا لقب دیا تھا۔ ۲۶۳

صفحہ ۶۵ - مقالہ ۳۶ - نوروز

اہل رشتہ لکھتے ہیں کہ نوروز ایرانیوں کے سال کا پہلا دن یعنی

فروردین ہینہ کا پہلا دن ہوتا ہے۔ جب آفتاب برج حمل کے پہلے

نقطہ میں پہنچتا ہے۔ اسی ہینہ سے اہل فارس کا سال شروع ہوتا ہے۔

ہندوستان میں اس کا زمانہ تقریباً بیساکھ سمجھا جاتا ہے۔ ۲۶۴

فارسی شعرا نے نوروز پر طرح طرح کے رنگین قصائد لکھے اور

اپنے کمال اور جودتِ طبع کی یادگار چھوڑے ہیں۔ ایک مطلع سن لیجئے

۲۶۵ ایضاً، صفحہ ۲۴۵ - ۲۶۶ صفحہ ۷۹ - ۲۶۷ برہان مارشیدی - سوری -

نفاث - مدار - ۲۶۵ صفحہ ۶۷ - عدد ۶۸ - اوزٹیل کالج سیکرٹری -



آمدہ نوروز ماہ باگل سوری بہم  
بادۂ سوری بگیر بگل سوری بخشم

شیخ الشعرا حضرت سعدی فرماتے ہیں:-

علم دولت نوروز بہ صحرا بر خاست  
شکر زحمت سرماز سر بر خاست  
طہیر الدین محمد بابر بھی اسکو یاد کرتا ہے:-

نوروز و نو بہار و مسی و لبراں خوش است  
بابر بہ عیش کوشش کہ عالم دوبارہ نیست

نوروز دنیا کا سب سے پرانا اور کم و بیش تمام اقوام و ممالک میں منج  
اور اہم شہو مارا جاتا ہے۔ ایرانیوں اور ان کے ہمسایہ مغلوں اور تاتاریوں  
وغیرہ میں اس کا بڑا دورہ دورہ تھا۔ وہ اس کو اس شان اور آن  
بان سے مناتے تھے کہ اقوام عالم کی کوئی اور قوم ان کی برابر ہی نہیں

۲۶۶ سوری۔ سین پر پیش اور دہر معر و فت۔ کئی معنی ہیں۔ ایک بھول کا نام ہے جو سرخ

دنگ ہوتا ہے۔ بلکہ ہر بھول اور ٹالہ کو جو سرخ دنگ ہو سوری کہتے ہیں۔ سوری کے لفظی معنی

سرخ کے ہوتے ہیں۔ نیز جشن شادی عروسی وغیرہ کچھ ایسے معنی بھی ہیں جو عربی زبان

کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایک قسم کا پیکان (آفتاب) بھی سوری کہلاتا ہے۔ انجہانگیری رشتہ

منتخب ۲۶۶ صفحہ ۲۶، مذکور ۲۶۸ تذکرہ حسینی صفحہ ۶۱۲۔



کر سکتی تھی۔ آج کل بھی ایران میں سے بڑا قومی بیرونی روزہ ہی پایا جاتا اور تیرہ دن منایا جاتا ہے۔ اس کے بانی کے متعلق روایات کا اختلاف ہے۔ اکثر مورخ اس کا بانی جمشید کو لکھتے ہیں جو حقیقتہً ایک داستان یا افسانہ ہی شخص بنایا جاتا ہے۔ نوروز کی ابتداء اور دستورات کے متعلق مستقل کتابیں بھی موجود ہیں۔ ان میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال کی عالمانہ تلاش و تحقیق سے ہم کو بہت سے حوالے اور تذکرے ملے ہیں۔ ایک معتبر کتاب "نوروز نامہ" کا پتہ چلا ہے جو یقیناً فارسی کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔ نوروزی نے شاہ نامہ میں بھی نوروز کے بارہ میں باریک لکھا ہے۔ البیرونی نے آثار الباقیہ میں اسکی وضاحت فرمائی ہے۔ جرمن باضل پروفیسر مارکوارٹ کا مقالہ نہایت لائق قدر اور قابل استفادہ ہے۔ فرانسیسی مورخین اور انشاپروازوں نے بھی خاصہ فرسائی کی ہے جو لائق تحسین ہے۔

عرب کا نامور شاعر حماد بن قیس اپنی زبان میں نیز ایران کے

۲۹۹ صفحات ۲۱۷ و ۲۱۸۔ ۲۱۹ ہجرت کی چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع

میں گزرا ہے۔ عرب کے اس نامور شاعر و کاتب کا سال وفات ۴۴۸ ہجری قرار پایا ہے۔

نقاد محمد شریف رضی بن حسین بغدادی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ ابوالحسن ہشام

بن مرزویہ فارسی کے نام سے تذکروں میں یاد کیا گیا ہے۔ ہشام کا دیوان پوری صحت اور تمام

کے ساتھ بیروت میں چھپا ہے۔



بہت سے قادر الکلام ہا کمال سخنور، فرخی، عسکری، منوچہری وغیرہ  
فارسی میں نوروز کے متعلق نئے نئے مضمون اپنے مدحیہ قصائد میں  
لکھ گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ساسانیوں کا محبوب سرکاری مذہب زرتشتی ہو گیا  
تھا۔ زرتشتی مذہب واسطے اپنے عقائد کے مطابق اس دن کو یوم تہا  
کہتے تھے اور ان ایام میں دشمنوں یعنی ہندو، عجمی، اموات پر کھانا پکا کر  
کی چھتوں پر مردوں کی لاشوں کے لئے پرتکلف کھانوں کے خوان رکھا  
دیتے تھے۔

اس لئے ان کے زمانہ میں عید نوروز کی حیثیت ایک درباری جشن  
یا ملکی تقریب سے زیادہ مذہبی شان و عظمت رکھتی تھی اور وہ بڑے  
پیمانہ پر نہایت ترک و احتشام سے منایا جاتا تھا۔ عباسی خلفائے عباسیوں  
کے تخت اور ان کے قلمرو پر قبضہ پایا تو ساسانیوں کے جملہ طرز عجم و  
روایات کو قائم رکھا۔ اسی ذیل میں نوروز کا جشن بھی برقرار رہا اور  
دینی میں زراعت و کاشتکاری و قلاچی کو ایک فریضہ مذہبی قرار دیا گیا  
ہے۔ وہاں کاشتکاری کا کاروبار نوروز ہی سے شروع ہوتا تھا یہ  
قدرت کے بہترین عطیہ یعنی موسم بہار کی آمد کی خوشی میں منایا جاتا تھا۔  
اور اپنی ایران کے سال شمسی کے آغاز سے وابستہ تھا۔ اس جشن کا وقت



ماہ مارچ میں مقرر تھا۔ جب رات اور دن موقع اعتدال پہنچتے ہیں  
 تقویم اسلامی کے رُوسے اُنکی تاریخ ایک ہزار برس سے ۱۲ مارچ چلی  
 آتی ہے۔ صدیوں تک یعنی جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے عہد تک  
 نوروز کا زمانہ برابر بتا رہا ہے۔ اس نے اصفہان میں رعد گاہ بنوائی  
 تقویم ایرانی کی تجدید کی۔ تقویم جلالی ایجاد و مرتب کی جو زریح  
 ملک شاہی بھی کہلاتی ہے اور جس کے حالات ڈاکٹر ہائیڈ <sup>HYDE</sup>  
 نے یہ تفصیل لکھے ہیں تو ہمیشہ کے لئے ۱۲ مارچ معین کر دی گئی <sup>۳۶۴</sup>  
 (۹۴۵ء) میں خلیفہ وقت <sup>۲۴۲</sup> نے جشن نوروز کا منایا جانا ممنوع  
 و قراہ دیا لیکن لوگ باز نہ آئے۔ حتیٰ کہ چودھویں صدی مسیحی کے  
 آخر میں سلطان برقوق نے اس کا کلیتہً خاتمہ کر دیا۔ اوپر لکھ چکا ہوں  
 کہ پرانے لغت نویس نوروز کو ماہ فروردین کا پہلا دن لکھتے تھے  
 کہ جب آفتاب برج حمل سے نقطہ اول پہنچتا ہے۔ اور چھ دن  
 پیش پہلی سے چھٹی تک منایا جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی حساب  
 اس کا وقت بمساکہ کے قریب ہوتا ہے جو بہار کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ <sup>۲۴۳</sup>  
 اکتوبر ۱۹۴۹ء مطابق دسمبر ۱۹۴۸ء۔ وفات شوال ۱۲۸۵ھ نومبر ۱۹۴۹ء  
 ۲۴۳ء سلطان محمد ابوہریرہ؟ ذی القعدہ ۱۲۶۳ھ جولائی ۱۹۴۶ء میں مستطبرائے خلافت  
 ہو ا تھا۔ ۲۴۳ شادی میرزا علی گرامی صفحہ ۱۲۔ حاشیہ دم مطبوعہ نول کشور، ۱۲۹۹ھ



مگر مقبول بیچ میں تحقیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ خود حکمائے ہند نے فردوسِ عالم یعنی اپنے ملک کے لئے کون سا موسم، موسم بہار تجویز کیا تھا؟ اور کتنی دعائوں سے؟ البتہ اپنی خیرہ سری و شوریدہ خیالی کی بدولت اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ میرے لئے تو بہار کی فصل آغاز گرما رہی۔ زمستان اور برشکال دونوں کا لطف اٹھانے سے محروم رہتا ہوں۔ شاید فرانسیسیوں کے اس پرانے گیت (BALLAD) میں میرے ہی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہو اور صحیح کی گئی ہو۔ جس کو طباع انگریزوں نے اس طرح اپنا لیا ہے۔

GENTLE SPRING! IN SUN SHINE CLAD,

WELL DOST THOU THY POWER DISPLAY!

FOR WINTER MAKETH THE LIGHT HEART SAD,

AND THOU-THOU MAKEST THE SAD HEART GAY.

اطباء و طبائین فرنگ کے تجربہ اور اس فیصلہ سے مجھے آگاہی ہے کہ ہندوستان میں بہار کا موسم یا موسم کی فصل سردیوں کے بعد ہی شروع اور گرمیوں سے پہلے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی خوش گواہیاں فروری مایچ، اپریل تک قائم رہتی ہیں۔ بعض قطعات و حصص ملک میں آسکی دلفریبیوں اور لطیف نظاروں کا زمانہ وسط فروری سے وسط مئی تک



مانا جاتا ہے۔ اس موسم میں نہ زیادہ سردی ہوتی ہے۔ نہ زیادہ گرمی۔  
 بار آور درخت شگوفوں اور پتوں سے لد جاتے ہیں۔ پھولتے پھلتے  
 ہیں۔ ہر چیز پر بہا ہی بہا چھا جاتی ہے۔ موسم بہار کا مزاج گرم و تر  
 ثابت ہوا ہے۔ اس میں ہضم و جذب کی استعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔  
 باز آمد۔ ولایات عجم میں بہار کی ابتدا اسی مہینہ (بسیاکھ)  
 سے ہوتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایران  
 میں موسم سرما بہت طویل اور شدید ہوتا ہے۔ مہینے اور اس کے اطراف  
 کی تینوں پارسی جہاں میں نور و نہانی ہیں مگر کسی بڑے پیمانہ و طریقہ  
 پہنچے بڑے اہتمام سے نہیں کرتے۔ ترکستان (طرفان) ایران مصر  
 میں بھی یہ رسم دیکھی جاتی ہے اور تقریباً وہی تمام باتیں وہاں بھی مانج  
 ہیں جو ہمارے ہندوستان میں ہولی کے موقع اور تہوار پر منائی جاتی  
 ہیں۔ اچھے لباس پہننا، گانا بجانا، رنگ پاشی، معانقہ، پانی پھینکنا  
 پھپھکاریاں چلاتا، چروں پر اٹھنا اور چونامل کر گدھوں پر سوار کرانا،  
 بازاروں میں شرگشت، خنسی مذاق اور جہالت کی جتنی حرکتیں  
 ہوتی ہیں سب ہی مانج و جائز ہیں۔ اور وہاں کا ہوائ بھی اور ملکوں کے  
 رواج کی طرح قانون کا اثر اور حیثیت رکھتا ہے۔

منقول سے دور میں اکبر نے نور و نہانی کا ایک باقاعدہ تہوار قرار دیا۔

منقول صفحہ ۱۵۵ 'اورشیل' کا لچ میگزین، سیر ۱۱ بیت انگشت منقول



ابو الفضل نے آئین اکبری میں تو صبح کی ہی چونکہ بادشاہ سلاست  
آفتاب کی پرستش کے قائل تھے لہذا انھوں نے نوروز جلالی کو ایک  
مقدس تہوار تسلیم کیا۔ بدایونی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اور لکھا ہے  
کہ نوروز مسلسل کوئیس روز تک منایا جاتا تھا۔ یعنی یکم فروردین  
۹ فروردین تک۔ انیسواں دن "روز شرف" کہلاتا تھا اور سب سے  
زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ اگرہ کے بازاروں میں آئین بندی ہوتی  
تھی۔ اور محلات شاہی دیوان عام اور دیوان خاص کو سجایا جاتا تھا۔  
قیمتی پردے آئینوں کے جلتے تھے۔ بیش بہا قالین سجھائے جاتے  
تھے اور دربار عام ہوتا تھا۔ ۹۹ھ ۱۵۵۷ء میں حسن نوروز کی کیفیت  
کو بدایونی نے بالفاظ ذیل لکھا ہے :-

و پانزدہم شہر صفر این سال (۹۹۷ھ) تحویل نوروز و شروع  
در سال بست و ہشتم از جلوس روی دادہ آئین بندی ہر دو دیوان  
خانہ خاص و عام بانواع قماش ہائے لطیف فرمودہ اشیا سے  
قیمتی گوناگون ترتیب نمودہ و پردہ ہائے فرنگی و تصویر ہائے بے نظیر  
گرفتہ و سراپردہ ہائے اعلیٰ افراشتند و بازار اگرہ و چہرہ راغریہ  
و سواد آراستہ تا ہشیرودہ روز و شب جشن عالی داشتند و اقسام علوانہ



اہلِ نغمہ و ساز ہندی و فارسی و اربابِ طرب از مرد و زن ہزاراں  
ہزار طلبیدہ ہر روز در ایوانِ یکے از اُمراءِ نامدار آمدہ و صحبت  
داشتند پیشکشِ معتبر و اسبابِ بہمانی اذوی گرفتند۔ ۲۷۱

شاہانِ مغلیہ اپنے سالِ جلوس کی ابتدا نوروز کے دن سے شمار  
کرتے تھے۔ جہانگیر اپنی تہذیب و رسوم میں ہر نئے سال کے واقعات کو جشن  
نوروز کی کیفیت سے شروع کرتا ہی۔ اس کے عہد میں نوروز بالکل  
اسی طرح منایا جاتا تھا جس طرح کہ اکبر کے زمانے میں یعنی جشن کا  
زمانہ یکم فروردین سے ۱۹ فروردین تک ہوتا تھا۔ پہلے دن بادشاہ  
زمردین لباس پہن کر تختِ آفتاب کے وقت دربارِ عام کرتا تھا۔  
اور اُمراءِ مخفیہ اور نذرانے پیش کرتے تھے۔ انیس دن تک ہر روز اُمراء  
میں سے ایک نہ ایک بادشاہ کی دعوت بڑی دھوم و دھام سے کرتا تھا  
اور پیشِ قیمت اشیاء بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔  
ان اشیاء میں عموماً ماتحتی، جواہرات، قیمتی کپڑے، خوشبوئیں، چینی کے  
برتن اور دوسری نادر چیزیں ہوتی تھیں۔ بادشاہ بھی اُمراء کی ضیافتیں

۲۷۲ صفحہ ۲۳۸ - از طبع نزل کشور - ۲۷۳ کھوم جانا، پھر جانا۔ پھر ادینا،

گھومانا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہی۔ اور سپرد کرنے اور حوالہ کرنے کے معنی  
میں استعمال ہوتا ہی۔ یہاں داخل ہونے سے مراد ہی۔



۲۵۴ صفحہ ۳، مطبوعہ نیرا کشتور، سن ۱۹۱۰ء۔



یہ عمل نیا یہ و حنیس جہالت بہ فعل نگرا بد۔ اس کے عہد سے یہ جشن قطعاً  
غیر مشروع و منسوخ قرار پا گیا۔ عالمگیر نامہ میں ہشتی محمد کاظم نے اس  
کے متعلق شاہی احکام و ہدایات کو نقل کیا ہے۔ ۲۷۹ تاہم عوام و  
خواص کم و بیش مناتے ہی رہے۔ شعرا بھی دل کے دوائے نکال لیتے  
تھے۔ میر عبدالحلیم بگرامی نے جو اس تشہیر و دیندار حکمران کے اخیر عہد

میں ایک ممتاز اہل علم و سخن سنج گزارے ہیں پچا دربانوں میں یہ رباعی  
بصفت مستر او نکھتی تھی۔ جو مقبول اہل کمال ہو کر زبازد عوام ہو گئی۔

بَیَاَعُ النَّبِیِّ وَ زَبَا لِنَشَاطِ الْأَوْفِی فِی خَیْرِ قَدُومِ

پھولین دُرُم پہل پہلی بن او بہا ترور ری جہوم  
نیک کنڈوز کلدی بزی بولدی لیش قستلغ بوم سوم

چوں شہر طاووس گل اندر صبرا آورد ہجوم  
نوجہ۔ نئے سال کا دن بڑی خوشی کے ساتھ آیا۔ نیک آنے کے ساتھ

شاخیں پھولوں سے لگ گئیں جنگل پہلہا نے لگا۔ درخت اپنا سر ہلاتے

سال نو کا دن آیا بیابان مسر بہر ہو گیا۔ مبارک نہایت ہوا۔

مور کی پھولی ہوئی دُرُم کی طرح جیسے جنگل میں پھول اکھٹے ہو گئی ہیں۔ ۲۸۰

۲۷۹ مطبوعہ کلکتہ کا ایچ پریس، ۱۸۶۸ء۔ صفحہ ۳۸۹۔ متاحیات حبیب احصہ

دُرُم۔ صفحات ۳۷ و ۳۸، نوٹ ۲۷۔ مولف مقبول۔



نامور ڈچ مورخ ڈی لیٹ (JOANNES DE LAET) اپنی  
 تاریخ ہندوستان یا "اوراق پریشاں" بزبان لاطینی مطبوعہ انٹی ورپ  
 ۱۶۳۱ء میں لکھتا ہے۔<sup>۲۸</sup> دو سالانہ تیوہار تھے جن کو دربار شاہی بڑے  
 نزک و احتشام سے مناتا تھا۔ ایک سال کا نیا دن  
 دوسرا تہہ نشاہ کی سالگرہ (ولادت) کا۔ پہلا سال کے شروع ہونے  
 کے پہلے ہلال (نئے چاند) کو دیکھ کر منایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں سال  
 کا آغاز مارچ میں ہونا پایا جاتا ہے یہ تیوہار نوروز یا نوروز کہلاتا ہے۔  
 اہل ایران کی تقلید ہے۔ اس لفظ کے معنی تو ہیں "نوروز" مگر یہ تیوہار  
 اٹھارہ دن رہتا ہے۔ اس کے بعد نوٹ نمبر ۳۳ میں لکھا ہے کہ "نوروز  
 ایسا تیوہار تھا جو خوب منایا جاتا تھا اور لطف و انبساط سے ہوتا تھا۔  
 اسکو اکبر نے ایران سے لیا تھا۔ اورنگ زیب نے اٹھا دیا۔ لیکن اسکے  
 جانشینوں نے پھر تازہ کیا۔ کتنے دن تک منایا جاتا تھا۔ ان کا شمار  
 ہمیشہ ایک ہی نہیں رہتا تھا۔ جہانگیر اور فیرواں دن انتہائی اہتمام  
 و احتشام سے مناتا تھا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو نزک جہانگیری  
 جلد اول، صفحات ۴۷ تا ۴۹۔ و منرک جو ذیل پنجاب ہسٹریکل سوسائٹی  
 جلد اول، صفحات ۹۶ لغایت ۹۴

۲۸ صفحہ ۹۹، مطبوعہ شاہی۔ ترجمہ انگریزی۔



۲۷۴

اس بحث پر قلم رکھنے سے پہلے مجھے یہ گزارش کرنا ہی کہ نور و زہر  
 و نہایت دلچسپ اور پر از معلومات عالمانہ و محققانہ یادداشتیں جو  
 ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کے قلم سے اور ٹیل کالج میگزین میں نکل چکی  
 ہیں قابل ملاحظہ ہیں۔ (۱) نمبر ۶۲، اگست ۱۹۴۲ء صفحات ۳۳ لغایت  
 ۱۹۔ (۲) نمبر ۶۴ فروری ۱۹۴۳ء صفحات ۶۲ لغایت ۷۰۔ ان میں پرانے  
 ایرانی، پہلوی، لاطینی، یونانی و عربی مورخین کی تحقیقات اور حال  
 کے مستشرقین کی تحریرات، روسی نیز سنسکرت وغیرہ کتابوں کے  
 حوالوں سے موجود ہیں۔ پروفیسر مارکوارٹ آلمانی کا مقالہ جو جرمان  
 جرمن، مودی میموریل دو یوم یعنی مجموعہ مضامین بہ یاد کارشمس العلماء  
 جمشید جی جیون جی مودی میں شائع ہوا ہے۔ اور موسیو انیسو ترانت  
 زلیف کا مضمون جو روسی زبان میں انکی کتاب موسوم بہ "مطالعات  
 ساسانی" ۲۸۲ میں چھپا ہے اور جس کا فارسی اور انگریزی ترجمہ مازیدی  
 کے "ارمغان نوروز" کے نام سے ۲۸۳ شہرت رکھتا ہے۔ روزنامہ  
 "کاوہ" اپریل ۱۹۴۲ء مشمولہ مودی میموریل دو یوم، طبع بمبئی صفحات  
 ۷۸ تا ۷۵ اور احیاء اسلام یعنی RENAISSANCE OF  
 ISLAM جرمنی مولفہ ایڈم سیٹس بھی تو وسیع معلومات کے لئے نہایت  
 ۲۸۲ طبع سینٹ پیٹر برگ، ۱۹۰۹ء صفحہ ۸۲۔ ۲۸۲ تتر، مجلہ ایران لیگ، بمبئی۔



۲۷۵

نفع بخش اور مفید ہیں۔ تاریخ ساسانیوں مولفہ پروفیسر کرسٹن سن

L'IRAN SONS LES SASSANIDES BY ARTHUR —

CHRISTENSON. بھی قابل ذکر ہے۔ ۲۸۴

نوروز تو اس درجہ پابندی و انضباط اوقات کے ساتھ ہمیشہ ہوتا  
اور منایا جاتا تھا۔ مگر مینا بازار (صفحات ۵۵ و ۵۶) کتاب ہذا کی نسبت  
فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر DR. BERNIER اپنے وقائع

سیر و سیاحت کے ذیل میں لکھتا ہے کہ یہ مینا بازار حیکہ شہنشاہ اور درم  
سلطانی کی خواتین، امرا کی بی بیوں، عالی خاواؤں کی عورتوں سے  
جو دوکان رکھتی تھیں، معاشرت و گفتگو کرتی تھیں، کبھی کبھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔  
گلبدن بیگم نے ہالیوں نامہ میں مرزا ہندال کی شادی کا اہتمام  
اور پورا احتشام تحریر کیا ہے۔ ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ ”بازار زنانہ نیز  
کردہ بودند۔“ مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ اکبر کے مینا بازار کی یہی بنیاد ہے۔ ۲۸۶

۲۸۴ یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں کوپن ہاگن میں شائع ہوئی۔ پروفیسر اقبال نے ”ایران

در عہد ہنی ساسان“ کے نام سے اس کا ترجمہ اعلیٰ فرانسیسی سے اردو میں کر دیا ہے۔

۲۸۵ صفحہ ۲۷۲۔ مترجمہ کرنل ہنری مور COLONEL HENRY MOORE

نیز ترجمہ اردو از خلیفہ سید محمد حسین، طبع دوم، ۱۳۲۱ھ مفید عام اگر ہے۔

۲۸۶ مقالات شبلی، صفحہ ۱۴۹۔



ملا پیرائے تفرشی نے شبم شاداب میں لکھا ہے کہ جشنِ نوروزِ ایام  
جاہلیت کی رسم ہے۔ اہل اسلام کو نہ کرنا چاہئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے  
فرمایا ہے کہ نیروزِ فاکل یوم و مکھر جو نناکل یوم۔ فافہم۔<sup>۲۸۷</sup>

صفحہ ۶۵۔ نوٹ ۳۷۔

بوندی سے شادی بیاہ نہ ہونا ٹاڈ صاحب اس استنار کے  
اسباب عجیب و غریب بتاتے ہیں مگر ایک باضابطہ صلحنامہ میں مندرج  
و محفوظ ہیں جو شہنشاہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اور جس کی نقل ٹاڈ صاحب  
کے راجستھان، متعلق حالات بوندی میں داخل و شامل ہے۔<sup>۲۸۸</sup>

مولوی نجم الغنی خاں لکھتے ہیں کہ ایک عہد نامہ مابین راؤ سرجن  
پیراجن اور بہادر شاہ <sup>۱۷۴۹ء</sup> مطابق <sup>۱۷۴۹ء</sup> اور اکبر کے  
بہنو سطر رئیس انیس ہوا تھا اسکی شرطوں سے ہنود کے خیالات  
اور مشتاکا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ اس صلحنامہ میں منجملہ دیگر شرائط کے  
پر بھی مندرج تھا۔ . . . . بوندی کے رئیس بادشاہی حرم  
میں دوز بیکینی کی رسم سے کہ راجپوتوں کی دولت کا باعث ہے مستثنیٰ

<sup>۲۸۷</sup> صفحہ ۵۱، طبع سوم، نول کشور، ۱۸۸۶ء۔ ۲۸۵ صفحہ ۹۰، نوٹ ۲۔ صفحہ ۱۷۶۔

ترجمہ اُنچ، راجستھان۔ دکنورٹ جو ریل آن بوندی۔ حوالہ صفحہ ۸۱۔



ہیں ! .. .. (۴) سردارانِ بوندی اپنی زو جگان و مستوراتِ رشتہ  
داروں کو نوروز کے تہوار پر مینا بازار میں بھیجنے سے معاف  
رکھے جائیں۔ ۲۸۹

خان صاحب کو اس مصالحت کے صحیح ماننے میں تاثر ہے۔ فرماتے  
ہیں کہ اس دولتِ آمیز معاہدے کا کچھ بھی وجود ہوتا تو فارسی کے  
مورخ جنہوں نے کوئی جزوی واقعہ بھی نہیں چھوڑا ضرور اس کا ذکر  
کرتے۔ یہ تمام باتیں کبیشروں کا تخیل اور انھیں کی طبع زاد ہیں تو  
تاریخی حقیقت کے خلاف ۲۹۰ مینا بازار یا زنانه بازار کا تو اس

وقت شان و گمان بھی نہ تھا۔ وہ تو ۱۷۹۹ء مطابق ۱۲۵۸ھ  
سے مقرر ہوا تھا اور اس وقت راؤ مذکور راج سے دست بردار ہو چکا تھا

مینا بازار کے وجود سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس کی عمارت  
قلعہ آگرہ میں اب بھی موجود اور موتی مسجد کے گوشہ جنوب و مغرب  
میں واقع ہے۔ مولانا سعید احمد مارہروی لکھتے ہیں کہ ”یہاں زنانه  
بازار لگا کرتا تھا۔ دوکانوں پر تمام عورتیں ہی عورتیں نظر آتی تھیں۔ امرا  
و شرفا کی بی بیوں کو عام اجازت تھی کہ جو چاہے آکر تماشا دیکھے۔ سیر دے

۲۸۹ وقائعِ راجستھان، جلد دوم، صفحہ ۱۳۸۔ ۲۹۰ صفحہ ۱۳۸ مذکور۔

۲۹۱ صفحہ ۱۳۹ (رج ۱)۔



بھی زیادہ تر زمانہ ہی رکھا جاتا تھا۔ ہر مہینے میں ایک مرتبہ بازار لگا کرتا تھا۔ اُس دن کا نام خوش روز تھا۔ اس مہینا بازار کے دن اکثر نسبتیں اور رشتے طے ہو جاتے تھے۔ ۱۹۱۲ء مجھے اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تقریر ابو الفضل علامی اور آزاد شمس العلماء کے بیانات کی صدا کے باز گشت ہی۔ جن کو ابھی آپ پڑھ چکے۔

صفحہ ۶۶ نوٹ ۳۸۔

منشی بہار جی بہادر پرق دہلوی کا ۱۹۳۶ء میں یکا یک انتقال ہو گیا۔ اردو کے ایک مشاق اور بڑے ہونہار شاعر تھے۔ محکمہ واک میں افسر تھے۔ اصلاً قصبہ سکیٹ ضلع ایڑہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا خاندان کالیستھوں میں معزز و ممتاز مانا جاتا تھا۔

صفحہ ۶۶ - مقالہ ۳۹ - ابو الفضل

ابو طیب مستبئی عرب کا ایک فصیح و بلیغ لطیف الطبع شاعر گزرا ہے۔ جس کے انتقال کو ایک ہزار برس سے زیادہ ہوا۔ پھر بھی اُس کا نام ۱۹۳۳ء مرقع اکبر آباد صفحہ ۸۱ - ۱۹۳۳ء ہندو شہزادہ خواجہ محشر صفحہ ۶۶۔



اور کلام دسیا ہی زندہ چلا آتا ہے۔ دریائے دجلہ کے کنارے سفر میں تھا کہ اس عظیم القدر شخص پر اس کے ایک زبردست مخالف فاتک اسدی نے حملہ کیا۔ متنبی کے ساتھ صرف اُس کا بیٹا محسن اور ایک غلام مفلح نام تھا دشمن کی جماعت خوب طاقتور اور زیادہ مسلح تھی۔ متنبی نے راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔ مفلح نے اُس کے وہ اشعار پڑھے جن میں متنبی نے اپنی شجاعت و بہادری کا دعویٰ کیا تھا:-

قَالَ خَيْلٌ وَاللَّيْلُ وَالْيَدِ أَوْ تَعْرِفُنِي  
وَالضَّرْبُ وَالطَّعْنُ وَالْفَرْطَانِي وَالْقَلَمُ ۲۹۴  
سوار گھوڑے اور رات اور سو کے جنگل مجھے خوب پہچانتے ہیں  
تلواریں ضرب اور نیزہ اور کاغذ و قلم بھی۔ [یعنی میں صاحبِ رزم و  
بزم اور سفر و شجاعت اور وضاحت کا ہوں]۔

یہ بھی کہا کہ آپ بھائیوں کے تو دنیا آپ کو چھوڑنا شاعر کہے گی۔  
متنبی نے قدم و ہاں جہاد دیے۔ خوب جان توڑ کر لڑا اور اپنے بیٹے  
اور غلام کے ساتھ جان دیدی۔ کیا دن برس کی عمر تھی۔

بالکل یہی صورت شیخ ابوالفضل کو پیش آئی۔ شیخ مبارک ناگوری

۲۵۱ استہمیل البیان فی شرح دیوان المتنبی۔ مطبعہ محبتیائی دہلی، ۱۳۸۵ھ



اپنے وقت کے جامع فنون عالم و فاضل مگر کسی قدر خاص عقاید کے  
 انسان تھے۔ ان کے آٹھ لڑکے تھے۔ ابوالفضل منجھلا تھا شیخ مبارک  
 کی عمر ویسے تو جیسی گزر سکی گزری تھی۔ مگر آخر زندگی میں سعادت مند  
 فرزندوں کا عروج و برکت اور منصب و جاہ دیکھ کر اس دنیا سے  
 بہ اطمینان تمام رخصت ہوئے۔ "بندے از احوال مصنف" کے  
 عنوان سے ابوالفضل نے اپنے حالات آئین اکبری میں لکھے ہیں۔<sup>۲۹۵</sup>  
 ابوالفضل نو عمری ہی میں اکبر کا مشیر ہو گیا تھا، دبیر بھی وزیر سلطنت  
 بھی۔ بعض ملک پر فوج کشی ہوئی تو یہ سپہ سالار بنا کر بھیجا جاتا  
 فتح دکن کے لئے سلطان مراد کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ پانچ سال  
 بعد واپسی کا موقع اور اجازت نامہ ملا۔ آگرہ کو علاقہ نرور سے ہو کر  
 جا رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا بد رقعہ مہر کا پ تھا۔ کہ راجہ بیر سنگھ دیو بندیلہ  
 کے بچہ یا کمپن گاہ میں پھنس گیا۔ شاہنشاہ ولی عہد سلیم شیخ سے مشتبہ ملک  
 ناخوش رہتا تھا۔ اس کو گمان یہ تھا کہ اکبر کو سلیم کی طرف سے ابوالفضل  
 سکاٹا اور پھر کاتار رہتا ہے۔ ۲۹۶ رفقاء سفر نے ابوالفضل کو وہاں  
 ۲۹۵ جلد سوم، صفحات ۲۰۱ لغاتہ ۲۲۱ نول کشوری۔ ۲۹۶ قتل ابوالفضل بابائے  
 جہانگیر۔ ملاحظہ ہو ترک "نیر آئین۔ جلد اول مقدمہ صفحہ ۲۴۔ وراحتہ صان "ماڈ"،  
 جلد اول "نوٹ از ولیم کرک" صفحہ ۱۴۰، مطبوعہ ۱۹۲۰ء آکس فورڈ۔



سے ہٹ جانے اور دشمن کے ہاتھ سے محفوظ رہنے کی رائے دی۔ مگر دلیر ہمت و لیر دل نے ایک کی بھی نہ سنی۔ بڑی بہادری اور مردانگی سے طاقتور دشمن کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ سر کاٹ کر شاہزادہ کے پاس الہ آباد بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۱۰۸۵ ہجری یعنی اگست ۱۶۷۲ء کا ہے۔ ۲۹۶ مرنے والے نے ابھی زندگی کی ترمین بہادری بھی پوری نہ دیکھی تھیں ۲۹۷۔ ابو الفضل کے مارے جانے کی اطلاع اکبر کو اس طریق پر ملی کہ اس کا خوشزدہ مہر کاری وکیل اپنے بازو پر نیلا رومال باندھ کر دربار میں حاضر ہوا ۲۹۹۔ تخت کے پاس آیا۔ اکبر حیرت زدہ ہو گیا۔ واقعہ معلوم ہوا تو بادشاہ نے بڑا غم کیا۔ خون کے آنسو بہائے۔ دو دن اور دو راتیں خواب و خور کے بغیر گزاریں۔ ۳۰۰

ابو الفضل نے اپنی علمی یادگاریں بھی متعدد چھوڑی تھیں۔ اور سب

۲۹۶ تاریخ فرشتہ، مقالہ دوم، صفحہ ۲۷۱۔ ۲۹۷ اکبر فورڈ، طلبہ کی تاریخ ہندوستان از ونسنٹ اسمتھ صفحہ ۱۷۹۔ تاریخ جہانگیر از ڈاکٹر بیٹی پرشاد صفحہ ۵۰، نقایہ ۵۵۔ ۲۹۹ امرائے ہند، صفحہ ۳۴۹۔ تاریخ الہ آباد پہلی جلد، صفحہ ۶۶۔ بحوالہ ترجمہ انگریزی۔ مآثر الامراء از ہنری بیورس، مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۲۳۔ سنسٹا ایشیائی پرشاد کی تاریخ عہد اسلامیان ہند، صفحہ



پلندہ پایہ، ضخیم و عظیم الشان تھیں۔ جیسے جامع اللغات، مکاتباتِ علامی،  
عیار و النش (۱۹۹۶ء = ۱۳۸۸ھ) رسالہ مناجات (۱۹۹۳ء = ۱۳۸۵ھ)،  
اکبرنامہ (۱۰۰۲ھ = ۱۵۹۵ء)، آئین اکبری (۹۹۸ھ = ۱۵۹۰ء)  
وغیرہ۔ انگریزوں نے اس کی تصنیفات کی خوب قدر کی اور اپنی سلطنت  
کے انتظام اور کاموں میں ان سے بہت سافائدہ اٹھایا اور مدد  
لی۔ اسی ضرورت سے آئین کا ترجمہ کلکتہ میں فرانسیسی کلیدون  
(FRANCIS GLADWINN) نے ۱۸۶۳ء سے نفاۃ ۸۶ لندن  
میں اور دوسرا ترجمہ بلاک مین نے شائع کیا۔ اکبرنامہ کا ترجمہ انگریزی  
مستشرق نامور ہنری بیورج (H. BEVERIDGE) کے قلم  
سے ہو چکا ہے۔ ۱۳۰۲ اور دوست مال اہل کمال ہے۔ ابوالفضل کے حالات  
سے تاریخ کا ادنیٰ متعلم بھی واقف ہے۔ ہر نئی پرانی کتاب میں اس کے  
حالات کم یا زیادہ مل جاتے ہیں۔ تفصیل سے دیکھنا ہو تو شمس العلماء  
آزاد دہلوی کی ”دربار اکبری“ اور انگریزی میں ترجمہ آئین کی جلد اول میں صفحات  
۱۳۶ تا ۱۴۰ تنہیدی قابل مطالعہ و استفادہ ہیں ۱۳۰۲ ابوالفضل کی  
زندگی کے واقعات معاصر تاریخوں میں جس قدر ملتے ہیں اس سے کہیں  
۱۳۰۲ حیات جلیل، جلد اول، صفحہ ۲۷۔ ۱۳۰۳ جیل کی دشواری، صفحہ ۱۶۔ بحوالہ  
دیباچہ آئین اکبری۔



زیادہ مفصل و مکمل یکجا طور پر شاہ نواز خاں نے آثار الامرا میں تحریر کئے  
ہیں۔ ۳۰۳۔ دائرۃ المعارف برطانوی نے بھی ابوالفضل کے متعلق  
ایک اچھا نوٹ ۳۰۴ دیا ہے۔

مسٹر بیل ابوالفضل کو سب سے بڑا ذی علم اور فصیح و لطیف  
لکھنے والا جو اُس وقت مشرق میں جلوہ افروز تھا۔ بتاتے ہیں ۳۰۵۔  
اُس کے تحریر کردہ سوانح بادشاہی یعنی اکبر نامہ کی نسبت فرماتے ہیں  
کہ اُس کے وزیر ابوالفضل نے بڑی فصاحت و روانی، شستگی اور  
کمال احتیاط و صحت کے ساتھ قلمبند کئے ہیں۔ ۳۰۶

کرنیل ٹاڈ ابوالفضل کی قابلیت و دانش مندی کی بڑی تعریف  
کرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر اس بات کی، کہ وہ ہندو قوم کا خیر طلب  
بہادار اور حامی تھا۔ ۳۰۷

ابوالفضل نے عہد اکبری کے دانش اندوزانِ دولت کی تفصیل  
آئین میں دی ہے۔ اس میں بہت سے ہندو علماء کے نام ملتے ہیں۔

۳۰۸ ترجمہ بیورجی، جلد اول صفحات ۱۱۷ تا ۱۲۸۔ ۳۰۹ صفحات ۷۹ و ۸۰۔

جلد اول، گیارہ صواں ایڈیشن۔ ۳۰۵ بیباگرنی کل ڈکشنری، صفحہ ۳۶۔

۳۰۶ بیباگرنی کل ڈکشنری صفحہ ۱۳۰۔ ۳۰۷ راجستھان جلد اول مطبوعہ

آکس فوڈ، ۱۹۶۹ء، صفحہ ۱۴۰۔



۲۸۴

جن میں سے بعض بعض شاہزادوں اور سلاطین کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔

کرنل صاحب ایک موقع پر منصفانہ لکھتے ہیں کہ ہنری چارم اور ملکہ الیزبتھ کی طرح اکبر کے وزیر سلطنت سب روشن ضمیر اور اراکین دولت بھی صاحب تدبیر تھے۔ اگر یورپ میں سلی (SULLY) شہ و فادار متدین تجربہ کار اور صاحب سیف و قلم تھا تو اکبر کے دربار کو بھی برم خان <sup>۳۰۹</sup> کی ذات سے رونق حاصل تھی جس کی لیاقت اور اوصاف کا جواب دینے والے چراغ لیکوڈ و ہونڈسے سے بھی نہ مل سکتے تھے۔

وہاں برے (سر ویلیام سیل) کی شہرت تھی تو یہاں ابوالفضل کی۔  
برے LORD BURLEIGH میں دانائی و فراست ابوالفضل کے

۳۰۸ ولادت ۱۵۶۷ء وفات ۱۶۴۱ء۔ ۳۰۹ کرنل ٹاڈ ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں کہ بیرم خان عہد اکبر کا وہ شخص تھا جسے ہنری چارم کا سلی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دور اندیش امیر نہایت مہارت شجاع اور تجربہ کار تھا اس نے اپنے جوہر شجاعت سے صوبہ دہلی و آگرہ سرکئے۔ کاپی۔ چندیری، کالنجر، بندیل کھنڈ اور مالوہ سب کو زیر حکومت کر لیا تھا۔ (راجستھان ترجمہ انق صفحہ ۶۰۲، بارہنجہ لاہور)

SIR WILLIAM CECIL AFTER WARDS

۳۱۱

LORD BURLEIGH = ELIZABIETH'S CHIEF MINISTER

انسائیکلو پیڈیا میں یہ نام BURGHBY لکھا ہے۔



برابر تھی، لیکن دلی نیکیوں اور فیاضیوں کا وصف بوجے میں ابو الفضل کا عشر عشر بھی نہ تھا۔ [پروفیسر ایڈمز اپنی تاریخ ہند برطانوی (صفحہ ۱۱) میں لکھتے ہیں کہ اکبر ٹھیک طور پر انگلستان کی ملکہ ایلزبتھ کا معاصر تھا، اسی طرح جہانگیر ہمیں اول کا۔]

ابو الفضل کا زمانہ ولادت محرم ۹۵۷ھ یعنی جنوری ۱۵۵۵ء سے ۳۱۲  
ابو الفضل کی تحریرات اور تحقیقات کے متعلق تمام مورخ اور تذکرہ نگار یکساں اور مضبوط رائے رکھتے ہیں۔ تاہم کچھ ایسے بھی ہیں جو بے جانے بوجھے اختلافات اور تعریضیں فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ترجمہ آئین اکبری جلد دوم کی تمہید نوشتہ جیٹ (JARRE T) صاحب سے واضح ہو گا۔ ڈاکٹر روک ایک حاشیہ میں اسکی تردید فرماتے ہیں ”اگرچہ ابو الفضل کی تاریخیں اور وقت بعض جگہ مطابق نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ کہہ دینا یا یاد رکھنا بھی دشواری سے خالی نہیں کہ کوئی بات جس کو وہ واقعہ کہہ رہا ہو محض طبع زاد ہی۔“ ۳۱۴

۱۱۳ ترجمہ تاریخ طاؤس، صفحہ ۶۴۶۔ اس کا تذکرہ دارالافتاء اور مارٹین کی ”تاریخ برطانوی کے بنیادی نقوش“ میں بھی ملتا ہے، صفحات ۳۱۰ و ۳۱۲۔ طبع لندن ۱۹۳۸ء اسکین سوم۔ ۳۱۲ حیات جلیل، حصہ اول، صفحہ ۲۶، نوٹ ۳۳۔ بیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۶۔ ۳۱۳ کنایہ کے ساتھ بات کرنا یا سامنے لانا۔ ۳۱۴ حاشیہ ۴، صفحہ ۳۷۸۔ بچوالہ صفحہ ۸۱، منغل اعظم اکبر از اسمتھ۔



۲۸۶

ابوالفضل غلامی کے اکبرنامہ (مطبوعہ ۱۸۸۶ء) اور اس کے  
 انگریزی ترجمہ کا جو سنہ ۱۹۱۲ء تک شائع ہوتا رہا، نیر آئین اکبری کا 'معاصر  
 ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۹ء تک شائع ہوا ہے۔ مجھے بھی اُن کا تذکرہ کرنا پڑا ہے۔ لیکن  
 میری نگاہ اُن ہی نسخوں پر رہی جو 'سلسلہ BIBLIOTHECA INDICA  
 SERIES شائع ہو رہے ہیں۔ خواہ اکبرنامہ کے ہوں خواہ آئین کے۔ البتہ  
 یہ ملحوظ خاطر رہے کہ آئین اکبری جو بجائے خود تین جلدوں میں چھاپی  
 گئی ہے۔ حقیقتاً وہ اکبرنامہ ہی کی تیسری اور آخری جلد ہے، جیسا کہ  
 بلاک مین (BLOCHMANN) نے اپنے دیباچہ PREFACE  
 مشمولہ ترجمہ جلد اول آئین اکبری، مترجمہ و مرتبہ و مطبوعہ، فلاٹ  
 (PHILLOTT)، صفحہ پنجم، ۱۹۳۹ء میں تحریر کیا ہے۔  
 ہماری جماعت کے ایک فرد کامل، مسلمان مورخ، پروفیسر ڈاکٹر  
 سید اظہر علی نے اپنے مقالہ "تاریخ محمد عارف قندلاری" کی تفصیل  
 و تشریح و تبیین ۳۱۵ کے سلسلہ میں ابوالفضل مبارک کو طنزیہ طور پر  
 "دانش پرده آگاه دل" کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ ۳۱۶ اس سے پیشتر اس سے  
 ۳۱۵ بیان کرنا۔ آشکارا کرنا۔ ۳۱۶ رویداد دائرہ معارف اسلامیہ جلد  
 دوم، ۱۹۳۶ء، صفحہ ۳۱۸۔



بھی زیادہ صاف اور صریح کلمات میں اُس کی ستائش فرما چکے تھے یعنی  
”سر آمد چاہو سان یا وہ گو“ ۳۱۷ ایک تیسری جگہ لکھ چکے تھے کہ محمدؐ نے  
اپنے مربی کے عیوب کی پردہ پوشی کی ہے۔ اُن کو دیکھنا چاہو تو ابو الفضل

مبارک کے خانہ آسمان خرام کی صنائی میں اکبر نامہ کے عرش پر دیکھو ۳۱۸۔

ذی علم ڈاکٹر نے اپنے اسی مضمون میں ۳۱۹ اسی تاریخ کے حوالہ سے  
اکبر کی بہت سی اچھی بُری باتیں دبی زبان سے کہہ ڈالی ہیں۔ اکبر کے مداحوں  
اور ثنا خواہوں کی زبان ’حافظ شیراز کی زبان سے یہ کہلا کر بند کر دی ہے۔

واعظِ شہر کہ مردم ملکش می خوانند

قولِ مانیر بہین است کہ او مردم نیست ۳۲۰

اس تحریر کے جستہ جستہ حصے یہ ہیں (۱) ابو الفضل نے اکبر کے عیوب پر

جو پردہ ڈالا ہو وہ اس سے ظاہر ہے کہ ابو الفضل نے نہ اس کی انیون  
کھانے کی عادت کا ذکر کیا نہ شراب خوری کا۔ انیون کے شغل کا مورخ  
فرشتہ گواہ ہے ۳۲۱۔ یہ شب عاشور کو اکبر کی می نوشی اور سرستی اور

شربِ مدام کے ملائے بدالیونی شاید ہیں۔ ۳۲۲ البتہ اُس کے یہاں پرتگری  
کا دور چلتا تھا۔ دسی ڈھڑے کی بو بھی نہ آنے پاتی تھی۔ عارف نے

۳۱۷ ایضاً صفحہ ۳۰۷۔ ۳۱۸ ایضاً صفحہ ۳۱۲۔ ۳۱۹ رویداد۔ اجلاسی دوم ادارہ

مطارف اسلامیہ لاہور صفحات ۲۹۶ لغاتہ ۳۲۲۔ ۳۲۳ صفحہ ۳۱۰ ۳۲۱ ہندو شاہ  
۳۲۲ منتزعات التواریخ، جلد دوم۔



بھی اس کا حال اپنی کتاب "مقطع" میں لکھا ہے۔ (۲) اکبر نے اپنے چچا زاد  
 بھائی مرزا ابوالقاسم ابن کامران کو درحالیہ وہ گوالیار کے شاہی قیدخانہ  
 میں محبوس تھا اپنا اندیشہ دور کرنے کے لئے دنیا سے رخصت کر دیا۔  
 راجہ بہار مل والی امیر کے بیٹوں میں سے ایک (غالباً راجہ بھگوان داس)  
 نے اس کا خون بہا کر سرخروئی حاصل کی اور ابوالفضل نے پردہ پوشی کر کے  
 (۳) ابوالفضل نے اکبر کے عادات و خصائل میں دشمنوں کی جان بخشی کو  
 بہت سراٹھا ہے۔ اور دوسرے مورخین کا صکر آج کل کے مؤلفین نے  
 بھی اس کی اس صفت کو بہت کچھ بڑھا کر دکھایا ہے۔ مگر عارف کی تائید  
 سے اسکی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکبر طبقاً نہیں بلکہ مصلحتاً  
 دشمنوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات عزت داد قیدیوں  
 کو سر دربارہ زود کو بکرا کر اچھی طرح ان کی بے عزتی کر لیتا تھا۔ اور  
 اپنے عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں میں سے تو کسی کو اس نے مجتہا  
 تھا نہیں تھا۔

صفحہ ۳۷ - نوٹ ۴ - پر تھی راج

"پر تھی راج" والی بیکانیر کا چھوٹا بھائی تھا۔ یہ ریاست حال ہی میں

۳۲۳ تواریخ مستعجب الکلام - قلمی، نوشتہ ۱۲۱۴ھ - ۱۸۰۰ء، مقطع، صفحات ۱۵۹۔



بنی تھی۔ مارواڑ کے راٹھوروں نے قائم کی تھی۔ جنگل اور ریگزار  
میں واقع ہوئی تھی۔ کرنیل ٹاڈ پر تھی راج کی بڑی تحسین و ستائش کرتے  
ہیں کہ وہ اپنے وقت کے بڑے بڑے بہادر سرداروں میں سے  
تھا۔ قلم اور شمشیر کا یکساں دھنی تھا۔ شاعر تھا۔ تاہم ایسی طاقت  
نہ تھی کہ اپنے بڑے بھائی مال دیو کی نظیر پیش کر سکتا اور مقابلہ  
و مزاحمت کرے۔ اس پر اکبر کا بڑا اثر تھا۔ ۳۲۵

صفحہ ۳۱، نوٹ ۱۴

سکٹا، رانا اودے سنگھ بانی اودے پورہ یا اودے پور کا بیٹا  
تھا۔ میواڑ کا قبیلہ سکٹا وٹ اسی کی اولاد، اسی سے منتسب ہے ۳۲۶  
سکٹا کی ماں، بانی جی راج بیوہ بہارانی میواڑ کی تھی۔ اب سکٹا وٹ  
کی بڑی شاخ کی مائیں ”بانی جی راج“ کہلاتی ہیں۔ ۳۲۷

صفحہ ۳۱، نوٹ ۱۵

تاریخ ایک اور شجاع رانی کا ذکر کرتی ہے جو پرتھوی راج کی عورت  
تھی۔ مگر وہ میواڑ کا والی تھا۔ تارا بانی نے اپنی زندگی میں ایسے  
بہت سے کام بہادری اور دلادری کے کر دکھائے تھے جن کے

۳۲۵ راجستھان انگریزی، مطبوعہ ۱۹۲۲ء، صفحات ۳۱۷، ۳۹۹-۳۲۶ راجستھان مطبوعہ

۱۸۶۳ء، راس، صفحہ ۳۳، نوٹ ۱۵، مطبوعہ ۱۹۲۲ء۔ اگس فورڈ۔

۳۲۶ صفحہ ۳۹۵ نوٹ ۲ - ترجمہ - ۱۹۶



مقابلے میں مردوں اور سانفوتوں کی بہادریاں بھی شرماتی ہیں۔

صفحہ ۳۲۸ نوٹ ۳۳۴ ام سنگھ

اصل انگریزی میں رائے سنگھ لکھا ہے ۳۲۸۔ یہ بیکانیر کا راجا تھا اور جو دھ پور سے قطع تعلق کر کے خود مختار ہو چکا تھا۔ اسی کو اکبر نے مالاکوٹ اور ناگور کے قلعے اور قلعے بعد فتح دے ڈالے تھے۔ ۳۲۹ اور نسل راکھوڑ کا پیشوا بنادیا تھا ۳۳۰ رائے سنگھ کی حسین رائی اکبر کی سگی سالی تھی ۳۳۱

یہ رائے سنگھ والی بیکانیر پنج ہزاری منصب واد تھا۔ اس کا باپ کلیان علی راکھوڑ اور مورث رائے مال دیو تھا۔ رائے سنگھ اور اس کے باپ نے سالہا سال تک اکبر کے عہد میں کاروائی کیا۔ راجپوت امرا میں بھی رائے سنگھ کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ اپریل ۱۶۰۶ء سے اس کے تعلقات شہنشاہی ارکان و خاندان سے بڑھ گئے تھے۔ اگر وہ کے مقام سے بیگمات شاہی کو پنجاب پہنچا دینے کا حکم ملا۔ تو رائے سنگھ بیکانیر چل دیا۔ اور اطراف ناگور میں حکم بغاوت بلند کیا۔ ۳۳۲۔ کچھ روز یہ اور

۳۲۸ صفحہ ۲۹۱ جلد اول۔ ۳۲۹ صفحہ ۲، جلد دوم۔ ۳۳۰ صفحہ ۲۷۔ مذکور۔

۳۳۱ صفحہ ۱۳۳ جلد دوم۔ ۳۳۲ ترجمہ نزک جہانگیری از ہاجر س بیوہ بیگم جلد

اول صفحہ ۷۶، ۸۴، ۱۳۰ و ۱۳۱۔ بلاک من صفحات ۳۵۷ لغاتہ ۳۵۹۔  
(بصیرت صفحہ آئندہ پر)



اس کا بیٹا دلپت رائے ان اطراف میں کوس لیمن اٹھکی بجائے  
 رہے۔ بالآخر گرفتار ہوئے۔ پھر عفو جرائم ہوا۔ مراتب و جاگیر واپس ملی۔  
 رائے سنگھ نے ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں کشکیش دنیائے مخلصی پائی۔  
 بھائی پرمانند جن کے نام سے پہلے ”دیوتا سرودھپ“ لکھا جاتا ہے۔ تاریخ  
 راجستھان میں تحریر کرتے ہیں کہ بہت سے راجپوت جواکیر کے ساتھ  
 مل گئے تھے، اُس کے دربار میں بڑی عزت سے رہتے تھے۔ ان کے  
 لئے ایک محلہ جدا آباد کیا گیا تھا۔ اکبر ان کے ساتھ بڑی مہربانی سے  
 پیش آتا تھا۔ تاکہ انہیں اس کی ماتحتی بہت بُری نہ معلوم ہو۔ بیکانیر  
 کے سرداروں میں سے دو بھائی رائے سنگھ اور پرتھوی راج ان ہی  
 میں سے تھے۔ دونوں کو دربار میں اعلیٰ رتبہ حاصل تھا۔ اکبر نے  
 رائے سنگھ کی لڑکی سے شہزادہ سلیم کی شادی کر دی تھی۔  
 پرتھوی راج نے پرتاب کے بھائی سکٹ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔  
 اسی رائے سنگھ والی بیکانیر کی بیٹی جو دھابانی جہانگیر سے شوب  
 تھی۔ اُس نے سفارش کر کے جگت سنگھ برادر مان سنگھ کے پوتے  
 جے سنگھ کو مسندِ آمیرِ ولادی۔ جس پر نور جہاں کو گونہ کبیدگی بھی ہوئی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ۳۸۶۔ کلیدون صفحہ ۱۲۔ بینی پر شاد جہانگیر صفحہ ۱۵۱۔ تاریخ

ٹماڑ صفحات ۳۹۹ و ۵۸ و ۱۱۳۲۔ ۳۳۲۔ امرائے ہند صفحہ ۲۱۵۔ ۳۳۲۔ صفحہ ۳۶۹



کھتی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ اور جودہ بانی محل شاہی کے برآمدے پر رونق  
افروز تھے۔ جب گفتگو ہو چکی تو بادشاہ نے جے سنگھ کی طرف رخا<sup>قطب</sup>۔  
ہو کر فرمایا۔ ”راجہ ماری آ میر کا راج مبارک۔ آپ جودھا بانی کو مجھرا  
عرض کرو۔“ جے سنگھ نے عرض کیا کہ ”راجپوت ہو کر میں جودھا بانی کو  
سلام نہیں کر سکتا اور جس بیگم کو کہئے آداب بجالاؤں۔“ جودھا بانی  
ہندی زبان میں بولی کہ ”اچھا نہ سہی“ میں نے تو امیر کا راج دیدیا۔<sup>۳۳۵</sup>

### صفحہ ۷۵، نوٹ ۳۳

یہ مونچھوں کا معاملہ کبھی دلچسپی، نزاکت و اتفاقات اور طنز سے  
خالی نہیں پایا گیا ہے۔ راجپوتوں کے مختلف طبقوں اور جماعتوں میں  
بھی ایک دوسرے پر چوٹیں ہوتی رہی ہیں۔ ایک مرتبہ راجپوتوں  
کے کسی خوشامدی بھاٹ نے دوٹا بنایا تھا اور کہا تھا کہ ”راجپوتوں  
نے جو پور والوں کی ڈوبی ہوئی ناؤ کو بچا یا ہے۔“ اتفاقاً پھر کوئی ایسا  
مورکہ پیش آ گیا جس میں کچھواہوں نے سندھیا کی مدد کی۔ راجپوتوں  
پر آئے۔ شکست کھا کر (پاٹن سے) بھاگے۔ راستہ میں زمینداروں  
اور باشندوں نے ان کی سواریاں اور کل سامان چھین لیا۔ لوٹا مارا۔  
اب جو پور والوں کا داؤڑ تھا۔ بھاٹوں نے خوب خبر لی۔ اور شاعرانہ طرح سرا<sup>نی</sup>

۳۳۵ ٹاڈ کا راجستھان، ترجمہ افق۔ صفحہ ۱۵۶۹۔



۲۹۳

(ہجو!) کی کہ ”ماٹھور لوگ گھوڑا جوڑا، پگڑی، مونچھیں اور تلوار بھاڑی  
سمجھ کر میدان میں چھوڑ بھاگتے ہیں۔“ ۳۳۶  
مونچھوں پر تاؤ دے کر منہس دینا یا کچھ کہہ ڈالنا امیرانہ رعوت ۳۳۷  
و بے نیازی کی وہ ادا تھی جس کے اکثر بڑے آدمی اس زمانہ میں خوگر  
تھے۔ ۳۳۸

ہندو اہل قلم لکھتے ہیں کہ پر تھوی راج کی یہی مونچھیں تھیں جنہوں نے  
سنجوکتا رانی (SANKUKTA) کو اپنے دامن میں پھانسل لیا تھا۔ یہی  
مونچھیں تھیں رانا پر تاب کی جن سے اکر ہمیشہ خوف کھاتا رہا۔ گویا کہ  
اگلے وقتوں میں راجپوتوں کی طاقت کا اصلی اور صحیح معیار انھیں  
کو سمجھا جاتا تھا۔ ۳۳۹

ہمارے ملک کی تاریخ ایک اور بڑے شخص کی یاد دلاتی ہے۔ محمود  
بیکرہ والی گجرات (جلوس ۸۶۳ھ = ۱۴۵۸ء - وفات ۹۱۷ھ = ۱۵۱۱ء) کی  
مونچھیں اتنی بڑی اور لمبی تھیں کہ وہ ان کو اپنے سر سے لپیٹ لیتا تھا  
یا بالفاظِ دیوان انگریزی باندھ لیتا تھا۔ دارطی کی لمبائی بھی اسی  
۳۳۹ مختصر تاریخ راجپوتانہ از مولوی عبدالرحمان خان، صفحات ۷۱-۷۲۔ ۳۳۹ سرکشی

خود آرائی زینت۔ ۳۳۵ تاریخ راجستھان، از بھائی پرمانند، صفحہ ۲۹۰  
۳۳۹ کانیا کج اسٹریٹس سیکرٹری۔ نمبر ۱، جلد دوم۔ نومبر ۱۹۳۷ء



۲۹۴

اسی مناسبت سے تھی، کمر سے تجاوز کر گئی تھی۔ اس نے نصف صدی سے زیادہ حکمرانی کی۔ اس کے اعمال نیک اور انتظامات ستودہ کی شہرت کے ساتھ ساتھ اس کی داڑھی مونچھ کا شہرہ بھی فرنگستان پہنچ گیا تھا۔ جیسا کہ پروفیسر ایشری پرشاد نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹۸ نوٹ ۳۴ میں قلم بند فرمایا ہے۔

مولانا سید ابو ظفر ندوی نے معارف (نمبر ۱) ماہ فروری ۱۹۷۵ء

صفحہ ۳۷) میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ سلطان محمود اعظم سلطان احمد بانی احمد آباد کا پوتا تھا۔ عام طور سے اسکو گجرات میں محمود بگڑو (بگڑو) کہتے ہیں۔ بگڑو کا صحیح ترین ترجمہ ذوالقرنین ہے، یعنی بلیوں کے سینگوں کی طرح لمبی لمبی دو مونچھوں والا۔

داڑھیوں کی کانٹ چھانٹ یا بقا و فنا کی حکایت کیا؟ شکایت کیوں؟ مونچھوں کی نگہداشت اور رکھ رکھاؤ کا معاملہ ہمیشہ پیچیدہ و دشوار رہا ہے۔ اور ان کی وضع و قطع اور طرز تزئین طرح طرح سے مختلف دکھی گئی ہے۔ یہاں زیادہ تفصیل و بیان کی ضرورت نہیں۔ اس سے پہلے بھی ان کے متعلق کچھ لکھ چکا ہوں۔ اس قدر اور تحریر کر دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے زمانہ کا بے نظیر محقق و کشف عقولیات و لمعیات کا ماہر اعظم پروفیسر اینسٹائن (EINSTEIN)



۲۹۵

اور بے نظیر سیاست و مدبر مارشل یوسف اسٹالن JOSEPH STALIN  
 باہر عظمت و جبروت مومچپوں کی خیر و عافیت مناتے رہتے ہیں۔  
 اطباء و حکما کی تشخیص و تجویز یہ ہے کہ مومچپوں اور گل مچپوں کے  
 رکھنے سے دانتوں کا درد ستانے نہیں پاتا۔ چہرہ کی اعصابی  
 (رگ پٹھے کی) بیماریوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ بقول کسی ہندو  
 نوخیز فلسفی کے اگر اس گندہ و مکروہ کو بچی (بُرش) سے کوئی نفع  
 یا خالق حقیقی کی مصلحت مرکوز نہ ہوتی تو ایک بیکار و بے ہودہ  
 چیز اضافہ ہی کیوں کی جاتی؟

ان فوائد و منافع کو تسلیم کیجئے یا نہ کیجئے، یہ چیز چہروں کو مردانہ عیب  
 و روناقت بخشنے والی (مومچہ) اب خود بخود کم ہوتی جاتی ہے۔ شریعت  
 اسلامی کے حکم بردار احفوا الشارب والی حدیث رسول پاک اور  
 مسئلہ فقہی کی پیروی میں اس کو باریک سے باریک رخصت کرتے  
 جاتے ہیں۔ ہندوستان کے ہونہار فرزند یعنی نئی پودہ کے انگریزی  
 تعلیم یافتہ بھی اہل فرنگ کے اتباع و تقلید میں خیر باد کہتے جا رہے ہیں۔  
 صفحہ ۸۶ - نوٹ ۲۵

سنسکرت کی اصل کتاب میری نظر سے نہیں گزری نہ میں اس زبان  
 نہ انگریزی برہمنوں کے کالج کا رسالہ یا نہ نو بہر ۱۹۴۳ء نمبر اول دوم کا لٹاپور



کو جانتا ہوں۔ لیکن کرنل ٹاڈ کی تاریخِ راجستھان سے پایا جاتا ہے کہ  
 کوئی راج ترنگنی اور بھی ہے جس کا نام راجا گولی کے ساتھ لیا جاتا  
 ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ تاریخیں پنڈت وڈیا دھرادر پنڈت رکھونا  
 کی تصنیف ہیں اور راجگان ہند ان کو مستند جانتے ہیں۔<sup>۳۴۱</sup> یہ  
 مہاراجہ جے سنگھ والی امیر کے پیشِ نظر حوالہ قلم ہوئی تھیں۔<sup>۳۴۲</sup>  
 تاریخِ کشمیر ترجمہ منشی اشرف علی سے بھی تحریرات بالاکلی توثیق  
 ہوتی ہے۔<sup>۳۴۳</sup>

اصل یہ ہے کہ سنسکرت آج کل مردہ زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔  
 عرصہ سے اس کا استعمال متروک ہے۔ ایک مدت دراز سے خود ہند  
 بھی اس زبان میں تصنیف و تالیف نہیں کرتے تھے۔ اب قومیت  
 نواز قدامت پرست فضلاء ہند کی ایک جماعت اسکو تازہ زندگی  
 بخشنے میں مصروف ہے۔ کوششیں کر رہی ہے۔

جیسا کہ معلوم عام ہے پرانے زمانہ میں سنسکرت ہی درباری زبان  
 تھی۔ سلطنت کے تمام کاروبار اسی زبان میں ہوتے تھے۔ یہی

<sup>۳۴۱</sup> ترجمہ افق صفحہ ۱۶۰۔ <sup>۳۴۲</sup> اصل تاریخِ انگریزی صفحہ ۴۴۔ <sup>۳۴۳</sup> صفحہ ۹۵ د

۱۰۶ و ۱۰۸ و ۱۱۰ و ۱۱۲۔ یہ "تاریخِ کشمیر" خواجہ محمد اعظم کی "واقعاتِ کشمیر" ص ۱۱۵۹ (۱۶۴۶)

کا ترجمہ ہے۔ مطبوعہ ۱۸۴۶ء مطبع العلوم مدرسہ دہلی۔



سنسکرت سارے ہندوستان کے عالموں اور تصنیف کرنے والوں کی زبان تھی۔ اس لئے پورے کشور ہند پر چھپائی ہوئی تھی۔ ۳۴۴ سنسکرت کا ادب اور ذخیرہ علم بہت وسیع تھا۔ حسن و عشق، شجاعت و جاں بازی، فصاحت و بلاغت، ظرافت و لطافت کے اچھے سے اچھے نمونے اس میں نظر آتے تھے۔ چینیوں کی مقدس آسمانی تحریرات بھی اس میں موجود تھیں۔ ۳۴۵

ڈاکٹر عبدالحق اپنی "تنقیدات" میں فرماتے ہیں کہ آریاؤں کی ایک شاخ کابل سے ہوتی ہوئی شمالی ہند پہنچی تھی۔ اسے آنے اور بسنے میں ایک مدت لگی۔ یہی انڈو ایرین (ہند آریائی) کہلائی۔ ان کی زبان کو ادبی شان عرصہ دراز کے بعد نصیب ہوئی۔ یہی زبان سنسکرت ہی جس کے معنی "شستہ" کے ہیں۔ لیکن یہ علما اور اہل ایشیا کی زبان تھی۔ ۳۴۶

(۱) سنسکرت لٹریچر پر میکڈونیل (MACDONNELL) کا آرٹیکل میریل گزیٹیر، جلد دوم، صفحہ ۲۴۳ میں (۲) کیٹھ (KEITH) کا سنسکرت ڈراما پر (۳) موصوف کی تصنیف قدیم سنسکرت ادب و انشا پر ۳۴۴ مقالات شبلی، صفحہ ۱۰۰، برج بھاشا زبان، ۳۴۵ قرون وسطیٰ میں

ہندوستانی تہذیب، صفحہ ۸۳۔ ۳۴۶ صفحہ ۲۴۳۔



CLASSICAL SANSKRIT LITERATURE (ہندوستان کی میراث کے

سلسلہ میں) ملاحظہ طلب ہیں۔

صفحہ ۸۷، نوٹ ۴

کلیں پنڈت نے جس وجہ سے یہ رائے قائم کی ہوگی تاریخ کا  
طالب علم اس سے بے خبر نہیں رہ سکا۔ غالباً وہ یونانی مورخ  
اسٹریبو (STRABO) کے ہم خیال ہیں۔ وہ فرماتا ہے کہ اس مشتبہ  
توقع یا آرزو میں کہ اب کوئی جوان خاوند مل جائے گا یہ عورتیں بوڑھے  
شوہر کو زہر دیدہ تھیں، مار ڈالتی تھیں۔ حقیقتہً اسی خطرہ کے اسناد و  
کے لئے سستی کی رسم کی بنیاد پڑی تھی لوگوں کا اس وقت اعتقاد  
یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح طبقاتِ علیین میں چلی جاتی ہے اس لئے  
وفا شعار شیک گردار پر تیار رہی (بہوی) کا ہمراہ رہنا لازم ہے۔ بے شبہ  
اس سے بڑے آدمیوں اور راجہ راجہ کی زندگی کی کسی قدر  
حفاظت ہو گئی تھی۔ اطمینان سارہنہ لگا تھا۔ ان کی رانیاں  
سازشوں کا شکار ہو کر شوہروں کو زہر نہ دے سکتی تھیں۔

صفحہ ۸۸، نوٹ ۴۔ صاحبِ بنجی

بوتھیں ایک البیری صاحبِ بنجی کے باپ کا نام بیٹھو پ



۲۹۹

نہا اور وطن شہر "ارفا" ۳۳۷ ان کا قبیلہ علم و فضل اور فلاح و فراخ میں  
ہمیشہ سے ممتاز رہا ہے۔ خود ان کا مسقط الراس یا ولادت گاہ "جزیرہ  
العشاق" تھا جو عراق میں دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہے۔ وطن اور  
۳۳۸ احمد زکی بک اپنی کتاب "قاموس الجغرافیۃ القدیمہ" میں لکھتے ہیں کہ "الرفا" دیا جزیرہ میں  
مشہور شہر ہے۔ فرنگیوں کے یہاں اس کا نام (EDESSA) ہے۔ اس زمانہ میں  
ترک اس کو "اورفا" کہتے ہیں۔ (صفحات ۴۲ و ۴۱ اور ۶۹)

بوتیں بک اس مقام کو آباد بارہوی بتاتے ہیں۔ اسی ارفا یا سرزمین جزیرہ دو آب  
میں آدم و حوا علیہما السلام سکونت گزیر رہے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی اپنی کشتی سے اسی  
جگہ اترے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ کا مولید و مسقط الراس بھی یہی خاک پاک ہے۔ شیخ  
کمال الدین سرقندی اپنی "تالیف مطلع السعدین" (صفحہ ۳۸۸ جلد ۲ جز ۲) میں اس مقام  
کا نام خلیل الرحمن ہارک اللہ فیہا نشر فاد عنہا لکھتے ہیں بمعجم البلدان  
(جلد ثانی صفحہ ۴۶۸) میں اس موضع کو الخلیل اور بیت المقدس سے ایک دن کی  
مسافت پر لکھا ہے۔ یہاں خلیل ابراہیم کی قبر مبارک بھی ہے۔ اس کا اصلی نام خبرون  
تھا۔ فرنگستان کے سب سے بڑے گڑے مردے اٹھا کر اسے سرزمین ارفا ورفا  
(SIR LEONARD WOOLLEY) نے مناسب تفصیل کے ساتھ اس کے حالات  
اپنے کارنامہ "کلدانیوں کا آر" "THE CHALDIANS" میں حوالہ دیا ہے  
یہاں۔ میرے لئے "اور" اور "ارفا" کے مابین فرق و امتیاز گرنا دشوار ہے۔ احمد زکی ہاشمی  
اس کا موجودہ نام "ام قیر" بتاتے ہیں۔



۳۰۰

گھڑا رکھ سنی میں چھوڑا۔ تحصیلِ علوم اور کسبِ فنون باہر کرتے رہے۔ ابھی  
 گھوڑا رہ سے نکلے تھے کہ شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ان کا <sup>۱۸۵۲ء</sup> کا <sup>۱۸۵۲ء</sup> یا بعد  
 طفلی کا کہا ہوا پہلا شعر ان کے دیوان میں موجود ہے۔ <sup>۳۴۸</sup> انھوں نے بہت  
 کچھ کہا ہے اور سب موجودہ زمانہ کے رنگ میں اور اچھے اسلوب سے  
 کہا ہے۔ ان کا دیوان عربی "شعر النحلہ (المنظوم فی خلال الرحلة)"  
 سے موسوم خاصاً ضخیم (۵۵۰ صفحات کا) اسکندریہ میں پرنس اسکندریہ  
 افریقیہ کی توجہ و عنایت سے <sup>۱۹۰۱ء</sup> میں پورے اہتمام اور تکلف سے  
 طبع ہوا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ فن و مشرب کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض  
 لہو و لعب یا ہزل و خطاوت کی خاطر شعر کہتے رہے ہیں۔ وہ زیادہ تر  
 شعر سفر و سیاحت کی حالت میں کہتے تھے۔ کرۂ زمین کی گردش تو  
 مشہور ہی ہے لیکن انھوں نے بھی پورے کرۂ ارض اور تمام اقالم  
 کا دورہ کیا تھا۔ ہمارے ہندوستان کی خاک پاک نے بھی ان کے قدم  
 چومے تھے۔ "حبال حملایا" (کوہ ہمالہ) اور انکی حقیقی یا فرضی معشوقہ کسی  
 ہندوستانی امیرزادی "لالا" کی شان میں بھی اشعار موجود ہیں <sup>۳۵۲</sup>۔  
 دنیا کی دو چوٹی کی علمی انجمنوں یعنی رومۃ الکبریٰ کی اکیڈمیہ ارکاوی اور

<sup>۳۴۸</sup> صفحہ ۳۳۰۔ <sup>۳۴۹</sup> آئین۔ نفع اٹھانا۔ <sup>۳۵۰</sup> بے ہودگی۔ مسخرہ پن۔

<sup>۳۵۱</sup> غم کھانا۔ دل بہلانا۔ <sup>۳۵۲</sup> صفحہ ۳۳۶۔



برطانیہ عظمیٰ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن ریکین <sup>۳۵۳</sup> تھے۔ <sup>۳۵۴</sup>۔ <sup>۳۵۵</sup>۔ انھوں نے  
زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ یعنی کلدانی، سریانی، عربی، ترکی، لاطینی، ایٹالی  
فرانسیسی اور انگریزی۔ <sup>۳۵۵</sup>

شاہزادہ ولی عہد پرنس آف ویلس کی طرف سے جو بعد کو بادشاہ  
اڈورڈ ہفتم ہو گئے تھے، دارالفنون "امپیریل انسٹی ٹیوٹ" لندن میں  
لغات مشرقی اکی تعلیم پر پامور تھے۔ سلطان عبدالحمید خان ثانی نے  
ان کو شاہزادگان عالی نژاد اور امراء و نجبا کی اولاد کو علوم تاریخی سکھانے  
کے لئے مقرر کیا تھا۔ <sup>۱۸۹۰</sup>۔ میں سلطان نے انگریزی، عربی، فرانسیسی  
اور ایٹالیائی۔ زبانوں سے ترکی میں ترجمہ کرنے کی خدمت بھی انکو  
تفویض فرمائی۔ "مترجم خاص" کا منصب عالی عطا ہوا۔ <sup>۳۵۶</sup>

جب تک زندہ و آزاد رہے، جامع ادراک (مقبول) کو اپنے ہاتھ  
کراٹھ سے یاد و شاد فرماتے رہے۔ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را  
دیوان ابھی زیر طبع تھا کہ مجھے اس کی بشارت دی تھی۔ اور اپنے  
ملاطفہ گرامی مرقومہ <sup>۳۵۴</sup> میں <sup>۱۹۰۱</sup>۔ میں تحریر فرمایا تھا:-  
آخر اثر من آثار الادبیۃ ہو دیوان شعراء بی۔ تاریخی، کیمیائی  
فلکی، صنایعی، غنائی، فلسفی و لاهوتی۔ وہو الآن تحت الطبع بمصر۔

<sup>۳۵۳</sup> حکم۔ ستوار۔ <sup>۳۵۴</sup> دیباچہ دیوان۔ <sup>۳۵۵</sup> صفحہ ۱۸۔ <sup>۳۵۶</sup> دیباچہ از سیدہ خیرنژ



یہی ادبی یادگاروں میں سب سے آخری نقش میر سے اشعار کا دیوان  
 ہے۔ اس میں ادبی کلام بھی ہوتا ہے۔ کئی کئی نیم سرائی بھی آسمانوں کے متعلق  
 کئی ہمنوؤں کے بارے میں بھی۔ اس میں غزلیت بھی ہے فلسفہ (حکمت)  
 بھی۔ انبیات (ذات باری کے عالم) کی نسبت بھی۔ یہ آج کل مصرع  
 زیر طبع ہے۔ جسے تسلیم کر کے دیوان و اقصیٰ نہایت مکمل جامع اور <sup>مستند</sup> پر  
 پیر ہے۔ اسکی خوبوں اور جامعیت کے بتانے اور اسکی حیثیت بالاس کے گنانے  
 میں مبالغہ کا شائبہ بھی نہیں پایا۔ بعض <sup>۲۵۸</sup> شاعریوں پر <sup>۲۵۹</sup> تبصرہ  
 متاثرانہ <sup>۲۶۰</sup> قصائد کئی سنا جاتیں (توبہ و شجوی) خصوصاً و خصوصاً  
 تجر و فردنی سے بھری ہوئی ایسی کہی ہیں، <sup>۲۶۱</sup> جن کا اہل دل پر  
 بڑا اثر پڑتا ہے۔ ایک کا مطلع و مقطع یہ ہے:-

عودی ندوی جیلی ہوئی عمری (ارتحل

دھماکی القطنی و قتی مضی نعیمی افضل

میری خوشبو مٹنے لگی۔ میری توانائی گزر گئی۔ میری عمر کوچ کر چکی۔ میرا زمانہ ختم  
 ہو چکا۔ میرا وقت چلا گیا۔ میرا ستارہ ڈوب گیا۔

لا تقطنی ربی قصد تلک تائباً

قلبی اختفی صوتی اختفی دمعی عطل <sup>۲۶۲</sup>

۲۵۸ مائے مرثیہ کے طور پر۔ ۲۵۹ خدا پرستانہ۔ ۲۶۰ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱  
 ۲۶۱۔ ۲۶۲ صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲،



۲۰۳

میرے پروردگار! (اپنے چہرہ رحمت سے) مجھے دور نہ کرنا۔ میں توبہ کرتا  
ہوا تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ میرا دل خوف زدہ ہے۔ میری آواز  
بیٹھ گئی ہے۔ میرے آنسوؤں کی چٹری لگی ہوئی ہے۔

ہر نظم سے پہلے اس کی تخصیصی کیفیتاً و اعیاناً ۳۶۱ اسباب  
تخریب اند ضرورت موقع کو بھی حوالہ ظلم کر دیا ہے۔ بعض تہذیبی امور و  
حقیقتات و فاضلانہ اکتشافات کی جامع اظہار و لائل و براہین  
مضمرہ طائی کئی درجہ پر چلی گئی ہیں۔  
صفحہ ۸۹ نوٹ ۸۸م۔

ٹاؤن شپریئر (TAVERNIER) ایک بڑا چو شیا رسیاج ۱۹۱۰ء  
دہلی میں جو اہرات کا سوداگر تھا۔ اس کا پہلا بحری سفر ۱۹۱۲ء میں شروع  
ہوا۔ وہ قسطنطنیہ سے اصفہان (فارس) تک سیاحت کرتا ہوا  
آیا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں اپنے وطن فرانس کو لوٹ گیا۔ اس کا پشتخان  
کا سفر چوتھا سفر تھا۔ جس کا زمانہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۵ء تک شمار  
ہوتا ہے۔ وہ ۱۹۵۳ء میں اسی ملک میں تھا ۱۹۵۵ء اس کے سیاحت  
نامہ کا اردو ترجمہ سلسلہ آصفیہ دکن کی پہلی جلد ہے۔ اگرہ سے

۳۶۱ طلب کرنے والے، اقتضا کرنے والے، خواہندہ۔ ۳۶۲ تاریخ تاج انگریزی  
از مفتی حسین الدین، صفحہ ۸۲۔



۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ منوچی نے اس شخص کا احوال بلکہ کچا چٹھا اپنی کتاب کے پانچویں حصہ (صفحات ۱۴۴ لغایت ۱۴۴) میں لکھ ڈالا ہے۔ ایک واقعہ نقل کر دینا کافی ہے۔

ٹیورنیر نے جب اپنے محسن اور عنایت فرماہم قوم ڈاکٹر سے سازباز کیا۔ فرانس میں شہنشاہ کی قدر شناسی کی امید دلائی۔ نئی نویلی حسین و جمیل دلہن کے مل جانے کا بھروسہ ظاہر کیا تو ڈاکٹر صاحب پھوٹے نہ سمائے۔ اپنی بیوی کو زہر دلا دینے پر آمادہ ہو گئے۔ انتظام کر لیا۔ وہ ایک پرتگیزی فرانسیکو ڈی ساوزا FRANCISCO DE SOUZA کی لڑکی تھی۔ نیک بخت بوڑھی ماما کو رحم آگیا۔ اس نے صلہ و انعام کی توقعات سے دستکش ہو کر وہ پوڈیا بیوی کے حوالہ کر دی اور تمام باتوں سے خبردار کر دیا۔ بیوی شوہر کی حرکات ناشائستہ سے پہلے ہی بغیر اچھی خاوند کی بدینتی اور بدخواہی کے ساتھ ساتھ اس کے اس فعل بد کا سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اُسے یہ بھی خیال آیا کہ وہ اسے سال بھر میں صرف ایک بار گر جا جانے کی اجازت دیتا ہے اور بھائی بہنوں اور رشتہ داروں سے ملنے بھی نہیں دیتا۔ اس نے سارا واقعہ اپنی پھوپھی میریڈی ٹیڈیز کو لکھ بھیجا جو علی مردان خاں کی نو مسلم بیوی تھی۔ زیادہ تفصیل یا بعد کے حالات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں



۳۰۵

کہ ڈاکٹر صاحب پر کیا گزری۔ زنداں کو چلے چلے چل کر یہ جیل خانے کیسے پہنچے  
اگلے اولاد کے لئے کیا انتظام ہوا۔ اسی کتاب کے صفحات ۴۲ و ۴۳  
شہاد ہیں۔

صفحہ ۹۰۔ نوٹ ۹

ہنری ٹامس کول بروک ( COLE BROOKE ) نے ۱۹۱۱ء میں  
سال کی عمر میں سنسکرت پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ پندرہ سال بعد "مجموعہ نوادین  
ہندو" کی تکمیل کی جس کا آغاز سرو لیم چونس نے کیا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں  
ایک دوسری کتاب "مضامین برہمنوں کی مذہبی زندگی" شائع فرمائی۔ بڑا  
وسیع النظر مستشرق تھا۔ ۱۹۴۳ء - ۱۹۵۷ء کے انقلاب سے پہلے ہی میں  
ریٹائرڈ ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۳ء

صفحہ ۹۴۔ نوٹ ۵۰۔ جو پھر

راجپوت سپاہی جب دشمن کا غلبہ دیکھتے اور اپنی فتح سے ناامید  
ہو جاتے تھے تو سب سے پہلے بچوں کو بے دریغ ہتھیار کرتے۔ پھر والدین  
کو زور و لباس سے آراستہ و پیراستہ کر کے آگ کے گند میں جھونک دیتے  
تھے۔ پھر خود شمشیر بکھٹ بڑھتے اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ۱۹۶۵ء

۱۹۶۳ء ویرک ہند ترجمہ صفحات ۳۲ و ۴۱۔ ۱۹۶۴ء یادگار غالب صفحہ ۱۰۔ الہ آباد۔ ۱۹۶۵ء کرنل ٹاڈ  
کی تاریخ راجستھان جلد اول صفحہ ۳۸ مقدمہ مطبوعہ آکس فورد (باقی صفحہ آئندہ پر)



آج کل کی شائستگی اور تہذیب اس "جوہر" اس مآخری قربانی کو "ایک نہایت  
وحشیانہ رسم سے تعبیر فرماتی ہے۔

بھائی پرمانند تاریخ راجستھان میں لکھتے ہیں کہ سبک تلکین و محمود کو جے پور  
نے کہلا بھیجا تھا کہ "ہم راجپوتوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کبھی ایسا موقع آتا ہے  
ہو ہم پہلے اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے ہیں۔ مال اور دولت  
کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور پھر ایک دوسرے کے بھلے لگے تلواریں کھینچ  
دشمن پر جا پڑتے ہیں۔" ۳۶۶

راجستھان کی تاریخ، محاصرہ چتور کے سلسلہ میں ایک بڑے اور نہ بہت  
جوہر کا ذکر کرتی ہے۔ جس میں اکبر اور جے پور ۳۶۶ء میں مقابل تھے۔ اس جوہر میں لکھا  
کیا ہوا "اکھڑا ہزار راجپوتوں نے پان کے پیرے منہ میں رکھ کر کیسری  
بانا بہن لیا۔ قلعے کے دروازے کھول کر سارے کے سارے دشمن کے  
اوپر جا پڑے۔ حسب معمول عورتوں کے لئے چٹا تیار کی گئی۔ نو رانیاں ان کی  
پانچ لڑکیاں دوشیر خوار بچے اور تمام بڑے بڑے سرداروں کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ایضاً جلد اول مطبوعہ ۱۸۷۳ء صفحہ ۲۲۲۔ خزائن عامرہ، نعل کشوری،

صفحہ ۳۵۰۔ رسالہ ادب لکھنؤ دسمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۶۔ ۳۶۶ صفحہ ۱۸۸۔ ۳۶۶ راجپوتوں

کی تاریخ میں بہادر وں کا بہادر کر کے مشہور ہے۔ چتور کی راجدھانی کی حفاظت میں ۱۵۶۸ء  
میں خود اکبر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ۳۶۸ء زعفرانی لباس۔



استراں آگے آگے بڑھ کر چٹا میں قدم رکھتی جاتی تھیں۔ اور بے عزتی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیکر اپنے آپ کو بھسم کر رہی تھیں۔ ۳۶۹

بھائی پرمانند "فتح چتور" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اکبر کے دل میں اُس وقت تک وہ مذہبی فراخ دلی پیدا نہیں ہوئی تھی جو کہ اُسکی زندگی کے آخری حصہ میں دکھائی دیتی ہے۔ پچھلے سالوں میں جس جنیو کی اتنی عزت کرنے لگا تھا کہ برہمنوں کے ہاتھ سے خود دھنسا کرتا تھا، اُس وقت اس نے اپنی کامیابی کا وزن راجپوتوں کی گردنوں کے جنیو اتار کر کیا جو ساڑھے چوبیس من تول میں ہوئے۔ ایک من چار پیر کا تھا۔ تب ہی سے ۱۵۴۴ء کا ہندو میواڑ میں بہت بڑا سمجھا جاتا ہے۔ ۳۷۰

میر غلام علی بلگرامی اس لفظ (جوہر) کے معنی 'ضرورتِ عمل یعنی دشمن سے مغلوب ہوتے وقت اپنے اہل و عیال کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالنا' اور اسکی غرض تک حرمت اور پردہ دری سے بچنا بچانا لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں جوہر جیم کے زیر سے مشہور ہے۔ برہانِ قاطع کا مؤلف جیم پر پیش بتاتا ہے۔ ۳۷۱

یہ جوہر اپنے ہی لئے نہیں بلکہ غیروں اور بیگانوں کے لئے بھی کیا

۳۶۹ بھائی پرمانند، صفحہ ۳۵۱، بحوالہ کرنل ٹاڈ۔ ۳۷۰ تاریخِ راجستھان، صفحہ ۳۵۲۔

۳۷۱ خزانہ عامرہ، صفحہ ۳۵۰۔



جاتا ہے۔ ایک واقعہ پیش نظر ہے ”کپلی کے راجہ کے یہاں جب محمد تغلق کے بیٹے بہادر الدین نے بغاوت کے بعد پناہ لی اور بادشاہ نے فوج بھیجی۔ وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ سامانِ رسد ختم ہو گیا۔ ایک سچے راجپوت کی طرح راجہ نے مرنے کا ارادہ کر لیا تو ایک بڑی بھاری چٹا تیار کی گئی۔ اس میں اس کی رانیاں اور سرداروں کی بیویاں گر کر گر جل جل کر رہ گئیں۔“  
صفحہ ۹۵، نوٹ ۵۱

سلطان مرزا دانیال اکبر کا سنبھلا بیٹا ایک رانی کے بطن سے تھا۔ اجمیر میں ایک مشہور درویش شیخ دانیال کے گھر میں ۱۰ ستمبر ۱۵۱۷ء کو پیدا ہوا۔ ۸ مارچ ۱۶۰۵ء یعنی یکم ذی الحجہ ۱۰۲۵ھ کو بہان پور میں انتقال کیا۔ مسٹر بیل اسکی ماں کو راجہ بہاری مل کچواہہ کی بیٹی بتاتے ہیں۔ ۱۵۱۷ء تک ترک جہانگیری کے ترجمہ میں اُس کو ”کنیز“ لکھا ہے۔ دانیال کے مردانہ و جمال اور شہ سوادہ کی بڑی تعریف کی جاتی ہے۔ خود جہانگیر نے بدھ کمال سراٹا ہے۔ وہ ہندی موسیقی اور سرود کا بڑا شائق و قدرداں تھا۔ کبھی کبھی خود بھی ہندی کے گیت موزوں کرتا اور اشعار کہہ لیتا تھا۔ مسٹر پیور بیچ کو تسلیم ہے کہ اس زبان سے کسی حد تک بیگانہ ہونے کے باوجود



وہ زبان و محاورات میں غلطی نہیں کرتا تھا۔ اس کا کلام برا نہیں ہوتا تھا۔<sup>۳۷۴</sup>  
جہانگیر کے الفاظ یہ ہیں ”بہ نغمہ ہندی مائل بود۔“ کا ہے یہ زبان اہل ہند  
وہ اصطلاح ایشیا شعری کی گفت ”بودہ بودے“<sup>۳۷۵</sup> اس کا فارسی  
کلام بھی متین اور اچھا ہے۔

مولانا شبلی اس تحریر اور رائے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جہانگیر خود  
بھی برج بھاشا جانتا تھا اور اچھے برے کلام کے پہچاننے کی تمیز رکھتا  
تھا۔<sup>۳۷۶</sup>

عبدالرحیم خان، خانِ غاناں کی لڑکی جانی بیگم اس کو بیاہی تھی۔  
صفحہ ۹۶۔ نوٹ ۵۲۔

جان ملٹن JOHN MILTON ولادت ۱۶۰۸ء - وفات  
۱۶۷۴ء۔ ”فردوسِ گمشدہ و بازیافتہ“ PARADISE LOST AND  
”REGAINED“ کا مشہور مصنف اور اپنے فن کا بے مثال استاد شہرہ  
آفاق ماہر۔ حاسد ناقدوں نے کسی وقت اس بد نصیب کو بھی رشاید  
باکمال تو سب ہی بد نصیب ہوتے ہیں (۱) عذوبت ملاست بنانا اور اس کے  
کلام پر توار دو سرکہ کا داغ لگانا چاہتا تھا۔ لیکن مصنف مزاج اہل نظر

<sup>۳۷۴</sup> ترجمہ راجس بیورٹیج مطبوعہ ۱۹۰۹ء صفحہ ۳۷۶۔ <sup>۳۷۵</sup> تریک جہانگیری صفحہ ۱۷۷  
نول کشور۔ <sup>۳۷۶</sup> مقالات شبلی صفحہ ۱۹۷ برج بھاشا زبان۔ <sup>۳۷۷</sup> خالص اور اچھے برے کا پرکھنے والا۔



نے فیصلہ کیا کہ خید اشعار میں اس قسم کا سقم نکل آنے سے اُس کی بے مثل سخن  
سنجی اور اُسکی خوبوں پر خاک نہیں ڈالی جاسکتی۔ جرمنی کے فیلسوف  
شاعر گوٹے (GOETHE) کا فتوے ہے کہ کائنات میں کسی چیز پر بالکل  
نئی اور اچھوتی ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ سروالٹر ریلے (SIR  
WALTER RALEIGH) نے ایسی بحث یا دار و گیر کو ”بہی کھاتہ والوں“  
کی نقادی سے تعبیر فرمایا ہے۔ مقبول خیرہ سرنے بھی اپنے ذکی الحس  
دوستوں سے ہمیشہ ہی عرض کیا ہے کہ ایسی موشگافیوں اور  
ہنگامہ آرائیوں سے اس کو بے لطف بنانا زیبا نہیں۔ یہ مخلوق و  
خالق اور عبد و مسبود کے باہمی نازک مگر وسیع تعلقات کی لطیف  
و دلکش داستان ہے۔

اس کامیاب سخنور ملٹن اور ایتالیہ کے نامور شاعر دانٹے DANTE  
نے دوزخ کی جو تصویر کھینچی ہے اُس کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ  
اس کے دروازہ پر کندہ ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوا امید کو باہر چھوڑ  
اٹے۔ ملٹن نے اس طویل فردوسی نظم میں اسی طرح کے اور بھی بہت  
سے سنجیدہ عجیب و غریب قابل غور خیالات موزوں کئے ہیں۔  
ملٹن کا خاتمہ تنگدستی، فحاشی و عسرت میں ہوا۔ اس کے جتنے جی

۳۱۰ مورخ و شاعر۔ ولادت ۱۵۵۲ء وفات ۱۶۱۷ء۔ تیز طبع زیرک دانش مند۔



”فردوس گم شدہ“ اُس کے کام نہ آیا۔ سیاح عالم شاعر عرب لوئیس بک  
الصاحبی نے ایک قصیدہ میں اُس کے حال پرچوں کے آنسو بہائے ہیں۔

فكان فرید العصر ملقاً یشتکی من الجوع والافلاس فی کل لیلۃ  
ووضع فردوساً وباع قریضه باحقار اسعار و انجس فضیلتہ  
ومات ضریراً ابلاً یا مکبلاً و خلل ذکراً لا یصوت بحقیقتہ  
(ترجمہ) ملٹن یکنائے روزگار تھا۔ بھوک کا اور پیسہ کوڑی پاس نہ ہونے  
کا ہر شب گلہ کیا کرتا تھا۔

اس نے فردوس کو گم کر دیا۔ اور اپنے اشرار کو حقیر ترین نرخ اور  
مفقود ہی سی چاندی کے بدلے بیچ ڈالا۔  
اور نا بنیا مرا، بلاؤں میں جکڑا ہوا۔ اُسکی یاد ہمیشہ رہے گی یہاں  
سال گزر جانے پر بھی نہیں مرے گی۔

ملٹن چارلس دوم (CHARLES II) کے عہد کا ایک ممتاز تین تھا۔  
”فردوس مفقود“ کے بعد اُس نے اپنا دوسرا جواہر پارہ  
”سیمن“ (SAMSON) شائع کیا۔ پھر تو اس پر مذہبی سودا اس  
درجہ غالب آگیا کہ جو کچھ ارادے تھے سب ختم ہو گئے اور اس نے اپنی  
تمام تجویزوں کو بھلا دیا۔ وہ مذہبی منظومات و منظیمات میں مشغول

۱۹۰۱ء، ص ۲۸۶۔



۳۸۱  
 و منہ ہک ہو گیا۔ ملٹن انگلستان کا پیورٹن شاعر (THE PURITON POET  
 OF ENGLAND) کہلاتا ہے۔ ۳۸۱

انگلستان کے زہرہ دست نامور شاعر کاؤپر (COWPER) کے  
 مقبول عام خطوط میں ۲۴ فروری ۱۷۹۷ء کا لکھا ہوا ایک خط ولیم ہیلی  
 (WILLIAM HAYLEY) کے نام پر ہے۔ لکھنے والے نے اس کی سرخی رکھی  
 تھی "ملٹن کا خواب (A DREAM OF MILTON)" اس میں اس کے  
 گم گشتہ فردوس پر بھی نگاہ ڈالی ہے۔ اور ذکر کیا ہے۔ ورڈس ورتھ  
 (WORDSWORTH) نے ملٹن کے اس دنیا سے اٹھ جانے پر جو قلم کیا  
 تھا اور غم و الم کے آنسو بہائے تھے، ایک رثائیہ نظم (مرثیہ) میں ہنوز  
 محفوظ ہیں۔ یہ صدائے درد لندن سے ۱۸۰۳ء میں بلند ہوئی تھی۔ اسی  
 بالکال نے اپنے دیگر اشعار اور تحریرات میں بھی ملٹن کو یاد کیا ہے۔ وہ کرب  
 و اندوہ سے بے اختیار و بے قابو نظر آتا ہے۔

۳۸۱ پیورٹن۔ ملکہ ایلیزبتھ اور پہلے دونوں اسٹوارٹ بادشاہوں کے عہد میں انگلستان کے  
 گرجا کے منکروں کا یہی نام رکھ لیا گیا تھا۔ وہ تسمیہ (طنزیہ و سخریہ) یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ  
 اپنی انتہائی پاکیزگی اور اپنے اصول کی بلندیوں کے قائل اور مدعی تھے۔ ۳۸۲ پیدائش مارچ ۱۷۵۰ء  
 WORDSWORTH AND HIS POETRY ۱۸۵۰ء موت ۲۳ مارچ ۱۸۵۰ء



ملٹن کی رٹائپ نظم لاسی ڈس "LYCIDAS" بڑی قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

ہمارے دانش آموز و دور اندیش اکبر الہ آبادی نے بھی اپنے طرز و طریقہ نگاہ میں ملٹن کو یاد کیا ہے۔

فخریہ میں نے جو اشعار پڑھے سعدی کے فخریہ وہ بھی سنانے لگے نظم ملٹن

شیخ سعدی تو بزرگوں میں مرے تھے اے دوست

آپ کے کون تھے ملٹن میں سنوں حضرت من

صفحہ ۱۰۱۔ نوٹ ۵۳۔ مرزا غازی بیگ ترخاں

مرزا جانی والی ٹھٹھ کا بیٹا تھا۔ مرزا جانی (۱۵۹۲ء) میں

دربار اکبری میں پہنچا یا گیا۔ پھر کبھی ہندوستان سے سندھ آنا اس کو نصیب

نہیں ہوا۔ جانی نے غازی کو ٹھٹھ میں چھوڑا تھا۔ اکبر نے جب ٹھٹھ مرزا

جانی کے حوالہ کیا تو مرزا غازی کو نیابت عطا کی۔ جانی نے ۱۵۹۸ء

(۱۵۹۹ء) میں برہمن پور میں انتقال کیا تو بادشاہ نے مرزا غازی پر اللطاف

شاہی بدستور مرعی و مبذول رکھے اور ولایت سندھ اس کے حق میں پھر

چھوڑ دی۔ ۳۸۳ ۱۱۱۱ (۱۶۰۴ء) میں سعید خان چغتیا انتسراع

۳۸۳ تاثر الامرا، جلد سوم، صفحہ ۳۴۵۔ خزانہ عامرہ، آزاد بلگرامی، صفحہ ۲۵۹۔ تاریخ فرشتہ

مقالہ ہشتم، صفحات ۳۲۲ و ۲۶۸۔



سندھ کے لئے مامور ہوا۔ مرزا غازی نے حلقہ اطاعت آویزہ گوش کیا۔ بکر تک گیا۔ اور سعید خان کا استقبال کیا۔ اُس کے ساتھ درگاہ اکبریٰ پہنچا۔ بادشاہ نے ملک سندھ کی حکومت پر بحال کر دیا۔ عہد جہانگیر میں مٹان بھی مرحمت ہو گیا۔ آخر میں صوبہ داری قندھار پر بھی سرفراز رہا تھا۔ وہیں پچیس برس کی عمر میں ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں پیمانہ حیات بسر کر گیا۔ نہر دیا گیا تھا۔ مرزا غازی شاعر بھی تھا۔ "وقاری" تخلص کرتا تھا۔ ۳۸۴

مرزا جانی اور اکبر کے محاربات اور مصالحت اور اق تاریخ پر تفصیلاً مندرج ہیں۔ شعرا نے ان کو اور بھی چمکا دیا تھا۔

ترخان کے بارہ میں پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب "سیاحت روس" میں لکھتے ہیں کہ "ترخان" روس کی یونین میں اب بھی ایک اہم جزو رکھے جاتے ہیں۔ اگرچہ کان کن یا مستروں سے ان کی عزت کچھ زیادہ نہیں۔ چراغ ہدایت میں تحریر ہے کہ ترخان کا منصب سلاطین ترک سے ملتا تھا۔ اس کا عہدہ دار نوکری کے تمام تکلفات سے آزاد و معاف رکھا جاتا تھا۔ اُس سے کوئی پیشکش نہیں ہوتی تھی۔ صرف چند ایسی تقصیرات

۳۸۵ سر و آزاد، صفحہ ۴۴ - و تاریخ طاہری از میر طاہر محمد نیانی، قلمی - تاریخ فرشتہ

مقالہ ہشتم، صفحہ ۴۴۲



تھیں جن کے ارتکاب پر پاداشِ جرم میں شخص مامور واجب القتل ہو جاتا تھا۔ ۳۸۵

مرآة الاعلام فی مآثر الکرام میں بحوالہ تاریخ بخارا (انگریزی) مصنفہ آرمنیس وایمیری (A. VAMBERY مطبوعہ لندن) تحریر ہے کہ 'ترخان' ایک پرانا ترکی لقب اعزازی ہے۔ اس خطاب کے لوگ ادائے ٹیکس سے معاف تھے۔ پرانے ترکی کاغذات میں لفظ 'ترکو' کے معنی امان نامہ و سند مارت کے ہیں۔ اور زبان منگولین میں ترخالا کہو کے معنی کسی شخص کو کسی قسم کا استحقاق عطا کرنے کے ہیں۔ ۳۸۶

مولانا سید سلیمان ندوی لغاتِ جدیدہ (صفحہ ۱۰۵) میں لکھتے ہیں کہ "طرخان" افسر رئیس یا شہزادہ کو کہتے ہیں۔ یہ ترکی لفظ ہے۔ اس کی جمع عربی وزن پر طراخنے آتی ہے۔

آزاد دہلوی نے وربارہ اگری میں تحریر کیا ہے کہ تیموری خاندان کے باغی شاہزادے "مرزا" کہلاتے تھے ۳۸۷

مرزا غازی اور اس کے باپ کی قبر ٹھٹھ کے قریب مگلی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ بعض اور مرزایان بھی وہیں دفن ہیں۔ ۳۸۸

۳۸۵ صفحہ ۴۵ - ۳۸۹ معارف بہ تذکرہ شاہیر کاوردی صفحہ ۹۶ - ۳۸۶ حیاتِ جلیل،

حصہ دوم صفحہ ۱۲۵ نوٹ ۱۰۱ - ۳۸۸ برگداشت لطف الشہ انگریزی صفحہ ۱۹ - ۳۸۹



مرزا جانی خود بھی بڑا بالکمال امیر و قدردانِ اہل کمال تھا۔ مرزا نے مصالح ملکی و ذاتی پر نظر ڈال کر خانِ خانان سے صلح کر لی تھی۔ اپنی ریاست شاہی کاہ پر دانوں کے حوالہ کر کے خانِ خانان کے ہمرکاب و رہبر اکبری کو چلا۔ یہاں پہنچا تو اس کی قدر و منزلت کی گئی۔ خانِ خانان کے مقبول و محبوب شاعر ملا شکیبی (محمد رضا) اصفہانی نے اس فتح کی خوشی اور اعلانِ مسرت میں ایک مثنوی لکھی۔ جس کا ایک شعر یہ تھا:-

ہم سے کہ بچنے کو بے خرام گرفتاری و آزاد کردی زدام  
خانِ خانان نے اس کے صلہ میں ایک ہزار اشرفیاں ملا کر عطا کیں۔ اور مرزا نے بھی ایک ہزار دیں۔ اور کہا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو تم نے مجھے ہما کہا۔ اگر شغال (گیٹ) کہہ دیتے تو ہمارے زبان کون پکڑ سکتا تھا۔ ۳۸۹

آزاد بگرامی لکھتے ہیں کہ ہمارے وقت میں ایک ہزار اشرفیاں پندرہ ہزار روپیہ کے برابر ہوتی ہیں۔

مرزا غازی کی تعلیم و تربیت بڑے سلیقہ سے کی گئی تھی۔ وہ شروع عمر سے علوم و فنون میں کمال حاصل کر چکا تھا۔ جوانی میں اور بھی



ترقیات نصیب ہوئیں۔ محکم اور ملواری دونوں پر قادر تھا۔ بڑا شاگرد بود  
سیاہی تھا۔ ہر مند سپہ سالار۔ دور اندیش۔ شہسوار اور شجرہ کا مدبّر و مدبّر  
تھا۔ ۳۹۰ کسی عالی مرتبت انسان کے لئے جو الفاظ کو صنفی استعمال  
ہو سکتے ہیں ڈاکٹر بینی پر شاؤ نے تاریخ جہانگیر میں اس کے لئے ان سبب  
کے استعمال کرنے سے دریغ نہیں فرمایا۔  
اسکو علوم تارہ نجیب سے بڑی وچسپی تھی شغف تھا۔ رومن لوگوں کے  
مشہور و معروف فلسفی اور پلینچ و فیلیچ خطیب شیشرون (CICERO)  
کی طرح یہ بھی کہا کرتا تھا انا ساریغ ابو العلام (تمام علموں کا باپ  
تاریخ ہی کا علم ہے۔)

صفحہ ۱۰۵ نوٹ ۵۴۔ مصوری

بقول مہاراجہ پادھیائے اوجھا "ہندوستانی اور مغربی فن تصویر کے  
رنگ بھی جدا جدا ہیں۔ مغربی فن تصویر کا معیار حسن ہے ہندوستانی فن  
تصویر کا محسوسات باطن۔ ہمارے اہل کمال حسن ظاہر کے ناز بردار  
ہیں۔ وہ اس کی باطنی کیفیات کا اظہار کرنا ہی اپنے فن کی معراج  
سمجھتے ہیں" ۳۹۱ مشر ای۔ بی۔ ہویلی (E. B. HAVELL) لکھتے

ہیں "یورپ کی تصویریں پُر پُر ہندو سے معلوم ہوتی ہیں کیونکہ اہل یورپ

۳۹۱ صفحہ ۱۶۔ ۳۹۱ صفحہ ۲۳۲ قرون وسطی میں ہندوستانی تہذیب۔



صرف حُسنِ مادی ہی کے شیدا تھے۔ ہندوستانی فنِ تصویرِ حقیقی  
کیفیات اور ملکوتی جذبات کا ترجمان ہے۔ ۳۹۲

مولوی عبدالباری آسی نے شرح دیوانِ غالب میں تحریر کیا ہے:-  
”ان مصوروں کا کمال مری اور مادی چیزوں تک منحصر اور محدود  
ہے۔ غیر مری چیزوں کی تصویر اگر مصور کھینچے گا تو وہ بھی ایسی کہ جس کے دیکھنے  
سے اس کی حالت پر پورا پورا عبور غیر ممکن ہو۔ اس سے مراد جذبات  
ہیں۔ یعنی فرض کر لیجئے کہ غصہ، تمکنت، غرور، سادگی، متانت، اجرے  
ہوئے کھنڈوں کے نقشے، ہرے بھرے باغوں کی سرسبزی اور  
دوئی تہتے ہوئے چشمے کی روانی وغیرہ کو ایک چاک دست مصور کھینچ  
سکے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ غصہ، تمکنت، غرور، سادگی کے وجوہات، نشات  
و قلق کے اسباب اور ان کے اجرے جانے کے اوقات، دریا کی روانی کے  
ساتھ ساتھ اس کے عمق وغیرہ کو بھی دکھاسکے۔ ۳۹۳

صفحہ ۱۰۶۔ نوٹ ۵۵

شمس الدین التمش حافظ بھی عجیب و غریب رکھتا تھا۔ ملا فاسم  
ہندو شاہ اپنی تاریخ (فرشتہ) میں نقل کرتا ہے کہ ایک شاہ غلامی

۳۹۲ انڈین اسکلپچرس اینڈ پینٹنگس، صفحہ ۸۸

AND PAINTINGS. ۳۹۳ صفحہ ۲۰۔



تخلص ماوراءالنہر سے دہلی میں آن کر خواجہ قطب الدین (بختیار کاکل) کے مکان پر وارد ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک قصیدہ شمس الدین کی مدح میں کہا ہے امیدوار ہوں کہ اس کا صلہ خوب پاؤں۔ خواجہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ انعام پاؤں گے۔ تاحری نے دربار میں جا کر وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اے فتنہ از ہیپ تو زہار خواستہ تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ شمس الدین التمش اسوقت دوسری طرف متوجہ تھا۔ تاحری نے مضطرب ہو کر خواجہ کو تسفیع لاکر بہت چاہی۔ فوج بادشاہ تاحری کی طرف متوجہ ہو گیا اور فرمایا "ہاں پڑھو۔"

اے فتنہ از ہیپ تو زہار خواستہ تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ تاحری نے جب دیکھا کہ باوجود مشغولی کے شاہ نے ایک ہی بار مطلع سن کر یاد رکھا تو پھر تمام قصیدہ پڑھ ڈالا۔ شمس الدین نے فرمایا ایک ایک بار اسے اور پڑھ دو۔ پھر تین ہزار تنکے نقرہ تاحری کو مرحمت کئے۔ ۳۹۴

۵۔ ہیپ۔ ہناب کا امالہ۔ اس عربی لفظ کے معنی ہیبت، ڈر، بیم اور عظمت کے ہوتے ہیں۔ ہیپ آواز اور لوٹ مار کو بھی کہتے ہیں۔ ۳۹۴ ترجمہ نزل کشوری، بار چارم، ۱۹۱۴ء، صفحات ۵۸۱ و ۵۸۲۔



۳۲۰

شمس الدین کا نام ہندوستان کے خود مختار سلاطین کے ذیل میں  
آتا ہے۔ اسی نے ہندوستان کی مملکت کو ایک مستقل سلطنت کے قالب  
میں ڈھالا تھا۔ خلیفہ عباسی بغداد نے اس کے لئے خلعت بھیجا تھا۔  
نے اپنا لقب ناصر امیر المؤمنین یعنی "امیر المؤمنین کا مددگار اختیار کیا تھا۔  
یہی لقب سیکڑوں پر بھی نقش کر دیا تھا۔ ۳۹۵

ابوالمظفر شمس الدین التمش کے عہد امامت کی متعدد عمارتیں اب  
بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ بدایوں کی جامع مسجد کو بیچے ابوالمظفر  
(۳۲۳ھ) کی تعمیر کی۔ اسی کے بیچے ملہ سے معز می تھا۔ جو سلطان معز الدین  
محمد سام سے منسوب ہے۔ ۳۹۶ چھانک کا اضافہ بعد ابو الجاہد محمد بن تغلق  
شاہ ۳۲۹ھ (۱۱۳۵ء) میں ہوا۔

اکبر اعظم کے عہد میں شہر بدایوں میں عظیم آتش زدگی ہو گئی تھی جس  
کا نام ملا عبد القادر بدایونی نے ایک نظم میں فرمایا تھا۔ سر آغاز  
یہ ہے۔

چہرہ سی از بدایون و ز احوال پریشانش  
کہ آیات عذاب النار نازل گشتہ در شانیش

اس کا اثر مسجد کی عمارت پر بھی پڑا تھا۔ مگر درستی و اصلاح جلد سے جلد ہو گئی۔

۱۳۹۵ عمارت نمبر ۶ جلد ۶ ماہ دسمبر ۱۹۷۲ء۔ ۳۹۶ تاریخ فرستہ نول کشوری جلد اول صفحہ ۶۵



صنوبر - نوٹ ۵

منشی دوار کا پر شاد کا با لمبکی کی رائٹن کا اردو ترجمہ ایک تالیف کی صورت  
کے ساتھ ایک لاجواب کار نامہ ہے۔ اسی طرح ہمارے بھارت کی جلدیں بھی۔  
ستمبر ۱۹۰۸ء میں بارون سال کی عمر میں انتقال کیا جسٹس افق خاندانی  
شاعر تھے۔ دادا منشی البیڑی پر شاد اشعاعی "تخلص کرتے تھے۔  
باپ منشی پورن چند کا تخلص "ڈوڈہ" تھا۔ ان کی فارسی غزلوں پر مرزا  
میر کوہاں تفتہ (شاگرد رشید حضرت غالب) نے متعدد دو غزلیں لکھی  
ہیں۔ ۱۹۰۸ء منشی دوار کا پر شاد کے بھائی منشی راسم سہاسے "تمنا" اپنی  
خدمات علمی و تعلیمی ادبی اور تصانیف و اخبارات کے باعث نہایت  
مشہور و نامور گزر رہے ہیں۔ شمس افق کے پاکمال صاحب زاد سے  
منشی بشیشور پر شاد "معروف" نے بھی خاصی شہرت حاصل کی ہے۔ "لندراویہ"  
اور "نسیم عرفان" یعنی بیکوت گیتیا منظوم ان کی یادگار ہے۔

ع۔ این خانہ تمام آفتاب است

۲۹۶ هند و شراب، خواجہ عشرت صفیات ۱۴، ۱۵، ۱۱۰۔ ۳۹۸ دیوان تفتہ صفیات

۴۵۴ - ۵۴۱ - ۳۹۹ هندوستان و شعراء صفحہ ۳۹ -



## صفحہ ۱۱۳ - استدراک

”ستدراک“ مافات کے طور پر سینہ بند کے بارہ میں دو چار باکمالوں کی تحقیق یا خیال (جو کچھ اس وقت متحضر ہے) یہاں حوالہ قلم کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔  
 سہا پور و فیسر حیدر یار جنگ طباطبائی جو ایک خوش فکر نقاسات پسند اور محتاط ناقد تھے، ”آتش کے اسی شعر“ کسی کی محرم آب و ہواں“ کے متعلق ”شرح دیوان غالب اردو“ (مطبوعہ انوار المطابع لکھنؤ) میں لکھتے ہیں۔ گو لفظ محرم ہندی نہیں ہے لیکن انگلیا کے معنی پر ہندی ہی۔ پھر اسے اصناف فارسی کیوں دی؟ حالانکہ محرم کے لئے فارسی اور عربی میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ شاماکچہ و درعہ و بھول سے اور وضع کے لباس ہیں کہ ان کی وضع میں اور محرم میں ضرور فرق ہے۔ اور محرم فصحا کا بنیاد لفظ ہے۔“ موصوف نے مرزا غالب کی مشہور اور عام پسند غزل (پھر کچھ اس دل کو بے قرار ہی)

پر توجہ کرتے وقت عدالت و وجداری و شریعت داری وغیرہ پر اعتراض کیا تھا کہ یہ اصطلاحیں ابھی تک فصحا کی زبان پر مکر وہ ہیں۔ ان کا تو ام

عہ سمدراک۔ ضائع شدہ کو پالیا اسبھا لنا۔ عہ و درعہ پیرا سن زن۔ (شرح)۔

سہ مجول۔ بالکسر۔ ایک قسم کا کپڑا جس کو صدرہ کہتے ہیں۔ شاماکچہ صدرہ۔ سینہ پوش، صدری و پیٹ کوٹا، چھوٹا کرتا۔



درست نہیں ہوا۔ عدالت اور فوجداری کی نسبت فرماتے ہیں کہ ان  
معنی کے لئے دارالقضا و احتساب موجود ہیں اور فصحا کے بنائے  
یہ الفاظ ہیں۔

(۲) مولانا وحید الدین بگرامی (متوفی ۱۲۵۳ھ) نفائس اللغات  
میں فرماتے ہیں۔ انگیا بفتح اول وہ کپڑا ہوتا ہے جس کو عورتیں سینہ پر باندھتی  
ہیں اور ہندوستان میں اسکی تیاری میں طرح طرح کے تکلفات کام  
میں لائے جاتے ہیں۔ عربی میں اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ اس لئے کہ عرب میں  
یہ لباس ہی نہیں ہوتا۔ فارسی میں اسکو ساما کچہ (سین پر زبرہ اور ساما  
ر سین مجمر کے ساتھ) اور شاما کچہ (کاف عربی کے ساتھ جو خاص  
مجمر کی بجائے ہے) اور شاما کی بروزن چالاک کی کہتے ہیں۔ یہ ہر ہندو سینہ  
بند بھی کہلاتا ہے۔ باز بک (زادے مجمر کے ساتھ) بھی حکیم صادق  
گیلانی کا شعر ملاحظہ ہو۔

زنجبٹ نفس ہر میت چو یافتی در رزم

ترا از خود و سپر سینہ بند و معجز

لغة تصنیف ۱۲۵۳ھ مطبوعہ ۱۲۸۱ھ مطبعہ مطہری صفحہ ۲۵۔ ص ۵ ساما کچہ اور  
شاما کچہ 'صراح' برلمان 'غیاث وغیرہ میں سینہ بند زنان کے معنی میں لکھا ہے۔ ص ۵ مجمر۔  
مقصود و روپوش زنان۔



۲۲۲

(۳) شیخ غلام محمد انی مصحفی جو چوتھے دور کے مایہ نثار شعرا اور  
کثیر التلاذہ اساتذہ ہیں سے تھے، مروہہ میں پیدا ہوئے۔ آغاز جوانی  
سے دلی میں رہے۔ اسی اجڑے دیار کو اپنا گھر بتاتے ہیں۔ بقیہ عمر لکھنؤ میں  
گزاردی۔ وہیں (۱۲۴۳ھ میں) فوت اور یہ پوچھ خاک ہوئے۔ فرماتے  
ہیں :-

نترے حسن کے دن اور نہ بہا رہیں وہ رہیں

نہ وہ جالی نہ وہ محرم نہ ازار ہیں وہ رہیں

(۴) صاحب غیاث نے صدرہ کو بالضم بمعنی سینہ پوش و بمعنی

کرتہ خور و پیرا ہین نیم تنہ وغیراں لکھا ہے۔ صراح اللغات میں نجوم  
بالکسر و صدرہ، سر سینہ و شاماکچہ تحریر ہے۔ اس بارہ میں کیا عورتیں

میں اب یہ لباس ہوتا ہے اور اس کا کوئی نام مقرر ہے؟ تحقیق و محیص  
کی گئی۔ در پانست ہوا کہ نو آباد ہندوستانی بی بیاں تو اپنی برائی وضع  
اور وطنی پوشاک پر قائم رہتیں اور اس کپڑے کا استعمال کرنی ہیں۔

ور نہ عرب العربا خواتین اس کی جگہ یا اس ضرورت کے واسطے صرف ایک  
شکوہ کہ بپتی ہیں۔ وہی پستان پوش ہو جاتا ہے۔

(۵) تبرہ چودہ سو برس سے ایک سادہ و نفع کا نام و مستعمل ہے

مسد آب حیات۔ صفحات ۲۵۱ و ۲۵۲۔



مسلمان عورتوں کے کفن یعنی آخری بیج کا نہ لباس کے ایک جزو لازمی کے طور پر چلا آتا ہے۔ جس کو بعض محدثین کرام اور فقہائے عظام نے "خرقہ" سے موسوم فرمایا ہے۔ یہی عجم میں عموماً کفن کے "سینہ بند" سے معروف ہے۔ ایسا بے سلا ہوا ٹکڑا محرم کی تعریف میں نہیں آتا نہ اس کا مماثل ہو سکتا ہے۔ بالخصوص اس حال میں کہ یہ پانچواں جزو کفن بروایت صحاح پیشد بہا الفضلین والوساکین تحت الدراع یعنی زیر پیراہن زن دونوں راہیں اور دونوں سرین استوار کر دینے کے کام آتا ہے۔ البتہ فقہی کتابوں میں ہر خرقہ سے میت کی دونوں چھاتیاں باندھ دی جاتی ہیں۔ یہ ربط ہا شد یا ہا اہل لغت نے خرقہ کی تعریف بھی یہی کی ہے۔ "پارہ و جامہ پارہ زدہ۔"

صفحہ ۱۲۲۔ نوٹ ۵۷۔ سیحون

پرانے جغرافیہ نویسوں کی تحریر کے موافق یہ دریا خراسان اور ماوراء النہر کے درمیان بلخ کے قریب بہتا تھا۔ اہل لغت تائید کرتے ہیں۔ احمد زکی پاشا مصری "قاموس الجغرافیۃ القدیمہ" میں بحوالہ کتاب "المشترک" یا قوت کے اسکو "سیحان" یا "سیحون" لکھتے ہیں۔ (صفحات ۱۵۰ و ۱۵۱) کچھ حالات تالیف ماوراء النہر مولفہ محمد تقی خاں



۳۲۶

حکیم مطبوعہ ممبئی ۱۳۱۵ء میں بھی ملے ہیں۔  
صفحہ ۱۲۲۔ نوٹ ۵۸ "ایران"

ایران ہمیشہ سے غیر اقوام کا جولاں گاہ چلا آیا ہے۔  
آج کل بھی اہل فرنگ کی کشاکش اور  
ترکمان سے محفوظ نہیں۔ اسکندر مقدونی کی لشکر کشی اور دارا سے  
ایران دیار کا معرکہ بھی تاریخ پر ٹھننے والوں کو یاد ہو گا۔ پھر بھی  
بیرونی حملہ آوروں اور ان کی حکومتوں کے ہوتے ہوئے ایرانیوں  
نے اپنے ملکی تمدن و تہذیب میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔ اپنے  
آریائی طور طریقوں پر مضبوطی اور ان بات سے قائم رہے۔ اس پر  
مسلمانوں کا قبضہ خلافت راشدہ کے دسویں سال میں ہو گیا تھا۔  
اس کے بعد مسلم حکمرانوں کا دارالحکومت تو بغداد بنا اور رہا۔ لیکن  
عربی زبان اور عربی تمدن و ثقافت کا ملک پر پورا اثر پڑ گیا  
تھا۔ بغداد کے زوال کے بعد ایک ترک قبیلہ نے ایران پر قبضہ کیا۔  
پھر غزنوی خاندان نے۔ ان کی جگہ سلجوقی نے لی۔ جو ڈیڑھ سو برس  
تک قابض رہے۔ پھر خواہدم والے آگئے۔ ان کو چنگیز خاں نے  
نتیجہ شہر کا انتظام کرنا۔ دانا ہونا۔ استوار ہونا۔ چست ہونا۔ لٹا دلا دینا  
۵۴۹ھ (۱۱۵۴ء) وفات رمضان ۶۲۲ھ (اگست ۱۲۲۶ء)۔



مباہ کیا۔ آخری بربادی ہلا کوئٹہ کے ہاتھوں ہوئی۔

سولہویں صدی مسیحی کے آغاز میں ایرانی قومیت نے اپنا جھنڈا بلند کیا۔ غیر ملکی حکومتوں کو صاف کر دیا۔ صفویوں کا خاندان جو ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظمؑ کی نسل اور شیخ صفی الدین اردبیلی (ایک درویش) کی اولاد سے تھا، ۹۰۸ھ (۱۵۰۲ء) سے ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۲ء) تک برسر حکومت رہا۔ یہ بادشاہ فن تعمیر کے بھی بادشاہ تھے۔ شاہ عباس نے اپنے دارالسلطنت اصفہان کو اپنے پیش نظر از سر نو آباد کیا تھا۔  
ع۔ رہے نام باقی بس اللہ کا

افغانوں نے بغاوت کی۔ ان کے ہاتھ سے صفوی خاندان بھی رخصت ہو گیا۔ ایک صدی تک طوائف الملوکی کا زور شور رہا۔ بدیسی قومیں و حکومتیں بھی غافل نہیں بیٹھی تھیں۔ ہر ایک ایران میں قدم جمانے اور اپنا سکہ چلانے کی کوششوں میں مصروف رہی۔

[صفوی خاندان کے عروج کے لئے کرنل سائیکس 'SYKES' کی تاریخ ایران جلد دوم صفحات ۲۴۰ تا ۲۵۵ اور شاہ عباس کے احوال کے واسطے جلد نکور صفحات ۵۶ تا ۲۹۵ ملاحظہ طلب ہیں]

تاکہ دو سرنام انجان تھا۔ تاتاری چنگیز خاں کا پوتا اور چوتھا جانشین تھا۔ اس کے افعال اعمال و احوال ایک مستقل مقالہ میں بھی نہیں آسکتے۔ وفات بہ ماہ ربیع الثانی ۷۸۶ھ یعنی فروری ۱۲۶۵ء۔



صفحہ ۱۲۲ - نوٹ ۵۹

اس بدنام اور وحشی قوم "تاتاری" نے علوم و فنون ادب و دانش کی اشاعت میں جو حد لیا ہے اس کی ایک اونٹ شاہد مشہور مستشرق پروفیسر ای۔ جی۔ براؤن (E.G. BROWNE) کی کتاب "تاتاری غزوات حکومت میں ادبیات ایران کی تاریخ" ہے۔ جو کمپینج پورٹریسٹ نے چھاپی ہے۔ تاریخ کو وہ "تاتاری سیلاب" یاد دہا کر رہے ہیں جس نے بھی تمام محاذات اسلام کو کم و بیش زیرِ گرد آلا تھا جسکی لہریں سواحل شام تک پہنچی تھیں۔ اور بالفاظ مورخین "ان تاتاریوں نے بیچاس لاکھ فرزندانِ توحید کا خون کیا تھا۔ بحیرہ خواندم شاہ رویداد سی) سے دجلہ تک" ۲۰۳

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے "فتوح الغیب" کی شرح میں شیخ ابوالمعالیؒ کی ایک غزل نقل فرمائی ہے۔ میں اس کا یہ شعر

---

سیرت امام ابن تیمیہ غلام رسول ہر لا ہوز صفحہ ۲۸ - نقاس الفنون میں ہلاک کے قبضہ اور تباہی بغداد کا سال ۶۵۶ھ لکھا ہے۔ ۲۹ ابوالمعالی محمد صدر الدین کی نسبت ترکوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ہمارے شعریں سب سے پہلے تھے۔ ان کے بعد یعنی دوسرے منبر پر عاشق پاشا تھا جو ان سے بھی بڑھ گیا اور بڑی شہرت حاصل کی۔ ابوالمعالی کا کلام ان کی زبان ترکی کے سوا عربی میں بھی موجود ہے اور خوب ہی یہ فارسی میں (باقی صفحہ ۳۲۹ پر)



حسب حال باتا ہوں۔ شاید ہی واقفہ عظیم اس وقت زیر نظر ہو۔

اُن ترک عجم چوں ز مئے حسن طرب کرد

پر پشت سمند آمدہ و صید عرب کرد

چوں کا کل ترکانہ بر انداخت ز مستی

غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

آج بھی تاتاری مسلمان ہمارے ہندوستان کے مسلمان بھائیوں

سے کہیں زیادہ جاڑا، متعصب اور تقلید پرست ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۲۸) ناصر الدین کے مقابل و حریف سمجھے جاتے ہیں۔ مولانا جلال الدین

رومی اور اُن کے باکمال فرزند مولانا دل علیہ الرحمۃ ان کے معاصر تھے۔ ابوالمعالی

نے ۱۸۶۹ء کے قریب وفات پائی۔ جرمنی کا وسیع المطالعہ تذکرہ نگارین

فان ہیمر (BARON VON HAMMER) لکھتا ہے کہ ابوالمعالی

اہل وطن ان کو خالص ترک شاعر نہیں مانتے۔ لیکن جو منصوفانہ رنگ و طرز انھوں نے

اختیار کیا اور فارسی ادبیات سے فائدہ اٹھایا اور جس کا اثر ان کے ملک و قوم تیرہ بان پر

پڑا اس سے انکی ادبیت اور تفوق اور عظمت جو ان کو دی جاتی ہے بخوبی ثابت ہے۔ ان کے

مذاق شعری اور جودت و کمال پر ان کی تصانیف کثیرہ دل ہیں۔ البتہ ان کے طرز تحریر

(و عبارت) اور اظہار خیال میں کچھ گنجشک اور الجھن کہیں کہیں پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم ان

کے کلام اور اشعار میں بڑی روانی، خوبی اور لطافت اسی کے ساتھ سادگی نمایاں ہے۔

(صفحہ ۱۸۱ اور ۱۸۲ شریٰ انجیل)۔



۳۳۰

عربی لغات میں گمراہی نے تتر (دونوں تے پر زبر) کو ایک گروہ کا نام لکھا ہے جسکی سرحد ترکوں کی سرحد سے ملتی ہوئی تھی۔ فارسی لغت نویسین تتر کو تاتار کا مخفف بتاتے ہیں جو ترکستان میں ایک ملک ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں کے رہنے والے کافر تھے۔  
فضلاء فرنگ کی تحقیق یہ ہے کہ "تاتار" کا نام "تار تارینگوس" سے نکلا ہے۔

صفحہ ۱۲۳ - مقالہ ۶۰ - ترک

اس جلیل القدر و عظیم الشان قوم کے تعارف کے لئے میری طرح سرائی اور خامہ فرسائی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ترکوں کی شجاعت و سادری کی داستانوں سے تارخوں کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔  
شعبی ان کی فتح مندیوں چار دانگ عالم پر چھائی ہوئی تھیں۔ ان کا طبع و معدن تو ایشیائے کبریٰ کا وہ دلکش و دل فریب وسیع خطہ تھا جو ترکستان کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ مگر ان کی بسالت و سادری

صفحہ ۱۳۶ تاریخ راجستان جلد اول آکسفورڈ ۱۹۲۸ء نوٹ و دسلازولیم  
گروک بجوالا سائیکلو پیڈیا بریطانیکا جلد ۶ صفحہ ۴۴۵۔ ۴۴۶ ترکوں کی عام تاریخ  
میں مغلوں اور تاتار کے دو جلد میں مطبوعہ ۱۹۲۹ء لندن مولفہ ابوالعنازی۔

۴۴۵ سادری۔



کی بدولت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوٹا تھا جس کو ان لوگوں نے  
پامال نہ کیا ہو۔ ان کے حسن و جمال کے تذکرے افسانے نہیں حقیقت  
و واقعیت کے سدا بہار و شاداب لالہ زار ہیں جن کی ایشیا کے شاہوں  
نے آب یاری کی۔ سخنوران ایران نے ان کے پھولوں کے گلہستے سجائے۔  
ان کے متبع و مقلد (نقال) نہ کہنے گا۔ سحر کاران ہند نے ان کی خوشبو  
دور دور پھیلائی اور دور دور سے ان کی شان استعلا اور بے نیاز  
و استغنائے داد حاصل کی۔ ع۔ ترک سیاہ چشم کو سرمہ دروش سے عرض  
طبل شیراز کو دیکھئے کبھی اپنے شیرازی ترک کو والہانہ انداز سے یاد کرتا  
ہو اور کبھی ان ہی ترکوں کے خوان بغیا کو اور اے جانے کی فریاد خواہ  
کے نامہ بزرگ کو دیکھئے جو فطرت الہیہ کے اس عطیہ عظمیٰ کی

۳۹؎ خواجہ شمس الدین محمدؒ اصلی نام تھا۔ عہد آل مظفر میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ امیر تیمور کی  
فتحیابی اور شاہ منصور کی شکست بھی دیکھی۔ لسان الغیب بھی لکھتے ہیں۔ اشعار میں شاہ  
شراب کی کثرت کی وجہ سے بعض شرق و آندہ ان کو فارس کا ایسا کر نیاں - THE ANA -  
CREBON OF PERSIA کہتے ہیں۔ ۹۷ھ (۱۶۱۳۸۹) میں وفات پائی۔ شیراز میں خاک  
مصلیٰ مدفون ہیں۔ ان کا دیوان ان کی وفات کے بعد ملا قاسم الزار نے مرتب کیا تھا جس کے  
انگریزی میں بھی متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ مولانا اسلم جیرانچ پوری کی حیات حافظ  
ملاحظہ ہو۔



نسبت آدمی بیت میں سب کچھ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

ع۔ سعدیؒ روزِ ازل حسن بہ ترکاں دادند

اور اب تو یہ سنتا ہوں کہ گلزارِ ہائے رنگ کے نگہبان و حدیقہ بند بھی انھیں اہل فامس کے ہم نوا و ہم آہنگ ہوتے جاتے ہیں۔

ترکی قوم ہنر و دستگاہی اور صنایعوں کی ہمیشہ قدر و اہمیت رکھتی ہے۔ ترکی منوجات (بنی ہوئی چیزوں) میں ترکی قالین غایت شہرت و نام سے بے نیاز ستائش میں پایہ و انگیار سب انکی تحسین کرتے ہیں اور

ان کو بروسیلز (بلجیم) BRU-SSELS کے قالینوں سے بہتر اندہ خوش نما بتاتے ہیں۔ ترکی نقشہ یعنی توپیا بھی بہت پسند کی جاتی ہے اور دیر پا ہوتی ہے۔ ترکوں کا ذخیرہ ادب و انشاء دنیا سے علم میں ممتاز رہا ہے۔ ہماری زبان میں بھی اسکے بعض علوم و فنون زیادہ تر انسانوں کی کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں اور دلچسپی و توجہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ ترکوں کو اپنی زبان کے ساتھ بڑی محبت ہے اپنے اہل قوم

علامہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی۔ ولادت ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۵ء) شیراز میں وفات ۱۲۹۱ھ

(۱۲۹۲ء) بعمر ۱۲ سال بفضل حالات مولانا حالیؒ کی "حیات سعدی" میں طبع ہوئی۔ مسٹر بیلی

نے ڈکشنری کے صفحہ ۲۲۸ پر بھی کافی طور پر لکھے ہیں۔ ان کی تمام تصنیفات اور ان کے

انگریزی ترجمہ کنندگان کے نام بھی دیدئے ہیں۔



کے ساتھ اس سے بھی زیادہ۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے ایک تحریر میں ان کی براہِ نوازی اور زبان پرستی کو یوں بے نقاب فرمایا تھا: عثمانی ترکوں نے جہاز پر صدیوں حکمرانی کی۔ لاکھوں کروڑوں کے چڑھاوے چڑھائے مصر کے خراج کا بیشتر حصہ "عربین" کی خدمت کے لئے وقف رہا۔ مجاوروں اور متولیوں کے لئے بیش قرار وظیفے مقرر کئے پر عرب کی ادبی و فنی تعلیم میں کبھی علم کا چشمہ جاری نہ ہوا۔ دفتروں کی زبان ترکی رہی۔ اشد اکبر خلیفۃ المسالین کی حکومت اور مہبط وحی میں غیر قرآنی زبان کا چلن۔ مختصر یہ کہ سرکاری زبان ترکی رہی۔ افسر ترکی رہے۔" ۱۳۱۴ھ

یہ شکوہ کوئی تازہ شکوہ نہیں۔ آج مولانا ندوی ہی کو پیدا نہیں ہوا۔ پینتالیس برس ہوئے امیر القلم کوئٹہ میں ایک صاحب بوٹھی ۱۳۱۳ھ نے مجھے دکھا تھا لان الاستانہ ہی بند رطبع الکتاب الترکیہ و امیں العربیۃ وبعد موت صاحب الجواب لمرطبع کتب عربیۃ رسم پشور (اول ۱۹۱۹ء)۔ (ترجمہ) آستانہ (قسطنطنیہ) صرف ترکی کتابوں کے چھاپنے کی جگہ ہی۔ عربی کی نہیں۔ صاحب اخبار الجواب کے مرنے

۱۳۱۴ھ رسالہ معارف۔ مئی ۱۳۱۴ء نمبر ۵ جلد ۴ صفحہ ۶۳ و ۶۴۔ ۱۳۱۳ھ صفحہ ۸۸

پر نوٹ ۳، ملاحظہ ہو۔ ۱۳۱۴ھ احمد فاروق الشدیاق۔ ادیب، نقوی، نقوی۔ ایڈیٹر الجواب و مصنف کتب متعددہ۔ وفات ۱۳۰۵ھ و ۸۸ھ۔ ۱۳۰۵ھ قسطنطنیہ۔



۳۳۴

کے بعد عربی کتابیں چھپنا بند ہو گئیں۔

ترکوں اور ان کے مزد و بوم کے متعلق سب سے پرانی اور نہایت مستند کتاب "تاریخ ترکستان" مولفہ ملا محمد الدین محمد بن عدنان سرخسٹی ہے۔ جواب تک حلیہ طباعت سے محروم اور اس لئے کمیاب ہے۔

ترکوں اور تاتاریوں کی ایک کتاب "شجرۃ الاثر" سے موسوم ہے۔ دانشوران فرنگ میں بڑے اعتماد و استناد کے ساتھ دیکھی جاتی ہے۔ ایک صدی سے زیادہ ہوا کر نیل مائیس COL. MILES نے اسکی تلخیص فرما کر انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ ۳۹۱ء میں مع ایک نقشہ کے چھپوایا تھا۔ فاضل بارہ قولہ کی تالیف "ترکستان" بھی جامع و معتبر تاریخ ہے۔

ان قوموں کے مختلف و متعدد واقعات اور حالات ہیں جو تلخیص الاخبار و تلخیص الآثار فی وقائع تہران و بلغارس و ملوک السہار میں مندرج ہیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شہر اور بورغ ORENBURG مملکت روسیہ میں طبع ہوئی ہے اور علامہ م۔ م۔ غازی کی تصنیف ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ترکوں میں بہت سے گروہ ہیں۔ تہار۔ یا شقرو۔ تیمتر میشر و عہ۔ سرا بتا و غیرہ۔ ایک گروہ

---

۴۱۵ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ مطبوعہ کریمیہ اورن بورغ صفحات ۵۱ و ۴۱۳۔



قرق سے موسوم ہے۔

قازان انگریزی میں (KASAN) اصل میں (KÄ-ZÄN) اور ترکی میں قازان تھا جو عربی میں قازان بن گیا۔ آج روسی ممالک میں داخل و شامل ہے۔ اور تاتار کا ایک حصہ ہے۔

ہمارے ملک میں کبھی جس ترکی قوم کا زیادہ اثر اور رسوخ رہا تھا، وہ "قلماق" تھی۔ اس قوم کی عورتیں امرا اور بادشاہوں کی محل سراؤں میں چوکی پہرہ کا کام دیتی تھیں اور محلاتی زبان میں "قلماقیہاں" کہلاتی تھیں۔ ان عورتوں کی مردانگی و شجاعت کی بہت سی مثالیں ملتی

تاریخ پر ثبت ہیں۔ مسٹر آریوین اپنی کتاب "مغل متاخرین" LATER

MUGHALS میں ایک قلماق عورت شادمان نامہ راءے مان خطاب کا

ذکر کرتے ہیں جو خرم سرا کی خدمت پر متعین اور ملازمہ بارگاہ خاص تھی۔ اس نے جہاندار شاہ کی بڑی اعانت کی تھی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے

۱۱۴ سیاحت نامہ ڈاکٹر پیر جلد اول صفحہ ۱۱۴۔ نواب نصیر حسین خاں خیال بھی مغل اور اردو

میں لکھتے ہیں کہ قلماقیہاں اور ادایگینیاں تاتاری و ترکی ہتھیار بند عورتیں قلعہ کے

محلوں میں پہرہ دیتی تھیں۔ (صفحہ ۶۹ نوٹ)۔ ۱۱۴ صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ کلکتہ جلد اول

مرتبہ سرحد و ناگہ سرکار۔



میں ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے جہاندار کے قتل کے لئے سازش کی۔ اس عورت نے وقت پر شور مچا کر محل والوں کو بیدار کر دیا۔ اور لوگوں کے آنے تک حملہ آوروں سے تہا لڑتی رہی۔ بادشاہ نے اسکو رضا

یہاؤر ستم مند کا خطاب اور پنج ہزاری منصب دیا تھا۔ ۴۱۸

دہلی کے دو لاکھ بے گناہوں کا خون کس بنا پر ہوا۔ بے فکر شہریوں نے یہ شو شر چھوڑ دیا تھا کہ محمد شاہ کے اشارے سے قلعہ میں ایک

قلہا قنی نے نادر شاہ کا کام تمام کر دیا ہے۔ ایسا ہیتم بالشان اور پر خطر کام اور ایک قلہا قنی کی بہت بڑا ایک فرنگی مصنف۔ لاندی

(HANWAY) نے بھی اس شہرت و واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ۴۱۹

جدید عربی زبان میں ترکی بتا لینے یا ترکی قومیت کے رنگ میں رنگ دینے کو ترکیب کہتے ہیں۔ ترک کان ترک کی جمع بھی ہے۔ اور سلیم

اور بی بی کی طرح عورتوں کا لقب بھی ہوتا ہے۔ نسل و نژاد کا پتہ چلانے والے لکھتے ہیں کہ ترک قوم ترک "فرز نوح علیہ السلام سے منسوب ہے۔

ترکان خاتون کرمانی کی مدح میں شیخ شیراز کے قصائد کا ذکر مولانا

بحالی نے فرمایا ہے ۴۲۱

۴۱۸ دکن کی سیاسی تاریخ صفحہ ۵۹۔ لاہور۔ ۱۹۱۹ دکن کی سیاسی تاریخ صفحہ ۲۶۴۔

۴۲۰ لغات جدیدہ صفحہ ۳۲۔ ۴۲۱ مقدمہ شعرو شاعری صفحہ ۸۵۔



صفحہ ۱۲۳ نوٹ ۶۱ -

برہان غیثات اور لغات ترکی سے پایا جاتا ہے کہ "ترکمان" ترکوں ہی کی ایک قوم ہے۔ صاحب سراج لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کا پایہ اصلی ترکوں سے کمتر ہوتا تھا۔ اس لئے یہ نام رکھ دیا گیا تھا۔ یعنی ترکوں کے مانند۔ بعض علماء فن کا خیال ہے کہ یہ لفظ مرکب نہیں ہے۔ اہل فرنگ کی تحقیق یہ ہے کہ ترکمان ایشیا کے چند در چند خانہ بدوش تاتاریوں میں کی ایک جماعت ہے۔ اُس علاقہ پر جو بحیرہ خزر کے پورب اور جنوب و مشرق میں واقع ہے یہ لوگ قابض ہیں۔

اس قوم کا دباؤ اور رسوخ ہندوستان میں سلطنت اور دانا سلطنت پر کتنا تھا؟ شاہ جہان آباد اور اس کے ترکمان رواد کا نام اور اُس کی زندہ اور بولتی ہوئی تاریخیں اس کا جواب دیں گی۔

صفحہ ۱۲۳ = نوٹ ۶۲

مجر MAGHYAR یا MAG'YAR ہنگری HUNGARY

کے رہنے والے۔ انگریزی تلفظ تو "میگ یار" ہے لیکن خود اُس ملک کے رہنے والے "موڈ یور" بولتے ہیں۔ یہ لوگ ہنگری کی اُس ایشیائی نسل سے چلے آتے ہیں جو ترکوں اور فن لینڈ کے باشندوں کی ہے۔ ان ہنگری والوں کی زبان کا تعلق تورانی نزع کی



بعض اشخاص کی زبان پر اس لفظ کا لفظ "میگ" یا "رہاں" سے  
اس سے بحث نہیں۔ لیکن جو لوگ "گ" کو "ج" سے بدلتے اور "ج" کو  
بوتے ہیں وہ "جبر" کے متعلق زبانوں اور لفظوں کی آوینش یا ستم ظریفی  
ملاحظہ کریں۔ "جبر" آج کل کی عربی زبان میں باشندہ منگری کو کہتے  
ہیں۔ ۲۲۲ قدیم عربی میں جبر کے معنی تشدد ہونے (عطش - پیاس)  
کے ہیں۔ ۲۲۵ لیکن آج کل انگریزی زبان میں HUNGRY اور HUNGER  
بھوکہ اور بھوکے کو کہتے ہیں۔ ۲۲۶

۲۲۲ انڈیل ڈکشنری صفحات ۲۱۰ و ۲۱۱ - و تدریجی سرن کی کتاب صفحہ ۲۰۹ -  
 ۲۲۳ جلد سوم صفحہ ۳۸ - ۲۲۲ لغات فیروزی صفحہ ۶۲ - ۲۲۵ صراح یاب  
 الراہ صفحہ ۲۱۳ - جغرافیہ قدیم - ۲۲۴ انڈیل ڈکشنری صفحہ ۳۵ -



کسی زمانہ میں جو منی کو اپنی دشمن یعنی اس گلیا قوم سے لڑائیاں پیش آئی تھیں۔ یہ جنگ جو بھی خانہ بدوش تھے اور وسط ایشیا کے تاتاریوں کی طرح جدال و قتال ان کا مشغلہ زندگی تھا۔ اب انھوں نے بہت آدمیت اختیار کر لی ہے اور باقاعدہ آباد ہو کر شہریت و تمدن کے لطافت و فووض سے آشنا ہو گئے ہیں۔ ان کی نسلیں "کراکو یہ" جنوب کلیشیا مشرقی ہنگری کے علاقوں میں متعدد شاخوں میں آباد ہیں ۴۲۷۔

مورخین وارنر WARNER اور مارٹین MARTIN لکھتے ہیں کہ میگیار ہنگری میں رہتے ہیں۔ جنگ عظیم کے مبادی اور بنیادی کاموں میں ان کا بھی حصہ تھا۔ ۴۲۸

صفحہ ۱۲۳۔ مقالہ ۶۳۔ رفر غز ۴۲۹

روسی اسٹیپ STEPPS کے باشندے کہلاتے اور انگریزی میں کھرگز KHIRGIS لکھے جاتے ہیں ۴۲۹۔ اسٹیپ وہ بے آب و گیاہ بڑے بڑے وسیع میدان جو یورپی روس کے جنوب و مشرق میں بحرہ ۴۲۹ صفحہ ۱۲۔ ۴۲۸ برطانوی تواریخ کے بنیادی نقوش، صفحہ ۷۲۳، مطبوعہ

لندن ۱۹۳۸ء، جز سوم۔ ۴۲۹ تاریخ مغولانہ دور تھ HOWORTH'S HISTORY OF THE MANGOLS, VOL I صفحہ ۲۰۱، مینوئل معلوما

عامہ و اجمالات دفتری، از ترویج رادی مہرن سری داستان۔



نزد اور بحیرہ اُردال سے پورب کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ سائبیریا کی  
نشیبی اراضیات پر بھی محیط ہیں۔ یہاں بارش نہیں ہوتی۔ نہ درخت  
ہیں نہ سبزہ۔ موسم گرمائی میں ہنایت درجہ گرم اور سردی میں شدت سرد  
ہو جاتے ہیں۔

ان کا امیر الامرا اور سپہ سالار (ترکی زبان میں) بیگاریک قراغز  
کہلاتا تھا۔ (قرا۔ سیاہ رنگ۔ غز، ترکوں کی وہ شاخ جس نے سلطان  
سنجر کے زمانہ میں خراسان کو تباہ و غارت کر دیا تھا)۔ اسی نام یا لقب  
کے ساتھ اناطولیا کے ایک حکمران نے خاص شہرت پائی تھی۔  
جس کو انگریز اہل قلم CARAGOSSA لکھتے ہیں۔ ترکوں کے بادشاہ  
بازید دوم کے عہد میں قرا حصار کے قریب اس سردار کو شاہ قلی نے  
سولی دیدی تھی۔

۴۳۴

جغرافیہ نویسوں کی تازہ ترین تحقیقات و تحریرات کا خلاصہ یہ ہے۔  
(۱) یہ ایک آوارہ گرد منگولی تاتار قوم ہے۔ (۲) قراغز، روسی اسٹیپ کے

۴۳۵ صفحہ ۱۷۵۔ کتاب مذکور۔ صفحہ ۶۶۴، انڈیل کی انگریزی ڈکشنری، مطبوعہ لندن

۱۹۰۷ء۔ ۴۳۶ اور ٹیل ڈکشنری صفحہ ۱۴۲۔ ۴۳۷ پیرس سائیکلو پیڈیا صفحہ

۲۳۸ - PEARS' CYCLOPAEDIA - دی نیو اسٹینڈرڈ انسائیکلو پیڈیا، مطبوعہ

THE NEW STANDARD ETC.

۱۹۲۵ء صفحہ ۲۹۔



رہنے والے۔ (۳) سوویت کی جمہوریت میں ان لوگوں کا ایک ضلع  
بحیرہ آرال کے گرد اگر دس سرحد سے پورب کو، مابین ایشیا اور یورپ  
کے واقع ہے۔ یہ تقسیم درمیان قراقلیا کیا اور فرغونہ کے ہے۔ اس کا  
رقبہ پچانوے ہزار میل مربع اور آبادی ساڑھے نینانوے ہزار یا ایک  
لاکھ کے قریب نفوس کی ہے۔ ان کی جمہوریت ۱۹۲۶ء میں قائم ہوئی تھی  
اور اسکو سے منسلک ہے۔ یہ قرغز اس منگول قوم کے نام سے منسوب  
ہے۔ جو مدت دراز سے ایشیا کے اس حصہ میں رہتی تھی ۳۳۵۔

ایک اور واقف الاحوال باکمال کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ روسی علاقے  
میں ”تیرگیز“ (ایک دو حرفوں کو بدل کر تہ تغیر لفظ) لوگوں کے قافلے  
جایجا نظر آتے ہیں۔ سردیوں کے بعد یہ لوگ اپنے مویشیوں کے گلے  
لے کر کوسوں تک چراگاہوں کی تلاش میں پھرا کرتے ہیں۔ یہ دشت نور  
لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ خانہ بدوشی کی حالت میں ملک کے ایک حصے  
سے دوسرے حصے یعنی بحر خضر کے کنارے تک جو پانی کا خطرناک  
حصہ ہے ان کی جولاں گاہ ہے۔ ۳۳۵ ان کے ہمسایہ علامہ م۔ م۔ دغری

۳۳۲ ایضاً صفحہ ۷۴۶۔ ۳۳۵ ہماری زبان، نمبر ۳، جلد ۳، صفحہ ۶، بحوالہ

نبی بخش کی کہانی، از عبدالرحمن صدیقی، سابق میرطلکتہ۔





۳۴۲

کہتے ہیں کہ قرغز کی زبان ترکی ہے۔ موصوف نے کچھ جزویہ اشعار بطل  
قرغز قادی پونہ کے بھی دے دیے ہیں۔ ۴۳۶

تینجی اور رصدی ضرورتوں کے وقت یہی خطہ کام آتا ہے۔ ستمبر

۱۹۴۱ء میں جب سورج گرہن (سُوف) پڑا تو یہی قطعہ مشاہدات  
و تجربات کے لئے انتخاب کیا گیا تھا۔ جو ہم ان کاموں کے لئے بھیجی گئی  
تھی، اس نے روس کی عملداری میں ۵۰ میل تک کف دست میدان

کاکیشس (قوزاق) کے شمال سے قرغزستان ۴۳۷ KIRGHIZTAN

تک کا پسند کیا۔ اور وہیں سے دیکھا بھالا جو کچھ کہ دیکھتا تھا۔ یہ سرزمین

— KAZILORDA اور KASAKHSTAN بھی کہلاتی ہے ۴۳۸

سر لوکس کنگ LUCAS KING تاریخ بابر میں لکھتے ہیں کہ آج

کل کے قبائل قرغز KIRGHIS اپنے کو "صحرا قزاق" یا "جنگل کے

ٹھک کہتے ہیں۔ اور تاش قند کے گرد و دشت و بیابان پر متصرف ہیں۔

انگریزی کا COSSACK اسی لفظ کی تحریف ہے۔ ۴۳۹

۴۳۶ تالیف الاخبار صفحہ ۵۲۶ - ۴۳۷ بغیر حرف سین۔ ۴۳۸ اخبار بیڈر

۴۳۹ شنبہ ۲۳ ستمبر ۱۹۴۱ء - ۴۳۹ صفحہ ۲۰ نوٹ م۔ MEMOIRS OF

ZEHR - ED - DIN MUHAMMAD BABUR - TRANSLATED

BY LEYDEN & ERSKINE - OXFORD. 1921.



۳۴۳

اہل لغت قرغز کو کبسرہ قاف کسی ترک کا نام بتاتے ہیں جس کا  
مذہب غزنہ میں تھا۔ (صراح)

موجودہ زمانہ میں عربی کے اطلس (نقشے) جو مصر و بیروت وغیرہ  
میں چھپے ہیں۔ ان میں صحراء القریز، صحراء ترکمان، نہر ادرال، بحر ادرال،  
جبال ادرال، نہر سیحون کے نام اور مقامات ممتاز دکھائے گئے ہیں۔  
صفحہ ۱۲۴ - نوٹ ۶۴ -

ہیروڈوٹس HERODOTUS یونان کا مشہور مورخ گزر رہی۔  
تاریخ کا ابوالآبار FATHER OF HISTORY کہلاتا ہے۔ سیاحت بہت  
کی تھی۔ مصر کی سیر کو سن عیسوی سے چار سو برس پہلے آیا تھا۔ ایران  
لیڈیا LYDIA اور مصر کی تاریخ لکھی ہے۔ اس منازعت و کشاکش  
کی خاطر تفصیل کی ہے جو اہل یونان اور ایرانیوں کے مابین رہتی تھی۔  
اسقف جی رالسن (REV. GEO. RAWLINSON) نے  
اس کے سوانح حیات ایک مستقل کتاب میں جمع کر دئے ہیں ۴۴۱ جو بہت  
مقبول ہوئی اور چار جلدوں میں چھپی ہے۔

محقق عصر احمد زکی یا شاہجہان ہیں کہ یہ شخص ایشیائے کوچک کے

۴۴۱ صفحہ ۱۶، ترویج ادبی سرن کی معلومات عامہ ۴۴۱ مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء

اس مورخ کا سال پیدائش ۱۸۱۵ء و وفات ۱۹۰۲ء میں پائی۔



۳۴۳

ایک پرانے شہر ٹالیکرناس HALICARNASSE کا باشندہ تھا۔ اس  
موضع کو آج کل ٹرک بودرم اور افرنجی BOUDROUM کہتے ہیں۔  
صفحہ ۱۲۵ نوٹ ۶۵۔ اظہورت

صحیح انگریزی تلفظ ٹام ری رس TOMY-RIS ہے۔ یہ ماس  
سیگی ٹائی MAS-SAGE-TAE قوم کی بڑی بہادر جنگ را  
عورت تھی۔ یہ قوم سائیمین لوگوں کی ایک شاخ بتائی جاتی ہے۔ جو اس  
مسطح عظیم الشان میدان بلکہ حقیقتہً صحرا میں آباد تھی جو بحیرہ خزر کے  
پورب واقع ہے۔ جب اس خاتون کے علاقہ پر کسرے CYRUS  
نے حضرت مسیح سے تقریباً ۵۳۰ سال قبل حملہ کیا تو اس نے  
کسرے کو اعلان جنگ کا جواب یہ دیا تھا کہ مجھ سے نبرد و پیکار کے  
لئے آپ اپنی ہی عملداری انتخاب فرمائیں۔ ۲۲۲ فارسی تاریخوں اور  
شاہنامہ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔  
صفحہ ۱۲۶ نوٹ ۶۶۔

فریسن PHARISEE یہودیوں کا ایک فرقہ۔ رسوم و مراسم  
قدیمہ کی سختی کے ساتھ پابندی اپنے بزرگوں کی روایات کی پوری  
۲۲۲ صفحہ ۸۱ 'قاموس الجغرافیۃ القدیمہ' مطبوعہ مصر۔ ۲۲۲ تاریخ  
فلیپ اسمتھ 'جلد اول' صفحہ ۲۸۲۔



۳۴۵

جس کی شان امتیاز تھی۔ جو اور یہودیوں کے مقابلے میں اپنے کو زیادہ نیک شعار و نیکو کار سمجھتا تھا۔ انگریز لفظ نویس اس کی نسبت لکھتے ہیں ”ظاہری بہت مذہبی یا رسوم کا نہایت پابند و متبع“۔

جس میں دین کی روح نہ ہو یعنی ریاکار و منافق۔ ۳۴۴

عہد نامجات مقدسہ میں بھی فریسیون کا ذکر آیا ہے۔ ۳۴۵

صفحہ ۱۲۷ - مقالہ ۶ - لینگو بارڈی LANGOBARDI

لینگو بارڈی کو دی لانگ بیرڈس THE LONG BEARDS

(دراز ریش) کا مترادف کہنا چاہئے۔ اس جماعت کا صدر مقام چینیسی

(CHANCE) کے اوپر ایلب لینڈ برنزوک - (ELBLAND)

(BRUNSWICK) کے مابین تھا۔ ٹیسی ٹس TACITUS کے زمانہ میں

ان لوگوں کی شجاعت و بہادری نے بڑی شہرت پائی تھی جس کا ثبوت گارٹا

یہ تھا کہ مسلسل جنگ و جدال میں ایسی چھوٹی سی قوم ہمیشہ فتح پالتی رہی۔

اور جس نے آگے چل کر بہت زیادہ شہرت و ناموری لو مبارڈ (دن)

LOMBARDS کے نام سے حاصل کی ۳۴۶

اور اوراق تاریخ بتاتے ہیں کہ عصر قدیم میں ایسی دفعوں یا خاندانوں

۳۴۴ لغات فیروزی عربی صفحہ ۳۵۶ - ۳۴۵ باب ۲۲ - آخر اصحاب ۲۲ - ۳۴۶ از تاریخ

فلیپ اسمتہ، جلد سوم، صفحہ ۳۴۰ - و ترجمہ مصطفیٰ صفحہ ۲۲۷ (باقی صفحہ آئندہ ہے)



۳۴۶

و نمائشی بیرونوں سے منسوب ہو کر قبائل کے نام پڑ جاتے تھے۔ مثلاً  
 فرانس خاص میں جو قومیں رہتی تھیں ان میں سے ایک بریکائی - BAR  
 GAE - کہلاتی تھی۔ یہ لوگ فراخ فراخ پا جائے پہنتے تھے۔ دوسری  
 ٹوگانی TOGATED یا ان کی پوشش ڈھیلی ڈھالی سر سے پانوں تک  
 قدیم روماء والوں کی طرح ہوتی تھی۔ غالباً یہ لقب ٹوگا TOGA سے  
 منسوب ہے جس کے معنی گون یا چوہ کے ہیں۔ یہ بیرونی یا اوپر کا لباس  
 ہوتا تھا۔ پُرانے رومن مرد اسی کو زیب بدن فرماتے تھے۔ ۴۴۷  
 شاید دارٹھی اور سر کے بالوں کا بڑھانا پُرانے وقتوں میں اچھا  
 سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر ٹیلر کی اسی تاریخ قدیم ۴۴۸ سے پایا جاتا ہے کہ  
 فرانس خاص میں جو اقوام آباد تھیں ان میں ایک کو مانی FRANCHE  
 COMTE کہلاتی تھی جو لے لے بال رکھتی تھی یا طینی زبان میں کو مات  
 (COMATE) جھپڑوں اور بال دار کہتے ہیں۔  
 بنی نوع انسانی، جنس بالیش و لچانی، دارٹھی کو ہمیشہ عزت و

(بقیہ صفحہ گزشتہ) HISTORY OF THE ANCIENT WORLD

BY PHILIP SMITH, VOL III, P. 340

۴۴۷ مصطفیٰ از ٹیلر، صفحہ ۲۰۱۔ ۴۴۸ ترجمہ، صفحہ ۲۰۱







۳۴۸

را بندر نامہ ٹیگور آنجہانی اور مسٹر جارج برنارڈ شا BERNARD  
SHAW ہمارے زمانہ کے بڑے بڑے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی وارٹھیاں  
ہمیشہ سلامت رکھیں۔

اہل قلم لکھتے اور ہم تارنجوں میں پڑھتے ہیں کہ ملکہ الیزابت ELI -  
ZABETH اپنی مد مقابل جنس (مردوں) کی وارٹھیوں کی بڑی حریف  
رقیب تھی۔ اس نے تین شلنگ چار پنس سالانہ کا ٹیکس بھی اپنی  
وارٹھی پر لگا دیا تھا جو پندرہ روز سے زیادہ کی بڑھی ہوئی ہو۔ دوس  
کے زائد پیٹر (PETER) نے یہ خراج (محصول) IMPOST قائم رکھا  
اور اس قاعدہ پر عمل کرتا رہا۔ حتیٰ کہ لوگوں کو منڈانے پر مجبور کر دیا تھا۔  
سن رسیدہ لوگوں نے جو اپنی وارٹھیوں کے ساتھ محبت و الفت رکھتے  
تھے۔ مستقل مزاجی سے اپنی وضع و شان کو ماتھ سے دیدہ بنا گوارا نہ  
کیا۔ پیٹر بھی اپنے احکام پر سختی سے کاربند و عمل پیرا رہا۔ یہ ستم کش  
جن لوگوں کے چہرے پر وارٹھیاں دیکھتا تھا یا تو ان کو جڑ سے اکھڑا  
لیتا تھا یا کسی کند اُسترے سے منڈوا دیتا تھا۔

مند و مستات۔ اکبر کی ماں مریم مکانی حمیدہ بانو نے جب  
انتقال کیا تو اکبر نے بھدرا کرایا۔ اس کے ساتھ بہت سے اہل  
دربار و مقررین بارگاہ سلطانی نے بھی وارٹھی مونچھ اور سر کے



بالوں کو خیر باد کہا۔ اگلے پچھلے تالیخ نویس ان کی تعداد کم سے کم  
پندرہ ہزار بتاتے ہیں۔ ۱۵۴۸ء اسی کے ساتھ دارہی کا ردواج اٹھ  
گیا اور بعض زبردست اور ضدی بوڑھوں کے سوا جیسا کہ خان  
اعظم مرزا کو کہ تھا اکثر بار سوخ و بار برس اسکی تقلید و پیروی کرنے  
لگے۔ بعد کو انھوں نے سرطاعت خم کر دیا۔ کرنیل میلسن اسکی توجہ  
کرتے ہیں کہ "ہندوستان گرم ملک ہے۔ یہاں استرخ کے استعمال کے فوائد  
روشن اور بدیہی ہیں۔ بحث کی ضرورت نہیں۔ ریش تراشی یعنی دارہی  
منڈانے سے ————— مسلمان چنڈاں برا بھی نہیں مانتے یہ ۱۵۴۸ء  
اوراق تالیخ گواہ ہیں کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے بہت سے  
باکمال اپنی جودت طبع کا اظہار کرتے اور دارہی منڈانے کے فوائد  
اور خوبیوں کو چمکا کر دکھاتے تھے۔ غیوری حصار ی کا یہ قطعہ ابوالفضل  
نے نقل کیا ہے۔

۱۵۴۸ء صفحہ ۱۰۶، نگارستان فارس، لاہور ۱۹۲۲ء۔ صفحہ ۶۶، قصص ہند، حصہ دوم۔  
سیر المتاخرین میں ہے کہ در سال جلوس ۹۴۷ء مریم مکانی نقاب اہل پر و کشید۔ اکبر بہ آئین ہند  
ادبے نوش سر و ریش تراشیدہ لباس ماتمی پوشید۔ و نعش والدہ خود بردوش گرفتہ  
قد سے چند مشایعت نمود و روانہ دہلی گرد۔ (منتخب، صفحہ ۱۹۳)۔

۱۵۴۸ء صفحہ ۱۶۶، اکبر اور سلطنت مغلیہ کا عروج، اکسفورڈ، ۱۹۱۵ء



برادر شاہ اکبر غازی کہ بیٹے است پُرز آسایش  
 ریش خود را اگر تراشیدم نرپے زینت ست و آرایش  
 کہ جو جرم از سیاہ روی نیست ریش را در بہشت گنجایش<sup>۲۵۲</sup>  
 شیخ مرتضیٰ حسین الہ یار خانی بلگرامی حدیقۃ الاقوالیم (صفحہ ۱۲۹)  
 میں ایک اور شاہی حکم و ہدایت کا ذکر کرتے ہیں۔ بہادر شاہ جب  
 لاہور واپس پہنچا تو حکم دیا کہ ہندو سر کے بال کٹایا کریں۔ کیونکہ  
 سکھ لوگ بڑی بڑی دائڑھیاں رکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں تو اور اور  
 ہندو بھی خاص کر ضلع لاہور میں دائڑھی رکھتے تھے۔ اور ہندو مسلمان  
 کی یک بہ یک پہچان اور تفریق نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے تمام  
 ممالک محروسہ کے اندر ہندوؤں کے دائڑھی منڈانے کے لئے فرمان  
 نافذ و جاری ہو گئے۔

نیو یارک کے بشپ ڈاکٹر پارٹر POTTER کی ایک دل خوش کن  
 حکایت سن لیجئے۔ ایک وق و مشوق والی خاتون نے اُن سے سوال کیا  
 کیا بات ہے کہ تصویروں اور محسموں میں فرشتے ہمیشہ عورتوں یا نوجوان  
 مردوں کی طرح دکھائے جاتے ہیں جو دائڑھی مونچھ کے جنجال سے  
 ۲۵۲ آئین اکبری در مدح اکبر شاہ ۹۔ صفحہ ۱۸۲، جلد اول، از غیوری حصار ی۔



آزاد ہوتے ہیں۔ مہا پاوری صاحب نے جواب دیا " ہر شخص جانتا  
ہے کہ عورتیں و فطرتاً " آسمان کی بازیافت " کی وارث ہیں۔ لیکن  
مردوں کو یہ نعمت و دولت اُسی وقت نصیب ہو سکے گی جب  
بالکل صفا چٹ VERY CLOSE SHAVE نظر آویں گے۔

اس دنیا میں ایسے بھی بڑی بڑی دائرہ صحنی والے موجود ہیں جو  
بجائے خود ایک عجوبہ بننے جاتے ہیں۔ کچھ زمانہ ہوا ہماری  
لمبائی کی بندرگاہ سے ایک شخص شکاگو کی بے نظیر نمائش (ورلڈ فیئر)  
جانے کے لئے جہاز پر سوار ہوا تھا جس کی موچپیں آٹھ فٹ آٹھ  
انچ لمبی تھیں۔ اُس زمانہ کے ہندوستانی اور انگریزی اخبارات  
میں مدتوں اس کا چرچا رہا۔ یہ تسلیم ہے کہ ایسی لمبی دائرہ صحنیاں اب کم رہ گئی  
ہیں۔ خال خال نظر آجاتی ہیں۔ تاہم دنیا اس کے قدر دانوں اور  
خدمت کرنے والوں سے خالی نہیں۔ دیکھنے والے اب بھی ان پر  
حیرت نہیں کرتے۔ زیادہ دن کی بات نہیں۔ دارا گنج شہر الہ آباد کے  
نیرستان کے حصار (گورنمنٹ) حسینی فقیر کی دائرہ صحنی پابوس نہیں زمین  
پوس و خاک ہوس تھی۔ بہ نظر احترام وہ بھی بالوں کو پیٹے رہتا  
تھا۔ ریلوے اسٹیشن منغل مسرا کے ریفربیش منٹ روم کا ستر برس  
کا بوڑھا خادم ایک عجیب بھاری اور گھنی دائرہ صحنی کا مالک و محافظ



تھا۔ جسکو وہ گردن کے ایک طرف چادر کی طرح ڈال لیتا تھا۔ رُکی رہتی تھی جھوکے سے گرتی نہ کھٹی۔ دائرہ کی درازی اس کے قد کے برابر تھی۔

باز آمد۔ یہ ہی مذکورہ بالا از یاد رفتہ و فراموش شدہ امتیں اور جماعتیں مٹی ہوئی قومیں عصر حاضر کی ترقی یافتہ اور طویل بلند بانگ ملتوں اور گروہوں کا گروہ انسانوں کی مائیں تھیں۔ اس لئے اسی سلسلہ میں موجود گان کے معمولات و دستورات کا بھی مختصراً ذکر کر دینا دشت فنا کے مجھ بھٹکے ہوئے مسافر (مقبول نامقبول) کے نزدیک دخل بیجا متصور نہ ہوگا۔

آدم ثانی نوح علیہ السلام کے ولیند فرزند جناب سام علیہ التحیات کی آل و عرت اور انبیائے نبی اسرائیل کے نام لیوا اور حلقہ کبوش کا سرکر حضرت موسیٰ کی آتشیں شریعت کے پیرو اور جناب مسیحؑ کے حواری بن سکے اخلاف و ذریت اب بھی اسی دائرہ میونچہ والی مردانہ عظمت و شوکت کے ساتھ جلوہ افرا نظر آتے ہیں۔ عربوں کی نسل اور امت اسلامی علی صاحبہا رسلوہ و السلام کے ارکان و مجاہد نے خواہ کسی سرزمین پر ہوں اب بھی اپنی آبائی وضع کو قائم رکھا ہے۔  
مفسر بخانہ ادعائی یا خود افترائی ۲۵۲ شان پر قربان نہیں کیا ہے۔

۲۵۲ مقلد پر اب ۲۵۲ ادعا۔ دعویٰ کرنا۔ آرزو کرنا۔ اقرار۔ بہتان باندھنا۔  
کسی پر جھوٹ لگانا۔



۲۵۳

تقلید ہی مسلمان ہوں۔ مذہبی حیثیت سے ریش و بروٹ کے معاملہ میں میری آگاہی چنداں وسیع نہیں۔ اعتراف ہو کہ صرف اہل سنت و جماعت کے مسائل تک محدود ہے۔ میں نے اس بارہ میں شیخ الاسلام شمس الدین ابن قیم محدث کے فوائد اور نواب صدیق حسن خاں کی تصانیف (انتخات النبلاء وغیرہ) پر نظر ڈالی اور کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہا تھا۔ لیکن المتار المصریہ کے مجلدات میں ایک مستند جامع دافع تحریر دستیاب ہو گئی۔ اس پر قناعت کرتا اور ترجمہ اردو مع اصل عربی کے پیش کرتا ہوں۔

بروت (ایشیا کے دارالعلوم والفتون) کے ایک پیر صالح عبد الحفیظ ابراہیم لاذقی نے علامہ سید رشید رضا طاب ثراہ سے سوال کیا تھا کہ آیا فرد کے لئے مونچھوں اور وارھی کا منڈانا حلال ہے۔ یا ایسا کرنا فسوق (بڑے کام) اور گمراہی میں داخل ہے۔ اور آیا ایسے شخص کی شہادت (گواہی) اور نماز میں امامت وغیرہ قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ تو علامہ مسفقورینے یہ جواب دیا تھا۔

”ریش و بروٹ کے منڈانے کے بارہ میں وارھی کا منڈانا مکروہ ہے۔ حدیث صحیح میں اس کے اعتناء (بالوں کو انبوہ کرنے) کا حکم موجود ہے۔ مونچھوں کا منڈانا اسکو بھی بعض علماء نے مکروہ بتایا ہے۔ افضل

۲۳



۳۵۴

یہ ہے کہ ان کو کٹر وادیت اور اسکی اصل بھی وہی حدیث شریف ہے  
 وَاَحْفُوا الشَّارِبَ وَاَعْفُوا اللَّعْنِ (مونچھوں کو باریک کر دو اور  
 دائرہ بھی کو چھوڑ دو)۔ بخاری اور مسلم دونوں نے حضرت ابن عمر سے  
 اسکو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں فطرۃ کے خصال (غوسے  
 نیک) اور زینت و حسن ہیئت (شکل و صورت کی خوبی) سے تعلق  
 رکھتی ہیں۔ تَعْبِدُ (بندگی و عبادت) سے وابستہ نہیں۔ "اعفاد" کے  
 معنی ترک یعنی چھوڑ دینے کے ہیں۔ "احفاد" سے مقصود مونچھوں کے  
 کتروانے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اوسط یہ ہے کہ مونچھوں سے اس قدر  
 کو کٹوا دیا جائے جس سے دونوں لب چھپنے لگے ہوں۔ اور سلف  
 سے بھی ایسا ہی مشہور چلا آتا ہے۔ ان بزرگوں (سلف) میں سے  
 بعض نے اس میں بھی مبالغہ کیا ہے۔ اور بعض نے منڈوا دیا ہے۔ لیکن  
 امام مالک فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا منڈانا بدعت ہے جو لوگوں میں  
 پھیل گیا ہے۔ "اعفاد" بمعنی صریحاً دائرہ بھی کو اسکی حالت پر چھوڑ  
 دینا مراد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہاتھ کی ایک مونچھی (قبضہ دست)  
 سے جتنی بڑھ چاؤ اس کا کٹوا دینا مستحب ہے۔ یہ بھی بعض سلف  
 سے منقول ہے۔ اخصوں نے صراحت فرمائی ہے کہ دائرہ بھی کا منڈانا  
 مکروہ ہے۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ دائرہ بھی کا وہ حصہ جو حلق کے نیچے



ہوا اُس کے منڈا دینے میں مضائقہ نہیں۔ اسی وجہ سے آپ  
 حبشیوں کی جماعت کثیر کو دیکھتے ہوں گے ہو (ذقن) کے نیچے (اسفل)  
 کو پورا پورا منڈا دیتے ہیں۔ اُن کا عمل اسی روایت پر ہے۔ لیکن خلق  
 باہر (خارج) کی طرف سے ذبح کرنے کا محل ہے اور اندر (داخل)  
 سے کھانے کے نگلنے اور سانس کے نکلنے کی جگہ ہے۔ اس لئے خلق  
 سے اوپر یعنی ذقن کے نیچے جو کچھ ہے اُس کا منڈا دینا اس روایت  
 کے معنی میں نہیں آتا اور نہ اس سے دائرہ کی خوش نمائی میں نقص  
 واقع ہوتا ہے۔

علامہ مبرور کی عبارت یہ ہے :-

خلق اللحية والشارب = خلق اللحية مکروہ لاہر باعفاکھا  
 فی الحدیث الصحیحہ۔ وأما خلق الشاربین فکرہم بعض العلماء  
 والا فضل قضما۔ والاصل فی ذلک حدیث "احفوا الشارب  
 واعفوا للحي" رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابن عمر فروعا  
 وهذا ان من خصال الفطرة المتعلق بالزينة وحسن  
 الهيئة لا التقبل۔ والاعفاء الترك والاحفاء المبانعة فی  
 القصر واوسطه ان یقصر منهما ما یغنی الشفتین وهو المشہور  
 عن السلف ومنهم من بالغ فی ذلک ومن حلقه ولكن



۳۵۶

قال الامام مالك خلق الله رب بدعة ظهرت في الناس  
والظواهر من اعفاء الحجة تركها على مالها - وقال بعضهم  
لي يستحب قمن ما زاد منها على قبضته اليد - ونقلوه عن  
بعض السلف وصرحوا بان خلقها مكروه - وقال الامام  
احمد لا بأس بخلق ما تحت حلقه من الحجة - فتوى كشيروا  
من الخبايا في هذا العصر يخلقون اسفل الذنق ككله عملاً  
بكذا الرواية ولكن الخلق من الخاوي مثل الذي من  
الداخل مساح الطعام فيخرج النفس فخلق ما فوق الخلق  
وهو اسفل الذنق ككله لا يد مثل في معنى هذه الرواية  
وهو ينقص من جمال الحجة عنه

نصر حاضر کی اسی بزرگ سہیلی کو دیاستے اسلام السید الامام حسین  
الاسلام المصلح العظیم والمرشد العظیم سیف الشدا المشرقی العطاء السید  
محمد رشید رضا کہہ کر یاد کرتی ہے۔ اللہ صبر انکسار ہے۔  
صفحہ ۱۲۶ - مقالہ ۶۸ - گوشتہ ادب وری گوشتہ

اہل علم کے طبقوں میں گوشتہ GOTH اور دنی گوشتہ - VSI  
GOTH - دونوں کا فی شہرت رکھتے ہیں۔ تاہم بعض قدر افسوس

دارالمصریہ - بزرگ سادس جلد ۳ - شعبان ۱۴۲۹ھ - جنوری ۱۹۱۱ء



۳۵۵

تاریخ کی آگاہی کے واسطے بقدر تفصیل لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ زیادہ  
تفصیل و معلومات کا شوق ہو تو فلسفہ کی ضخیم و مبسوط "تاریخ  
دنیا کے قدیم" HISTORY OF ANCIENT WORLD ملاحظہ کی جائے

یہ آگاہی دونوں جماعتوں کے متعلق کیساں کارآمد اور دلچسپ ثابت  
ہوگی۔ میں نے مختلف زبانوں کے متعدد لغات اور فرہنگوں نیز ڈاکٹر  
ٹیلر (DR. W. COOKE TAYLOR'S ANCIENT HISTORY

اور پروفیسر غلام مصطفیٰ کی تواریخ متقدمین<sup>۲۵۱</sup> پر نظر ڈالی اور ان  
کے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر چارلس ایننڈالہ ANNANDALE

کی جامع لغت سے بھی بالخصوص نفع اٹھایا۔

رومہ انگریزی کے شہنشاہ ڈی سی اس (ڈی سی اس<sup>۲۵۸</sup>) DE-

CIVIS - کو اپنے تخت پر کچھ ہی عرصے فرعونت و سکون کے نصیب ہوئے

تھے کہ اسکو دریائے ڈینیوب (DANUBE) کی طرف جانا پڑا۔

گو تھ لوگوں نے شکرکشی کی تھی۔ استیصال لا بد<sup>۲۵۹</sup> ہوا۔ یہ شہنشاہ

کا واقعہ۔ مگر انجام یہ ہوا کہ بڑے کشت و خون کے بعد گو تھوں نے

اپنے مخالفین کو ایسی حفاظت آئینہ دولت بخش مشروطوں کے قبول کرنے

۲۵۵ تیسری جلد صفحہ ۶۲۔ ۲۵۶ مطبوعہ ۱۸۸۹ء لاہور۔ ۲۵۷ صفحہ ۲۲ و ۲۳

۱۵۸۔ ۲۵۸ صفحہ ۶۷ تا ۷۸۔ ۲۵۹ ناچار۔ ناگزیر بالضرورت۔



اور مسلح کر لینے پر مجبور کیا، جنہوں نے سلطنت کی عزت و شان کو خاک میں ملادیا۔ مشہور مورخ ایڈورڈ گین (GIBBON) نے ۴۹۰ء فرماتا ہے کہ ”یہی سب سے پہلا اور قابل لحاظ موقع ہے کہ جب اس عظیم الشان قوم کا تذکرہ صفحاتِ تاریخ پر نظر آتا ہے جس نے بعد کو اہل روم کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا، دارالسلطنت کو غارت و تباہ کر ڈالا تھا ”گال“ (GAUL) پرانا فرانسیسی یا گالیا (GALLIA) و نیم یا گلیشیا جس کو تین صدی قبل مسیح کے قوم گال نے یہاں آکر بسایا تھا (اسپین (اندلس) اور اطالیہ میں اپنی طاقت و حکومت کے ڈنکے بجا دئے ۴۷۱ء۔ فرمانروائی کرنے لگے۔ سلطنت مغربی (ویسٹرن ایمپائر) کے انقلاب و بربادی میں انھوں نے جو حصہ لیا، جس طرح عمل کیا، اور اوراقِ زمانہ پر ثبت پلا آتا ہے۔ یہ اسی ہنگامہ آرائی و پیکار کا شمار ہے نتیجہ ہے کہ گو مٹھوں کا نام اکثر و بیشتر (مگر نا واجب و بیجا طور پر) جاہل وحشی، جنگ جوئے، رحم و سنگ دل کے اضافہ یا لقب کے ساتھ عام طور پر مستعمل ہوتا ہے۔ اہل لعنت بھی، کمال بیداری سے اسی طرح

۴۹۰ء ولادت ۱۷۳۷ء - وفات ۱۷۹۴ء - عروج و زوال سلطنتِ روم کی تاریخ - اس

وسیع النظر انگریز کی بہترین یادگار ہے۔ صفحہ ۴۷۱ مصطفیٰ صفحات ۱۳۰ و ۱۳۱۔



باور کرتے اور دوسروں کو باور کرانا چاہتے ہیں۔

اس نامور قوم کی اصل و نسل کا احوال پردہٴ خفا<sup>۴۶۲</sup> میں ہے۔

ہمارے پاس قابل اعتماد و استناد ذرائع معلومات ہی اب کون

بہت سے باقی ہیں۔ صرف دو ایک 'ٹے سی ش' TACI-TUS

اور چند اور لکھنے والوں کی شہادت و تصدیق۔ دوسرے خود "زبان"

کا "قول فیصل" یعنی اسکی صاف و صریح توثیق۔ چوتھی صدی مسیحی میں

بشپ انفلس (BISHOP ULPHILAS) نے بائبل کا

ترجمہ گو تھک زبان میں کیا تھا جو اب تک محفوظ ہے اور جس کی تحویل

میں یہ شہادت موجود ہے۔ انھیں دونوں کے بھروسے پر کہا جاتا ہے

کہ "گو تھ جرمن قوم کے زہ و زاد تھے"۔ حسب روایت انفلس

ان کا وطن (اصلی) نام گوتھنڈا (GUTHINDA) تھا۔ مختلف

لکھنے والوں خصوصاً یونان و روما کے اہل قلم کی بدولت اس نام

نے بہت سی صورتیں طرح طرح سے اختیار کر لی تھیں۔ یعنی گوٹوں

(GOTHONES) گوٹھوں GOTHONES، گٹ ٹون GUTTONE

گٹائی (GUTAE) سب کچھ یہی تھے۔ بالآخر گوٹھ GOTHی قرار پائے

سلسلہٴ تلاش کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ اسکندر اعظم کے زمانہ میں بائبل تھیں

۴۶۲ بقیہ پوشیدگی۔ ۴۶۳ بچہ و فرزند۔ اہل و عیال۔



(PYTHEAS) جو مارسیلز MARSEILLS کا بہا زراں اور اپنے فن کا ماہر کامل ہے، انگو تھونس کو بحر بیٹیک BALTIC کے جنوبی ساحل پر خلیج ڈانٹ سیک (ڈانسینگ) DANZIG میں پاتا ہے۔ یہ زمانہ سال مسیحی کی ابتداء کے قریب قریب تحقیق ہوتا ہے۔ یہ حقیقت تو اب تک عوام نہ ہو سکی کہ آیا یہ تباہی اپنے وقوت کے قواعد اور دستور کے مطابق ٹھانہ بدوش سمجھے جاتے تھے یا کیا؟ البتہ اس قدر ثابت ہوا ہے کہ ان لوگوں کے خاص موطن و مساکین اسی ساحل پر تھے۔ جو دریائے ویستولا VISTULA کے بائیں کنارے پر دور تک چلے گئے تھے۔

تیسری صدی کے شروع ہوتے ہی ان لوگوں نے زبردست ترک وطن کر ڈالا اور پریشیا (PRUSSIA) کے ساحل بالاسے بحر بالٹک کو چھوڑ کر اوکراین (UKRAINE) کے اسٹپ (میدانوں) بیابانوں میں چلے آئے۔ بحر اسود کے شمال، بود و باش اختیار کی۔ اور دیشیا (DACIA) میں برابر بڑھنے اور اپنی آبادی بڑھانے پر کمر بہت باندھ لی۔ ان کا مقصد و حمالک کو فتح کرنا نہیں ہوتا تھا نہ حکومت و سر بلندی پر نظر رکھتے تھے۔ بلکہ اپنی تجارت کو فروغ دینے اور کاروبار کے بڑھانے اور صنعت و حرفت کی گرم بازاری کے لئے اپنی بستیاں ساحلوں پر قائم کرتے چلے جاتے تھے۔ وہ دولت و قوت، اجتماعی نظام آزادی



و تہذیب میں خود کو اپنے قرب و جوار اور وطن اصلی سے بڑھ چڑھ کر رکھنا اور دکھانا چاہتے تھے۔

پھر یہ قوم دو شاخوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ (۱) آسٹروگوٹھ OSTROGOTHS - (۲) وزیگوٹھ (VISIGOTHS) بہ اختلاف لہجہ و تفسیر بعض حروف میں یہ دونوں آسٹروگوٹھ AUSTROGOTHIC اور وزیگوٹھ (WESEGOTHIC) یعنی مشرقی و مغربی گوٹھ بھی کہے جاتے تھے۔ مقدم الذکر یورپ کے ریشیے اسٹیب (میدانوں) میں صحرائیں و سکونت گزین تھے۔ دوسری شاخ نے پچھم کے زیادہ سرسبز اور درختوں سے ہرے بھرے قطعات زمین کو پسند اور آباد کیا تھا۔ یوں سمجھئے کہ وزیگوٹھ اب اُس ملک میں آباد ہو گئے جو پہلے تھریسیا کے گٹائی لوگوں (THRACIAN GETAE) کے تصرف و قبضہ میں تھا۔ ان دونوں ناموں کی عجیب و غریب مماثلت سے ان دونوں قوموں کے باہم اشتباہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جو بہت سی کشاکش اور پریشانی کا سبب ہوتا تھا۔ یا یہ کہہ لیجئے کہ اکثر و عموماً ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر لے تھم (LATHAM) کا خیال ہے کہ یہ تشابہ ۴۶۵ء محض اتفاقی تھا۔ وہ قرار دیتے ہیں کہ GET یا گوٹھ کا

۴۶۵ء مانند ہونا۔ ۴۶۵ء ایک دوسرے کے مانند ہونا۔



نام عام تھا جو سلاو دانی (یعنی مشرقی یورپ کی رومی  
بلغاری، سربیا، پولینڈ، بوسنیا وغیرہ کی) قوموں نے لی تھیوانی لوگوں  
( LITHUANIANS ) کو دے رکھا تھا۔ موصوفت کا خیال ہو کہ  
انہیں لیتھوانی قوموں سے یہ دونوں یعنی دریائے ویسٹولا کے دہانے  
کے رہنے والے گوٹھ اور دریائے ڈینیوب کے گٹائی (فرقہ جڑی) ۳۶۶  
GATAE منسوب و وابستہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب یقین فرماتے ہیں کہ  
تاریخ میں جن گوٹھوں کا ذکر پایا جاتا ہے وہ جو من خون ہی کے تھے۔  
یہی جلائے وطن کر کے ڈینیوب پر آ گئے تھے۔ انھوں نے جب  
گٹائی GETAE کے ملک میں رہنا سہنا اختیار کر لیا تو سب سے  
پہلے گوٹھ کا نام انھیں نے پایا۔

مزید برآں گوٹھوں کا التباس ۳۶۷ سارماتیا SARMATIA  
والوں سے بھی ہو جاتا رہا ہے۔ سارماتیا والوں کا مقابلہ مختلف اقوام  
مالک سے ہو چکا تھا۔ اہل فارس سے لڑا، اکثر بلکہ ہمیشہ، یہ شکست  
ہی کھاتے رہے ہیں ۳۶۸ انھیں سارماتیا والوں کو پرانے یونانی  
مورخ سیٹھین ( SCYTHIANS ) لکھتے تھے۔

۳۶۶ صفحہ ۲۱۳، مصطفیٰ ۳۶۷ پوشیدہ ہو جانا۔ مل جانا۔

۳۶۸ صفحہ ۲۲۷، مصطفیٰ۔



۳۶۳

ایسی ہی خانہ بردوش جماعتوں کی نسبت لاطینی شاعر مورس  
(حارث) (HORACE) (ہلکا HORATIUS کہتا ہے۔

THE SCYTHIANS OF PLAINS

MORE HAPPY ARE, HOUSED IN

WANDERING WAINS

(ترجمہ) میدانوں میں بسر کرنے والے سیٹھین لوگ زیادہ خوش اور  
فارغ البال ہوتے ہیں جب اپنے ہرزہ گردانہ چھکڑوں اور لٹو گاروں  
میں مکین ہوں۔

ان کے علاقوں پر جنوبی روس میں اس وقت گوتھ قبائض و متصرف  
ہو چکے تھے۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ یہی سرماشین لوگ باشندگان  
روس اور پولینڈ کے اجداد تھے۔ سیٹھین پرانا نام ہی جو ایک  
بڑے بے چوڑے قطعہ زمین کو جو شمال و مشرق میں بحر اسود، بحیرہ  
خزر اور بحیرہ آرال کے واقع تھا دیا گیا تھا۔

گین کی رائے یہ ہے کہ ”نوع انسانی کے یہ بڑے بڑے گروہ بعض  
بعض باتوں میں امتیازات خاص رکھتے تھے۔ ان کے جھوٹے  
یا قابل حمل و نقل خیمے مستقل طور پر نصب رہتے تھے۔ ان میں سے  
کسی کا لباس چست ہوتا تھا، کسی کا ڈھب ڈھالا۔ ایک زوجہ



۳۶۴

یا کئی کئی بی بی کرتے تھے۔ شکر ہی قوت رکھتے تھے۔ جس میں بڑا حصہ فوج پیادہ کا ہوتا تھا یا سواروں کا۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ ٹیوٹانک (TEUTONIC) یا سلیووانی (SLAVANIAN) زبان بولتے تھے۔ (ٹیوٹانک میں بہت سی زبانیں داخل ہیں یعنی گوٹھاک، اینگلو سیکسن اور انگلش، نیز ڈیچ کی جرمن کی، آریں لینڈ کی، ناروے کی، ڈنمارک اور سویڈن کی۔ یہی زبانیں یا زبان مجموعی طور پر ٹیوٹن لوگوں کی کہلاتی تھیں)۔

کچھ گیت اور کہانیاں = مگر ان بہشتی اوراق کے قصیدہ گو یا ادب و انشا کی قدر و وقعت کا مسئلہ و شعور ابورہ سے پاک نہیں ہے۔ مشہور فلسفی و مورخ گین کا ارشاد ہے ”پرانے گیتوں پر ایمان رکھنے سے جو غیر معتبر بلکہ عہدِ توحش کی محض یاد گاریں ہیں، انھوں نے (یعنی) CASSIDORUS AND JORNANDES نے

۴۷۰ء FIRST ORIGIN کا نتیجہ نکالا تھا

شاعر کبھی کبھی واقعات قابلِ قدر بھی لکھ ڈالتا ہے لیکن اس کو تو دھن

۴۷۹ء بھاگ جانا۔ نفرت کرنا۔ ۴۷۶ء سلطنتِ روما کا عروج و زوال، مرتبہ

۴۷۶ء، جلد اول، صفحہ ۴۷۵۔ DECLINE AND FALL. ED. W.

SMITH, L., 375.



۳۶۵

ہوتی ہے اس قبیلہ و قوم کی مدحت سرائی و عزت افزائی کی جس کا وہ  
ایک فرد ہوتا۔ اس لئے وہ ان کی فتوحات میں مبالغہ کرتا اور شکستوں  
میں بھی رنگ بھر کر دکھاتا ہے۔ بے شبہ شاعرانہ دفاتر و داستانیں و  
تحریرات سب نہیں تو بھی کچھ نہ کچھ و قوعات قدیمہ کی شہادت کے  
لئے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ لیجئے کہ ان سے  
ان عادات و عقاید پر روشنی پڑتی ہے جو اس شاعر کے زمانہ میں پھیلے  
ہوئے تھے۔

مشیرالہندہ علامہ محمد حسین نے وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنی ار  
میں لکھا ہے کہ شہر ایفیسس EPHISUS (واقع ایشیا - کوچک)  
کے مندر کو دوبارہ تعمیر ہو جانے پر بھی گا تھو قوم کے لوگوں نے (جو  
پرانی جرمنی کی ایک مشہور لڑاکا اور وحشی قوم تھی) ۲۵۶ء میں  
جلا ڈالا۔

پرنسپل ڈائٹ (R.A. WHYTE) گوٹڈ کے متعلق  
اسی تذکرہ لکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ یہ وحوش یورپ کے قدیم  
باشندوں میں کی اس ایک قوم سے تھے جو دیاسے الیب (ELBE)  
اور وِسٹولا (VISTULA) کے درمیان کی سرزمین پر رہتی تھی۔ ۴۲ء

۴۲ء جلد دوم صفحہ ۱۸۶ نوٹ مطبوعہ اگرہ ۱۳۲۱ء - ۴۲ء دی نیو سچوری انکیشن  
اردو ڈکشنری 'مدراں' ۱۹۰۵ء



ہمارے زمانہ میں دو چیزیں گوتم کے ساتھ منسوب اور باقی رکھی  
 ہیں۔ ایک تو ان کا طریقہ تعمیر ہے۔ اور "گوتمک" سے موسوم ہے۔ اس  
 طریقہ کی عمارت میں ایک شان اور کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جن کی  
 اب بھی قدر و قیمت کی جاتی ہے۔ مثلاً۔ محرابوں کا نکبلا ہونا۔ پیل پائے  
 خوش نما ترکیب کے وسیع پڑے پڑے، ماترا شیدہ۔ اسی کے تناسب  
 و بائیدگر ہوسنگی کے ساتھ عمارت کے سادہ سے اجزا کا متصف  
 ہونا وغیرہ۔ ۱۷۷۲ء بلندی ستون، مرغول اور کارنس ہر چیز میں ہی  
 مناسبتیں، اور عمارت کے اوضاع خمسہ کا تطابق اور احتیاط و  
 توافق کے ساتھ ملحوظ رہنا۔ ہندوستان کی بعض مغلیہ تعمیرات  
 کے سلسلہ میں بھی اس کا نام لے لیا جاتا ہے۔ تھوڈو کی لاہوری  
 دروازہ کی نسبت بشپ ہمبر (BISHOP REGINALD HEBER)  
 فرماتے ہیں کہ "میں نے ایسا شاندار پھاٹک اپنی عمر میں نہیں دیکھا تھا  
 اس دروازہ میں ایک عظیم الشان گاتھک محراب کے علاوہ اسی  
 مسقفت گزرا گاہ ہے جیسی کہ گاتھک وضع کے گرجاؤں میں ہوتی ہے"  
 واضح رہے کہ چوک چیتہ یا مسقفت بازار یا کوچہ خود شاہ جہاں کی  
 ایجاد ہے۔ انگلستان کے پارلیمنٹ کے فلک فرسا ایوانات (ہندن)

۱۷۷۳ء نیو سپیڈری ڈکٹری ۱۷۷۴ء رہنما کے سیردہلی صفحہ ۶۳۔



۳۶۷

گاتھک تعمیرات کا بہترین نمونہ اور اس طرز کے نقش و نگار و آرائش  
کی خوشنما یادگار ہیں۔ عرب بھی اس طریق عمارت (ہندوستانہ) (نقوشہ)  
پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ لولیس البری اپنے قطوع "داد النودہ" میں  
فرماتا ہے :-

نقش المہندس سقفها و جب اریھا

بنقوش اهل "العوث" احسن نقشة ۴۵۵

(ترجمہ) ماہرین تعمیر (انجینئرز) نے اس کی چھت اور دیوار پر گوتھ  
والوں کی نقاشی سے اچھے سے اچھے نقش کر دئے ہیں۔

دوسری چیز گوتھک ٹائپ ہے۔ جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے  
یہ سب کے حروف جلی اور ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوح (سٹر  
ورق) کی تیاری و تکمیل اور متفرق کاغذات کے چھانپنے میں اچھا کام  
دیتے ہیں۔

صفحہ ۵۵۔ ڈی شی اس

کا نام آغاز مقالہ ہدائیں لے چکا ہوں اب بقدر قلیل اس کا ذکر  
کر دینا بھی لازم سمجھتا ہوں۔ ٹرا جے نس ڈی شی اس (TRAJA-  
NUS DECI-US) افریقہ والوں کا سپہ سالار تھا جس کو فلیقوس

۴۵۵ دیوان شعر النحلہ لولیس بک صابن جی صفحہ ۵۷



۳۶۸

'عرب' بادشاہ نے ایک حملہ آور کے مقابلہ و مدافعت کے لئے بھیجا  
 تھا۔ ڈی شی اس نے خود کو قیصر شہرہ کر دیا۔ ڈی شی اس اور گاہرین  
 مقدونی سے ۶۳۹ء میں لڑائی ہوئی۔ اس نے اپنے حریف مقابل  
 کو شکست دی۔ وہ مارا گیا۔ یہ خود مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ اس  
 نے عیسائیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے تھے۔ ٹیٹر صاحب "تاریخ قدیم"  
 میں لکھتے ہیں کہ اس کے جوہر و شتم کی نظیر تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔  
 یہ بے رحم شخص عیسائیوں کو گرجاؤں سے گھسیٹ گھسیٹ کر لاتا۔  
 اور طرح طرح کی ایذاؤں دیتا تھا۔ بہت سے عیسائی مقتدا  
 جیسے پوپس (بانی فرقہ راہبان) وغیرہ بھاگ بھاگ کر پہاڑوں  
 اور جنگلوں میں جا چھپے اور پناہ گیر ہو گئے تھے۔ بڑے بڑے  
 پادریوں پر اس کی نظر قہر پہلے پڑتی تھی۔ روم کا اسقف فین  
 انطاکیہ کا اسقف بی بی لز یور شلم کا اسقف سکندریہ کے  
 سب اسی کے حکم سے شہید اور طعمر ہنگ اہل بنائے گئے  
 تھے۔ اس کے ظلم و تعدی کو قوم کو متحدہ کے حملہ نے حقوڑے دن  
 کے لئے روک دیا تھا۔ وہ ڈینیوب کو عبور کر کے یساکو آئے اور  
 تاخت و تاراج کیا۔ ان سے مقابلہ و مجاہدہ میں ڈی شی اس بھی اہل  
 ہیں مارا گیا ۶۴۶ء اس کے بعد مارکس پر دس کا نام ملتا ہی جو بے لڑے

۴۶۶ صفحہ ۲۲۵ درمطاف



تھکڑے شاہنشاہ ہو گیا تھا جس نے ایشیا سے فرانس کی جانب کوچ کیا تھا۔ جہاں جرمنوں نے حملے شروع کر دیے تھے۔ اس نے جرمنی کو شکست دی۔ تھریس سے گزر کر گوٹھون کا مقابلہ کیا۔ بہادر دی سے لڑا اور ان کو مار مار کر بھگا دیا۔ گوٹھون کا نام عیسوی تقویم کی ابتدائی لڑائیوں اور کامیاب فوج کشیوں میں بارہا آیا ہے۔ یہ ملکی دستور تھا کہ بادشاہت کا کام دو شخص کیا کرتے تھے۔ ایک شاہنشاہ کہلاتا تھا۔ دوسرا قیصر جو درجہ میں اس سے کم ہوتا تھا۔

صفحہ ۱۲۹ - نوٹ نمبر ۶۹ - منوجی

ہندوؤں کے اقوال و روایات و اعتقادات کے مطابق برہما کے فرزند ولند اور تمام اولاد نہرینہ میں پہلو تھی (سب سے پہلے) تھے۔ کپیل جی منو کے پوتے تھے۔ یہی بزرگ "منو شاستر" کے مصنف ہیں جس میں وہ "گیتا" کا نام بھی لیتے ہیں جو ان معاملات کے متعلق ہے جو "دواپر کے خاتمہ یا اگلے جگ" کے آغاز میں وقوع پزیر ہوئے۔ منوجی اس آئین کے بھی مدون و جامع ہیں جو ان کے نام نامی سے منسوب چلا آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ "ست جگ" میں بھی موجود تھا جس کی سند

۲۷۷ صفحات ۲۲۷ و ۲۳۴ - ۲۷۸ صفحات ۲۳۶ و ۲۳۷ - ۲۷۹

۲۷۹ صفحہ ۲۲۰ -



یہ اشلوک ہے :-

”جب ست جگ کے ایک ہزار دس برس گزر گئے تو میں (منو)

نے بھدر نہیں کی پورن ہاسی کو برہما کے حکم سے اس شاستر کو  
ختم کیا۔ ۱۷۴

یہ شاستر میری نظر سے تو نہیں گزرا، لیکن مسٹر کروک لکھتے ہیں کہ اس

کا ترجمہ THE LAWS ڈاکٹر بولڈر DR. G. BÜHLERS

کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ اس فورڈ میں ۱۸۸۶ء میں چھپا تھا۔

ابھی حال میں (۵ جنوری ۱۹۴۵ء کو) مسٹر ایس۔ آر۔ مسٹر اس نے

ایک لکچر میں فرمایا تھا کہ جرائم کا سب سے پرانا قانون اور ان

کی سزاؤں اور تعزیرات کا مجموعہ آئین وہی ہے جو منو شاستر کے

نام سے شہرت رکھتا ہے۔ اور جس کی ترتیب و تدوین حضرت مسیح

سے تقریباً ۸۸۰ سال پیشتر ہوئی تھی۔ سماج کی حالت پر جو اس

وقت تھی نگاہ ڈالتے ہوئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ میکالے (MACAULAY)

کے مجموعہ سے وہ کہیں زیادہ مکمل تھا۔ سر ولیم جونز نے منو کے مجموعہ کی

جو تنقید فرمائی ہے اس کی تردید خود اسی تنقید سے ہو جاتی ہے۔ اور روشن

ہو جاتا ہے کہ سر ولیم نے سوسائٹی کی اس وقت کی حالت کا قطعاً لحاظ

۱۷۴ بیل کی ڈکشنری صفحہ ۱۷۱ -



نہیں فرمایا جس کے لئے یہ قانون مرتب ہوا تھا۔ مسٹر مسرانے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قانون مذکور کے دوسرے جو دعائیت برہمنوں کے لئے رکھی گئی تھی وہ بالکل واجب اور قطعاً مضافانہ تھی۔ اس

زمانہ کا برہمن نہایت درجہ قیمتی و بیش بہا ہوتا تھا۔ وہ تمامی علوم دینی و دنیوی کا جامع و حافظ اور ایک زندہ انسائیکلو پیڈیا (دائرہ معارف) ہوتا تھا۔ یہ ہی سبب تھا کہ راجہ کو برہمن کی جان لینے کی ممانعت تھی۔ وہ جلا وطن کیا جاسکتا تھا مگر جسمانی انڈیا اس کو نہیں پہنچائی جاسکتی تھی۔ کہ جس سے دنیا اس کے فیوض اور کارآمد ہونے سے محروم ہو جاتے۔ اسی منشاستر نے ایک بڑی حد تک مجموعہ تعزیرات ہند کے مسودہ و مناسطامونے کا کام دیا ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ منشاستر، نیز بارہ فہرستیں اور اینکلو سیکن قانون کا نقش یا بھپہ اس پر لگا ہوا ہے، جہاں ہر متنفس کی زندگی کی قیمت لگادی گئی ہے۔ اور عورتوں کے بارہ میں اس وقت سماج کے خیالات کیا تھے اسکو بھی ایک قدیم مستند ہندو دانش مند کی زبان فلم سے سن لیجئے جو ان ہی بزرگوں کے حوالہ سے لکھتا ہے :-

”زہر قاتل پر یا دریا کی طغیانی یا آندھی پر یا خوبصورت قوی الجشہ یا بھتی پر یا شکار کے بھوکے شیر پر یا موت کے فرشتہ پر یا چور



ڈاکو قاتل پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے، مگر عورت کا کسی نے اعتقاد کیا تو یقیناً یاس و حواں کے صحرا میں سرگرداں ہو گا۔ ایک دوسری ملت کا فیصلہ وقتوں کے بھی سن لیجئے۔

مولانا سید مناظر حسن گیلانی (صفحہ ۳۳، رسالہ معارف ماہ فروری ۱۹۲۵ء) تحریر فرماتے ہیں کہ ”عیسائی مذہب میں عورت ہی پر ان سارے مصائب کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے جن میں آدم اور اولاد آدم اس خاکدانِ ارضی میں مبتلا ہے۔ اور باب کھلیسا کا فتوے ہی یہ تھا کہ عورت صرف گندگی اور نجاست ہے۔ وہ شیطان ہے۔ اس

میں روح نہیں ہے۔۔۔۔۔“  
صفحہ ۱۳۹-۱۴۰ ٹ ۵۰۔ گھونگھٹ

”گھونگھٹ“ کا نام کسی مستقل پارچہ یا جزو پوشاک کی حیثیت سے نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ شبہ یہ ایک ایسی بنیادی چیز جو فروشن گندم نہا ہے جس کے بغیر ظاہری سوشل معاشرت و لباسِ سنوانی کا تکلف و ثقافت، عروسانہ بوج اور نزاکت ناقص اور اوصاف رہ جاتی ہے۔ نفسِ لامر یہ ہے کہ گھونگھٹ اور اس کے نگاہ کو پھانسنے والے تمام انداز بجائے خود ایک مستقل بحث و تحریر کے مستحق

ہے۔ استوار رہنا۔ معتبر و مستند ہونا۔



و حقدار نظر آتے ہیں۔ مگر اس کا پورا ہونا شاید کسی دوسرے وقت  
پر منحصر یا متقدّر ہے۔

ع۔ رہرو راہِ فنا تو آخری منزل میں ہے

سات سو برس ہوئے شیراز کا جہان دیدہ جہاں گرد دانش مند  
اسکی بدولت دھوکا کھاتے کھاتے بچا تھا۔ اُس نے اپنی زبان میں  
کسی رنگین نوائی سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے روکھے پھیکے پسند و  
رضائے کے انبار میں اپنے تلخ تجربے اور خوبو دیانِ زیرِ چادر کی نمائشی  
اعنائی دہرائی کی حقیقت کو بے نقاب فرما دیا ہے۔

بس قامتِ خوشش کہ زیرِ چادر باشد

چوں باز کنی مادرِ مادہ باشد

اسی (گھونگھٹ) کی دل بچھانے والی اداؤں پر منتوں ہو کر  
یایوں کہئے کہ اپنی افسردگیوں اور حسرتِ مآبیوں سے مجبور و مجبور  
ہو کر مرزا نوشہ ایسے مردہ دل فلسفی شاعر کی بھی ہوئی طبیعت  
میں بھی گرمی اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس جامع بے صہبیا میں خم بادہ

۲۸۲ تقدیر کیا ہوا۔ ۲۸۳ گلستانِ سعدی، مطبوعہ آصفی کانیپور، سنہ ۱۳۸۵ھ باب

ہشتم، آدابِ صحبت، صفحہ ۱۴۷-۲۸۴ افسردہ ہو، بیدِ سردی اور ٹھنڈے سے

پڑمردہ ہو گیا ہو۔ یخ بستہ۔



کا جو ش اس طرح آیا تھا۔

شرم اک اداسے ناز ہی اپنے ہی سے ہی  
ہیں کتنے بے حجاب کہ میں یوں حجاب میں

سنتا ہوں کہ اس سے بھی۔ ڈیڑھ صدی پہلے مغلوں کے عہد میں  
مغلوں ہی کے قلمرو سے فارسی اور بھاکا کی ملی جلی سرزمین سے ایک  
صد بلند ہوئی تھی :-

قیامت ہی ترا گھونگھٹ کے اوٹوں میں لٹک جانا  
لٹانکھیاں سوانکھیاں مسکراہنس کر ٹک جانا  
دیکھتا ہوں کہ ہندی کا یہی سلطان شاعر حکیم الدین خان پنجابی  
اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ ریختہ میں کہہ اٹھتا ہے۔  
نہیں! تم سے چلی ہی ناز کی یہ طرح دنیا میں  
کر دکھلا دو اسے جھمکی نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

۱۲۵۵ء دوران غالب اردو، نول کشور، ۱۳۵۵ء صفحہ ۶۳۔ غالب نامہ مطبوعہ ۱۹۳۶ء

صفحہ ۶۳۔ ۱۳۵۵ء تذکرہ چہستان شعرا، از شفیق اوزنگ آبادی صفحہ ۶۳۔ رسالہ

ہندوستان، تہائی صفحہ ۲۰۱ بابت ۱۹۲۹ء جو اہر سخن، صفحہ ۷۷۔ ۱۳۵۵ء ہندی کا تخلص

”نیہی“ بمعنی عشقی، بگراہی تھانہ، فن حیدر آباد۔ شائق و عاثر تخلص نیز رسالہ

۱۳۵۵ء مکان کی بنیاد کا قائم کرنا۔ نئی عمارت کا نمونہ۔ نقاشی۔



منظر علی خان شفیق عرف مرزا بڑھن کہتے ہیں :-  
گھونگھٹ کو تہارے اب منہ پر سے اٹھائیے

آنا ہی جی میں سینے سے لگا لیجئے ۲۸۹

اس سے پیشتر عہد اورنگ زیب کا بانیہ ناز کامل من علامہ ۲۹۰  
اپنا خیال یوں ظاہر کر چکا تھا۔

پلواری گھونگھٹ کی باتیں جات

سُمن باس بن چھائی نہیں سہات

گھونگھٹ نکال کر باغ میں اس لئے جاتے ہیں کہ بغیر سایہ کے  
خوشبو کا لطف نہیں ہوتا۔ ۲۹۱

میر میران لاشمی، بیجا پور کے متوطن، علی عادل شاہ کے درباری

شاعر تھے۔ ۱۱۰۹ھ (۱۶۹۷ء) میں انتقال کیا۔ دکن کے سنیو افی زمر

میں فرماتے ہیں :-

پکڑ کر بات پردے میں لے جا دیں گے تو میں کہوں گی

گھونگھٹ میں کچھ چھپا کر کہیں، ترکا مار بیٹھواں گی ۲۹۲

۲۸۹ صفحہ ۳۲۲ - مجموعہ شعر، حصہ اول - ۲۹۰ میر عبد الجلیل بلگرامی -

۲۹۱ حیات جلیل، حصہ دوم، صفحہ ۸۲، بحوالہ سر و آزاد، صفحہ ۴۵۰ -

۲۹۲ تذکرہ ریحی گویمان، صفحہ ۸۲، از تلمین کاظمی -



یہ تو اپنے ہی اہل وطن کا افسوس جنوں اہل ان کی دید و وادید  
کی فلسفاتی داستان تھی۔ اب اغیار اور باہر والوں کی سرگزشت

بھی کچھ سن سیکھئے۔ ۲۹۲

مصر کے نامور مفکر اور قائد قاسم بک امین نے پردہ نسواں  
کے سلسلہ میں اسکی پوری تحقیق کی ہے۔ باوجود اپنی وسیع المشرقی  
روشن خیالی اور آزادی کے عورتوں کی بے پردگی، مردوں کی  
بے راد روی اور گھوڑے اور نظر بازوں سے بچانے کے لئے  
اس احتجاج و نقاب یا چہرہ کو چھپانے والے گھونگھٹ کو  
ضروری قرار دیا ہے۔ شاید موصوف کے نزدیک حجاب شرعی کی  
حد بند ہی یہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

”جس کسی نے تاریخ کو دیکھا اور پڑھا ہے اس کو علم ہو گا کہ  
اس عالم میں عورت کی زندگی کے دوروں میں سے حجاب و پردہ  
بھی ایک تاریخی دور تھا۔ فرانسیسی فلاسفر لاروسس LAROUSSE  
نے کلمہ ”نخار“ کے تحت میں لکھا ہے کہ یونان کی عورتیں ”نخار“  
استعمال کرتی تھیں، جس وقت باہر نکلیں اس کے ایک پلو سے  
مٹھ چھپا لیتی تھیں کانت نساء ایونان یسقفمن الخمار اذا خرجن

۲۹۳ فوج کا سردار۔ لشکر کش۔ دوسرے کو لائی کے مہار سے لے چلنے والا۔



و یخفین وجھن بطرف منہ کما هو الآن عند الامم  
الشرقیة۔ مشرق کی قوموں میں بالکل ایسا ہی دستور اب بھی چلا آتا ہے۔  
اُسی دیار کا وسیع العلم و محقق مورخ محمد طلعت بک عرب اپنی کتاب  
تربیۃ المراءة و الحجاب میں ان کا ہم آہنگ و ہم نوا ہے۔  
علامہ محترم سید سلیمان ندوی نے اپنے شباب اور سوانح کے  
بچپن میں ایک مضمون ”اسلام اور زنانہ ہند“ کے عنوان سے لکھا  
تھا۔ فرماتے ہیں کہ :-

”اور مہنی یاد و پیٹ کے آنچل کو چہرہ پر اس طرح لٹکانا کہ ”گھونگھٹ“  
نکل آئے اور چہرہ بالکل چھپ جائے، ہندوستان کی نہایت  
قدیم رسم ہے۔ جو ہر حصہ ملک میں عام ہے۔ اور ہر طبقہ میں پسندیدہ و  
رایج ہے۔ اس کے لئے ہر ہندوستانی زبان میں لفظ موجود ہے۔  
گھونگھٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ عورت اپنے سرال کے  
ہر شخص کے سامنے نکال کر بیٹھے۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سرال  
کے قریب پہنچے ہی اس کا نکال لینا عورت پر واجب ہو جاتا ہے۔“

۳۹۴ صفحات ۵۵ د ۵۴، ”تحریر المرأة“، مطبوعہ مکتبہ ترکی قاہرہ، ۱۳۱۶ھ

۳۹۵ مطبوعہ مصر القاہرہ، ۱۳۹۹ھ - ۲۹۶ معارف، نمبر ۳ جلد ۶، ستمبر  
۱۹۲۰ء صفحہ ۲۲۲، بحوالہ برٹن اینڈ انڈیا۔



## خاتم و معذرت

ذی علم زندہ دل پڑھنے والا! خدا خدا کر کے میری ہرزہ گوئی سے  
یادہ سرائی ۱۹۹۵ اور پریشان نگاہی ختم پر آئی۔ ساتھ ہی بنجامن فرینک  
بن ( BENJAMIN FRANKLIN ) ( ولادت ۱۷۰۶ء -

وفات ۱۷۹۰ء ) کا ایک حسب حال و نجسپ واقعہ یاد آگیا۔ جو ایک  
امریکی نژاد قادر الکلام صاحب قلم تھا۔ کچھ کم و بیش صدی پرانی بات ہے،  
جس کو میرنا صر علی خاں بہادر دہلوی نے ”صلائے عام“ میں نقل  
فرمایا ہے۔ ۱۹۹۵۔ فرینک بن کسی انگریزی رسالہ کی مجلسِ اداہ کا صدر  
تھا۔ کوئی صاحب اس کے پاس اپنی تصنیف لے کر پہنچے۔ عرض کیا  
کہ ”اسے چھاپ دیجئے“ ان کی طبع زاد کی ترکیب و ترتیب مجنوں کی  
برنگی طرح بے ربطا تھی۔ فرینک بن نے کہا کہ ”آپ کے کلام کی ترکیب  
و ترتیب ٹھیک نہیں“ صاحب تصنیف معقول پسند و زور دس

ش ۱۹۹۵ نے ہودہ۔ ۱۹۹۵ ترکی لفظ ہے۔ بیہودہ۔ گرم دنا پدید ۱۹۹۵ نمبر اولہ  
۱۵ جون ۱۹۱۵ صفحہ ۵۔ یہ امریکا کا مشہور خیال و وجود مصنف تھا جس نے سب اہل  
علم برق کے اصول دیانت کئے تھے۔ بسن میرا پیدا ہوا تھا۔



معاذہ فہم تھے فرمایا کہ ”جہاں سے آپ کو پسند آئے، چھاپ دیجئے۔  
میری طرف سے آگے تجھے، مقدم و موخر کی شرط نہیں۔ چاہے بیچ  
میں سے چھاپئے، چاہے آخر سے، جہاں سے آپ کی خوشی ہو چھاپ  
دیجئے۔“

مقبول، صحیح مدال کے اس نامعقول مجموعہ ہفتوات اور اس کے  
بے سلسلہ، سوختہ سامان اجزا کی حالت بھی یہی ہے کہ اس میں پچھلے اور  
پہلے کا خیال و لحاظ نہیں۔ جو کچھ چاہئے اور جہاں سے چاہئے اسے  
پہلے پرٹھئے۔ اور پہلا تیجئے۔ اور جو پسند نہ آئے، بے تکلف چھوڑ دیجئے  
فسانہ گو نیند کیونکر آئے، یہ سوچ رہ رہ کے ہی کہ تو نے

عجب کہانی کہی کہ جس کی نہ ابتداء نہ انتہاء

اس سید کار کو اپنی کم علمی اور اس پر غلط اندیشی و بے راہ روی کا  
اچھی طرح احساس ہے۔ اعتراض بھی۔ اس بلند آہنگ و دانش مند  
کاہم نوا کیسے ہو سکتا ہوں، جس نے یہ سبق دیا تھا:-

كَلِمَاتٍ غَرِيبَاتٍ فَاَحْتَمَلُوا هَمًّا كَلِمَةً حَكِيمَةً  
سَفِيهَةً فَاَقْبَلُوا هَا وَكَلِمَةً سَفِيهَةً فَاَعْفُوا هَا  
(دو باتیں بے محل تو ہیں انھیں گوارا کرو۔ دانائی کی بات جو نادان



کہے اُسے قبول کر لو۔ اور نادانی کی بات جو دانا کے اُسے بخش دو۔  
اس تنگ حوصلہ کو تہ دست کے حصہ میں فرزا نگی نہ اور دانا کی کہ  
پھول بہت کم آئے ہیں۔ خار و خشک لہے ہی سے اپنی ہوس کا دانا  
فراخ بھرا ہوا ہے۔ فائز وادہ

## عرض مقبول

حضرات ناشرین کا منت پریموں 'سپاس گزار' بھی۔ اس تجویز یا تحریر کا ایک  
خاکہ میں نے مئی ۱۹۴۷ء کے 'شاہکار' میں شائع کیا تھا۔ جب ہر طرف سے  
سکوت رہا تو میں نے بھی تجسس و تلاش فرید کا خیال چھوڑ دیا۔ اور دوسری علمی  
و ادبی خدمتوں میں مشغول ہو گیا۔ تھکا ہوا مسافر دم لینا درکنار، ابھی بیٹھنے  
بھی نہ پایا تھا کہ ان عزیزوں نے مہم ملی ہوئی کہانی یا دہلائی۔ اپنی توجہ و التفات سے سرگرم و  
مہرور کا در کھا اور یہ اوراق بہ تجلّت تمام سیاہ کر دیے۔ اچھا۔ ایک بیدار گروہ فرزا اور یہی  
اس کے بعد طباعت و اشاعت میں جو تاخیر ہوئی یا محبوبات پیش آئیں ان پر افسوس  
ہے۔ مقامی حالات و انتظامی موانع سے ناگزیر تھیں۔

نہ دانش مندے۔ انہ گمانے دار دانہ۔ ہندی گو کھروچا ایسے ہی لہے کے  
ہے ہوتے میدان خنک میں ڈال دے جاتے ہیں۔



# فہرست مضامین

صفحہ ۱۰	قاضی ضیاء بنی	صفحہ ۱	چشم کرم
۱۰	شمس سراج عقیف کی روایات و تحقیق	۱	معاشرت
۱۱-۱۰	سیاحت نامہ ڈی لیٹ متوطن ہولانڈ	۱	قوائے نفسانی
۱۱-۱۲	کرنیل ٹاڈ - راجپوتانہ - تاریخ راجستھان	۲	ایک لطیفہ - میڈم راگوزنی کی معرفت
۱۳	کرنیل کے لیسن کا فیصلہ	۳	تاریخ قنوج
۱۴	بشپ سیر کی صاف گوئی	۴	شیخ شیراز، سعدی
۱۴	ولیم کروک ٹاڈ کی ستائش راجگان!	۵	حسن و عشق کے پیام رساں دو
۱۵-۱۶	بھاشا زبان - ناگری اور دیوناگری	۵	طاسے جامی
۱۵	سر سید احمد خان - آثار الصنادید	۶	عفت آب دیویوں کی فطرت و صلاحیت
۱۵	کارسان دی تاسی کے خطبات	۷-۸	عرض مطلب - اداس خیال
۱۵	ایف - ایس گروس کا مقالہ	۸	شیکسپیر کا قول - فطرت کا عمل
۱۶	پیٹر وڈی لاویلی کا سیاحت نامہ	۸	مخلط قرابتیں
۱۶	محمود علی کا ہندی قصیدہ	۸	ہندوستان کی زبانیں
۱۶	خواجہ جمال الدین استرآبادی	۹	حکیم بیرونی - کتاب الہند
۱۶	سلطان ابو سعید مرزا کے تحفے	۹	اردو ہٹناگری
۱۶	شیخ علاء الدین سفارت پر	۱۰	اصطخری، ابن حوقل - سفر نامے
۱۶	طا قاسم ہندو شاہ - تاریخ فرشتہ	۱۰	مہاج سراج جرجانی
۱۶	مولوی امیر احمد علوی - شان مان مالوہ	۱۰	سراج الدین سامانی



گھوڑوں، ہاتھیوں، توپوں، ہتھیاروں	۱۸-۱۷	محمود اعظم - راجا جنداکا مدھیہ
پھلوں اور گنیزوں کے نام	۱۹-۱۸	کا صلد جزیل
پنڈت سری رائن چندر دیدی کی تحریر	۱۸	حکیم شمس اللہ قادری کی اطلاع
ہندی کے شاعر مسلمان بادشاہوں	۲۰	مسد اشاہ تغلق کی ہندی دانی
کے دربار میں	۲۰	قصر شاہی - سرگ دواہی نام
خواجہ عشرت لکھنوی کی تحقیق	۲۰	موسویہ مس - سنسکرت سے پہلے ہندی
برج بھاشا - لیچھ کی زبان - رواج	۲۰	بتاتے ہیں
سکندر لودی اور فارسی کا دور دورہ	۲۰	ہندی تو رانی الاصل ہی
۵۴	۲۰	پروفیسر سکس مولر کی رائے
کاسیموں اور ہندوؤں کا عربی فارسی پڑھنا	۲۱-۲۰	قرآن مجید میں ہندی کے الفاظ
رانی مان بانی کا بیباہ	۲۱	ذوالکفل - جودی، وغیرہ
شہاب الدین غوری کے زمانہ سے فارسی کا عروج	۲۱	برہم چاری دھرم پال کی تلاش الفاظ
ہندو امر کا فارسی بولنا	۲۲	ہماری صوبہ اور پورب کے دفاتر کی زبان
آپس کی چھڑ چھاڑ	۲۲	دربار کی زبان فارسی - گھڑوں میں ہندی
۳۲-۳۱	۲۲	بھاشا
مان سنگھ - گج سنگھ - جو سنگھ	۲۲	شیخ محمد جالبی اور شہنوی پداوت
جسوت سنگھ کی تعیناتی، حمم کابل	۲۲ تا ۲۳	ہندوؤں کو خطا بات بھاشا کے
جنرل بھاؤ سنگھ - راج راج سنگھ	۲۳	متعدد نظریں اور مثالیں
خاناناں عبدالرحیم کا بہت سی زبانیں	۲۳	جودھ بانی - جگت گو شائیں پال متی
جانشا	۲۳	کئی اور زبانیں اور بیگمیں
ٹوڈرل - فارسی میں حسابات	۲۵	عالمگیر کا ہندوانہ نام اور خطا بے نیا
۳۳		
پرنسپل بلاک مین کا ایک نمونہ		
۳۵-۳۴-۳۳		



۴۱	گوردگو بند سنگھ کے خطوط اور گرتھ	۳۴	ایک نئی بولی - اردو
۴۱	کپتان ہاکنر اور جہانگیر کا دربار	۳۴	بھائی پرمانند کی تاریخ راجستھان
۴۲	ترکی میں بات چیت - رات اور صبح کے نام	۳۵	فارسی کے ہندو مصنفین - ٹیک چند
۴۲	فارسی کو زوال - نہ صحت	۳۵	بہار وغیرہ
۴۲-۴۳	اردو کی بنیاد اور فروغ	۳۶	ان کا طرز آغاز تحریر
۴۲	اردو کی سب سے پہلی تصنیف - جویو میں	۳۶	کابیتوں کا علمی عروج
۴۵	آزاد بلگرامی - بھاشا کے بعض قواعد	۳۶	کلمہ کی راج نرنگینی
۴۶-۴۵	عربی فارسی سے ہندی کا مقابلہ	۳۶	سراوریل اسٹاین
۴۶	ہانیوں کی خوبیاں - پروفیسر کرپال سنگھ	۳۷	اردو میں سنسکرت الفاظ
۴۶-۴۷	ظفر خاں کی زبان میں	۳۷	فارسی سے سوریوں کی دشمنی
۴۷	ہانیوں کے نام کے ساتھ "ہا" صبیہ	۳۷	پروفیسر محمود خاں شیرانی کی تحقیق
۴۸-۴۷	ہان ہائی کی تربیت اور سلیفہ	۳۷	مذہب تصوف اور شاعری
۴۹	سلطان دانیال - ہندی پر فریفتہ	۳۸	طب یونانی ہندوستانی قصا میں
۵۰-۴۹	خدیجہ الزمانی رقیہ سلطان	۳۸	افغانہ کی نسل اور زبان
۵۰	محلات میں ترکی بول چال رنگ ڈھنگ	۳۹-۳۸	ہودیوں اور سوریوں کے فرامین اور سگے
	جودھ ہائی کلاں جودھ ہائی خورد	۳۹	اوزنگز کے دو خط، رانا کی ماں کے نام
۵۲-۵۱	ہان ہائی، ملکہ جہان اور ترکی زبان	۴۰	ہانی کرناؤتی کا ہاپوں کو رکھی بھیجا
۵۲	بادشاہ اور امرا کی زبان چغتائی	۴۱	غوریت کا خاوند کو نام لے کر بلانا
۵۲	رقیہ اور جہان آرا کی زبانوں پر قدرت	۴۱	غورتوں کا طریق زندگی
۵۴	تیموری شاہزادوں کی تعلیم و تربیت	۴۱	فارسی کا چرچا، حیدر سو برس تک
۵۵	بھاشا پر عبور کامل	۴۱	سکھوں کا دفتر، فارسی میں



۵۵	عورت کو آقا کی احتیاج	۸۰-۷۹-۷۸	اخلاقی تعلیمات کی حقیقت
۵۶	کسی پیشہ ور عورت کا ایک کنیز سے مخاطبہ	۸۱	پرہیزی راج - اُسکی رانیاں
۵۷	مشائخ اور درویشوں کا کلام ہندی میں	۸۶	داستان باستان - رانی کی کہانی
۵۸	راجپوت فیروں کا رفتہ رفتہ میل جول محبت	۸۷-۸۶	کلمن کی ناپاک رائے - عورتوں کی نسبت
۵۹	شاہجہاں کا مراکم دربار کو بدلتا	۸۹-۸۸	نسبت پر نگاہیں - عربی فارسی انگریزی میں
۶۰	علاء الدین خلجی اور پدمنی کا عشق	۹۵-۸۹	ستی کی بہادری
۶۱	رانیوں کا چہرہ ہر آگ میں جل مرتا	۹۱-۹۰-۸۹	یوڈیر کول بردک اور مسٹر ٹائیڈ
۶۱	خواجہ غیاث الدین - تالیخ فیروز شاہی	۹۱	بارنٹ - پورن چند - میڈیم راگوزن کے
۶۲	اکبر - کندہ بہم چادی - جگت گورد		اقوال
۶۳	ساج العارفین و اکبر کی شناگری	۹۲-۹۱	ستی اور استری دھن
۶۴	ہیمو کا قتل	۹۲-۹۱	غلامی اور بیوہ
۶۵	اکبر کے ہاتھ سے ایک تصویر بن جانا	۹۳	شریحہ اور ستی
۶۵	نوروز - خوش روز	۹۵-۹۴	آزاد بلگرامی - قفس اور ستی
۶۹	ہر النساء سے جہانگیر کی آنکھ لگنا	۹۴-۹۵	آگرہ کا ایک واقعہ - ملاوئی کی درد انگیزاں
۷۱	سب سے بڑا راز مودخ کا قلم ہے	۹۶-۹۶	ستی حسن و عشق - امیر خسرو
۷۱-۷۶	قلعہ میں زمانہ و مردانہ بازار	۹۸-۹۷	طعن اور صنف نازک کی خوبیاں
۷۶-۷۲	بے اعتدالیاں	۹۹-۹۸	اکبر کی رانیوں سے بات چیت ؟
۷۷-۷۳	پرہیزی راج کی رانی پر اکبر کی فریفتگی	۱۰۱-۹۹	اکبر کا مان سنگھ اور مرزا غازی کوڑہر دانا
۷۴	دراز دستی - نجات	۱۰۴-۱۰۳	اکبر اور باز بہادری کی بیگم
۷۵-۷۴	رام سنگھ کی عورت - گلنگ	۱۰۵-۱۰۴	غیر مسلم بی بیاں اور اکبر کی بے راہ روی
۷۷	اکبر کے پاکبازانہ دلو سے	۱۰۶	شمس الدین الشمس کی ایک حکایت



۱۳۰	بہکت تلشی داس کے اشوک	۱۰۷	شمس الدین اہتمش کی نیک کرداری دیندار
۱۳۱-۱۳۲	میران بائی - اکبر اور تان سین	۱۰۸-۱۰۹	"مقبول" نامقبول کی معذرت
۱۳۱۲	خواجہ حالی کی زرگانہ پسند	۱۱۰	مصنعت کے پیش منظر
۱۳۲-۱۳۵	مغل شاہزادیوں کا پردہ - صلوات اللہ علیہ	۱۱۰	کتاب کے آگے آنے والے حصے
۱۳۶	میں ناڈ - رقص عرمانی	۱۱۰	راجپوت خواتین کی پوشاک رنگ ڈھنگ
۱۳۶	راجستھان کی خواتین - پس پردہ	۱۱۱	کاسنگ اور زیور
۱۳۷	شاہی محلات کی زندگی بے روح	۱۱۲-۱۱۳	لباس میں اصلاحیں اور ترمیمات
۱۳۹	شاہی محلات کی ریت رسم - راجپوتوں کا	۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸	دامن - چولی - انگلیا - چولی دامن
	سراغجام	۱۱۹	محرم - سینہ بند - پستان پوش
۱۳۱ اور ۱۳۰	پردہ دار زنانہ سواریاں	۱۱۸	ساری - عربی شاعری
۱۳۲	عورتوں کے زیور نبض اور طبیب	۱۱۹-۱۲۰	پردہ
۱۳۲	دلی کے شاہزادوں کا انگریزوں سے	۱۲۰	پردہ کی تاریخ - نئے اور پرانے قبائل - ۱۲۱-۱۲۲
	شادی بیاہ	۱۲۳	حاکم و اقوام میں
۱۳۳	عورت باتیر نام حسن ہر	۱۲۳-۱۲۴	بعض اقوام میں پردہ کی رسم - روانج
۱۳۵	فرہنگ و حواشی	۱۲۴-۱۲۵	فرنگستان میں پردہ کا دستور اور ضرورت
۱۳۵-۱۳۶	راجپوت کس کو کہتے ہیں	۱۲۶-۱۲۷	فارہین - لنگو بارڈی - دزی گوٹھ
۱۳۵	ان کا دعویٰ - اہل علم کی روایت	۱۲۸	رد سی حکیم کی نصیحت
۱۳۵ اور ۱۳۶	تاریخی حیثیت سے کس کی اولاد ہیں؟	۱۳۸	چین میں عورتوں کے حقوق
۱۳۶-۱۳۹	نام کی ترکیب - سنگھ کے ساتھ	۱۳۸	ہندوستانی فلسفہ کے سبق اور تاریخ
۱۳۶	نمک حلال و وفا شعار جنگ جو بہادر	۱۳۹	منوجی کی تعلیمات بعض حقوق سے محروم کرنا
۱۳۸-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۳		۱۴۹	عورتوں کی ناخوشی - بددعا



انیون کھانے کھلانے کی عادت - عمل ۱۴۷-۱۵۱	اس بلند طبقہ کی موجودہ حالت ۱۴۵-۱۴۶
۱۳۸ رستم کا ہندوستان آنا	۱۶۷ مغل
۱۴۹ سلطنت کے برہمنوں اور زمینداران	۱۶۷ بیاس راس کی مغلوں کی تاریخ
۱۵۰ راجپوتوں کی نازک مزاجی اور درنجی	۱۶۷ مغل کا تلفظ - لغت ترکی میں معنی و
۱۵۱-۱۵۰ سرداری کی خوبیاں - بیاقت	۱۶۷ مطلب
۱۵۱ رانائے اودے پور کی انشاد و خطوط	۱۶۷ ہندوستان میں مغلوں کی سلطنت کی عمر
۱۵۱ برنارڈ شا کا تجربہ و فیصلہ	۱۶۸ چنگیز اور تیمور سے سلسلہ نسب
۱۵۲ عورتوں کا احترام و اعزاز	۱۶۸-۱۶۹ بابر کی اصل نسل - مردانگی - شائستگی
۱۵۳ سلطنت کی طرف سے رعایتیں - جرائم کی سزا	۱۶۹ مغل بادشاہوں نے اسلام کی کیا حدت کی؟
۱۵۴-۱۵۳ راجپوتی شان	۱۶۰ محمود غزنوی کا راجہ سندھ کو جواب
۱۵۴-۱۵۹ مسلمانوں سے رشتہ و قرابت	۱۶۰ پروفیسر آرنلڈ کا خیال
۱۵۵ بعض تاجداروں کی ہندو بی بیاں	۱۶۱ منوچی کا سالہا سال کا تجربہ
۱۵۸ شاہجہاں کی مشفقانہ حکومت	۱۶۱ گن اور مسلمانوں کے عروج و زوال
۱۶۰-۱۶۱-۱۵۹ راجپوتوں کی کج روی و بے وفائی	۱۶۱ کی تاریخ
۱۶۲ شاہزادہ اکبر کی دو بیگمیں رانی	۱۶۲-۱۶۳ "مرزا" اور "بیگ" کی تحقیق و تعبیر
۱۶۳ جسونت سنگھ کی پناہ میں	۱۶۳ ملا عبد الرحمن جامی
۱۶۴-۱۶۳ شاہزادہ اکبر کے نو مولود لڑکوں کی پرورش و تربیت	۱۶۳ جامی کے فضائل
۱۶۳ راجپوتانہ کی شائستہ و خوش سلیقہ کماریاں	۱۶۴ بادشاہوں کی قدر شناسی و تعظیم
۱۶۵ راجپوت اپنی بی بی کا نام نہیں لیتا	۱۶۴-۱۶۵ اہل کمال کی تراخوانی و عقیدت
	۱۶۵ توران



۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲	اس کی تصانیف	۱۷۶-۱۷۷	تورانوں کے ہندوستان میں کام - قدر
۱۸۱	ایک تصنیف کا صلہ ہاتھی برابر چاندی	۱۷۶	توران - اور رار النہر - سمرقند
۱۸۲	جس نے پرانی کتابوں کو باز کیچہ اطفال بنا دیا تھا	۱۷۶	توران کی آبادی - زبان اور اسکی نشاں
۱۸۲	ہو معشر فلکی	۱۷۷	زبان میں
۱۸۲	ہندوستان میں قیام دس سال	۱۷۷	ہر بارہ میل پر بولی بدل جاتی ہے کیفیت
۱۸۲	ہندوستانی زبانوں اور علموں کو بحد	۱۷۸	ہندوستانی زبانوں اور بولیوں کا استقصا
۱۸۳	کمال سیکھ لینا	۱۷۸	ہندوستان اقوام کا عجائب خانہ ہے
۱۸۳	الومعشر کی تصنیفات	۱۷۸	کی غیر آریائی زبانوں کا لغت
۱۸۳	ابو اسحاق فاضل سی	۱۷۹	کھڑی بولی - ہندوستانی
۱۸۳	بڑا سیلج - ادقیانوس تک کی سیر و سفر	۱۷۹	سنسکرت اور ڈراوڑی زبانوں سے
۱۸۳	ہندوستان بھی آیا تھا	۱۷۹	ہندی بنی ہے
۱۸۳	ملکوں کے مکمل حالات لکھے ہیں	۱۷۹	چھوٹے سے سوپر زلینڈ میں زبانوں
۱۸۳	علم جغرافیہ تاریخی کا منشی و بانی	۱۷۹	کا عظیم اختلاف
۱۸۳	تصانیف - ہولاند میں طبع ہوئی ہیں	۱۸۰	ابوریحان
۱۸۳	ابن حوقل	۱۸۰	جامع علوم و کمالات شخص
۱۸۳	ایک شہر سیاح - اٹھارہ سال تک	۱۸۰	مختلف ملکوں میں اسکی سیاحتیں
۱۸۳	بحر و بر کا سفر	۱۸۰	ہندوؤں کے علوم اور سنسکرت کو یکساں
۱۸۳	بڑا تاجر	۱۸۱	بہتر
۱۸۳-۱۸۴	بڑا مصنف	۱۸۱	سکھنے میں دشواریاں مشکلات
۱۸۴	معمول سے کہیں زیادہ معلومات	۱۸۱	سکھانے میں تعصب
	فرام کر دیتا ہے	۱۸۰-۱۸۱	بقول شبلی بولی سینا کا حریف مقابل



## کرنیل ٹاڈ

۱۸۴

باپ اور بھائی امریکا سے آئے تھے ۱۸۴-۱۸۵

جیمس ٹاڈ سترہ برس کی عمر میں ہندوستان آیا ۱۸۵

راجپوتانہ میں مختلف عہدوں پر تعینات ۱۸۵

رہنمائی میں راجپوتانہ سے گئے تعلقات ۱۸۵

نتیجہ - بدنامی - بالآخر استعفاء ۱۸۵

رائل ایشیائیٹک سوسائٹی کے لئے مساعی ۱۸۵

خدمات ۱۸۵

عظیم الشان کتب خانہ سوسائٹی کے حوالہ ۱۸۵

تاریخ راجستھان و دیگر تصنیفات ۱۸۵-۱۸۶

ان کی تحریرات و تحقیقات پر اعتراضات ۱۸۶

ولیم کرک اور اسکے کامیابیوں کا تذکرہ ۱۸۶

غلطیوں کی بنیاد اور وجوہ ۱۸۶

راجپوتانہ والوں کی نسل کو تاریخی بتانا ۱۸۶-۱۸۷

گروس اور جیمس ۱۸۶

پرانے انگریز سولین ۱۸۶

ہندی زبان نیز دیگر ہندوستانی زبانوں کے ۱۸۶

سے ان کا شغف ۱۸۶

خطبات گارسان دی تاسی کی تحریر ۱۸۶

گروس کی استمداد ۱۸۶

ہندی نظم پر تھوڑی راج راسا کی اشاعت کیلئے ۱۸۶

چند برسوں کے راجپوتوں کا "ہومر" تھا ۱۸۸

پادری لانگ کی تائید ۱۸۸

انتظام ہوا - جیمس نے اپنے ذمے لیا ۱۸۸

گروس ۱۸۸

متحرک تصنیفات - برہمنوں سے سبق - ۱۸۸

فیض صحبت ۱۸۸

عمارات و آثار قدیمہ پر التفات ۱۸۸

ڈسٹرکٹ گزٹروں کی دوستی - ان کے ۱۸۸

فیض ۱۸۹

تلسی داس کی رمان کا ترجمہ - اشاعت ۱۸۹

جیمس ۱۸۹

فلالوجی کا مہتمم مشرقی زبانوں مصنف ۱۸۹

اردو کی وسعت فصاحت و سلاست کا ۱۹۰

تاریخ ۱۹۰

محمود علی ۱۹۰

مالوہ کا اولوالعزم فرمانروا ۱۹۰

قلم تلوار اور تعمیرات کا بادشاہ ۱۹۱

سات منزل کی مینار فتح ۱۹۱-۱۹۰

ولیم فتح، بیوریج اور جوردن وغیرہ کی روایات ۱۹۱

محمود کی خوبیاں اور صفات ۱۹۲

مالوہ - وجہ تسمیہ - صداقت ۱۹۲



۱۹۸	حضرت نوح کی دیگچی	۱۹۳	پے تخت - مانڈو شادی آباد
۱۹۸	یہودیوں کا دعویٰ ارا یا ط میں ناز کا ٹہرنا	۱۹۲	مالوہ - یونان ثانی
۱۹۸	عہد نامہ قدیم سے استناد	۱۹۳	محمود کے وقائع ذات و سوانح
۱۹۸	ہندوؤں کا قول - اجودھیا سے مقصود ہے	۱۹۲	علوم و فنون کو ترقی دینے والا
۱۹۸	ہندوستان میں طوفان نہیں آیا تھا	۱۹۳	راجاستھا
۱۹۹	میری کتاب فقہتہ الجودی و القرآن	۱۹۳	ہندی کا متین اور اچھا شاعر
۱۹۹	توہینیں بک کا مقالہ دیوان شعر اللہ میں	۱۹۳	سلطان کی مدح میں قصیدہ - قدر
۱۹۹	یورپ علوم و علما کا مخزن	۱۹۳	شناسی - صلہ
۱۹۹-۲۰۰	یورپ - پریت - صوبہ آگرہ	۱۹۳	نیدرہ قلعے کا بھر کے سوا مرحت ہوئے
۲۰۰	آگرہ سے لاہور کا فاصلہ	۱۹۴	مورخین کی روایات و اقوال
۱۹۹-۲۰۰	ایک غلط فہمی - توضیح	۱۹۴	ذوالکفل
۲۰۰	صوبہ کی تعریف - سرکار - چنگ - پرگنہ	۱۹۴	قرآن میں یہ نام دو جگہ آیا ہے
۲۰۰	ملک محمد جالسی	۱۹۴-۱۹۵	ہندی و عربی معنی
۲۰۰	سکونت - وفات	۱۹۵	کیل و ستو شہر - راج دھانی - ہاتھابوڈ
۲۰۰	ان کے متعلق مولانا شبلی کا قول	۱۹۵	مورخین کے اقوال میں اختلاف
۲۰۱	ایک ہندو فاضل کی تحقیق	۱۹۵-۱۹۶	کیل جی منی سے اختلاف تفصیلات
۲۰۱	تلسی داس کی رامین ملک محمد کی	۱۹۶	اشخاص اور مقامات کے ناموں کا جزو کپل
۲۰۱	بنیادوں پر قائم ہوئی ہے -	۱۹۶	جودی
۲۰۱	"تعارف تاریخ" - رامین کی توصیف	۱۹۶	چھوٹا سا پہاڑ - اس کا موقع
۲۰۱	گوشتا میں تلسی داس کا کمال - ثنا خوانی	۱۹۶	قرآن کی آیت - نوح کی کشتی کا ٹہر جانا
۲۰۲	پدمنی - پیدماوتی	۱۹۶	کشتی کے ٹکڑے - گندے تعویذ



۲۰۵ { جنونِ نازہ - دونوں فریق کا جو شش و	۲۰۲	لفظی معنی
دولہ جنگ	۲۰۲	فرمانروا سے لشکر کی بیٹھا
۲۰۵ { بہات سوڈو لیوں میں فوجی سورما	۲۰۲	رتن سین (بھیم سی) زبردستی چھین لایا تھا
زنانہ لباس میں	۲۰۲	علامہ الدین کا دلورہ شوق
۲۰۵ { شکر دں کا مقابلہ	۲۰۲	آئینہ میں جھلک دیکھ لینے پر رضا مندی
بھیم سی موقع پا کر جان بچا کر نکل بھاگا	۲۰۲	بھیم سی کا قید ہو جانا - رانی
۲۰۵ { پانچ ہزار راجپوت کام آئے - عورتیں	۲۰۲	راجہ دیو مال کا عشق - دلچسپ حالات
ستی ہو گئیں	۲۰۲	اس کے متعلق شویاں اور نظمیں
۲۰۵ { کچھ زمانہ بعد علامہ الدین کا پھر زبردست حملہ	۲۰۲	پرمادت پوری زبان میں
گھنسان لڑائیاں - سیرنگیں - تلواریں	۲۰۲	زمانہ تصنیف
۲۰۵ { دیوار توڑ دی گئی	۲۰۲	شیر شاہ سور کے نام سے منسوب
۲۰۶ { ہزاروں بہادر مارے گئے	۲۰۳	شیخ محمد کے قلم کا نسخہ بھاول پور میں موجود ہے
جوہر کا حکم - راجپوت اور کسیری پانا	۲۰۳	قاری اور انگریزی شرد نظم میں یہ قصہ
۲۰۶ { مگر بدیشی کا محل علامہ الدین نے محو طور کھا	۲۰۳	مختلف مصنفین
وہ قصر بھی جہاں رانی کی جھلک دکھائی	۲۰۳	اس کتاب کا بنگالی ترجمہ - سو برس کے اندر
۲۰۶ { گئی تھی -	۲۰۳	محرک ایک مسلمان راجا تھا اور مترجم ایک
۲۰۶ { بدیشی کا محلو ت کدہ آبائی محل بھی - تالاب	۲۰۳	مسلمان بنگالی
اور مندر بھی	۲۰۳	بدیشی کا واقعہ - تفصیل و تحقیق
۲۰۶ { زیر زمین کمرے بھی جہاں راجپوت نیوں	۲۰۳	علامہ الدین کے افعال مذمت گردائیاں
نے جوہر کیا تھا	۲۰۳	بھائی پرمانند کی دلچسپ داستان
۲۰۶ { انی راے دامن	۲۰۳	بدیشی کا گھونگھٹ نکالنے - خنجر لپیٹنے
		تم گھڑا ہوتا -



- ۲۰۷ { قلعہ گوالیار پر قابض  
شاہزادہ خسرو کا راجہ کی حراست  
میں دیا جانا  
۲۰۸ { بیگمات کا منع کرنا۔ سماجت و امراء  
راجا کے مخالفین کی سعایت و غمازی  
۲۰۸ { بالآخر حکم ہوا خسرو آصف خاں  
کے حوالے کر دیا جائے  
۲۰۸ { رات ہی میں آصف خاں ہاں پہنچا  
راجہ نے عذر کر دیا۔ حوالہ نہیں کیا  
صبح ہوئی۔ دربار لگا۔ انی رائے نے  
۲۰۸ { واقعہ گوش گزار کیا  
تاہم خسرو آصف خاں کی نگہداشت  
۲۰۹ { میں دیدیا گیا  
نام الوپ سنگھ۔ ذات بڑگوچر  
۲۰۹ { شیر کا اچانک حملہ۔ راجہ کا مقابلہ کرنا  
بادشاہ اور شاہزادوں کی جان بچانا  
۲۰۹ { خود جہانگیر کی تحریر۔ سرگزشت  
انشا پر داند۔ نامہ نگار  
۲۰۹ { انی رائے نام پھر تو بہت مقبول ہوا  
اودے پوری  
۲۱۰ { نام رکھنے کی وجہ۔ اختلافی اقبال  
۲۱۰ { لفظی معنی۔ ٹاڈ کی روایت۔ اوروں  
کی تحریریں  
۲۱۱ { پروفیسر نجیب شرف کی توجیہ  
۲۱۲ { اسکی اصل نسل کا پتہ چلانا دشوار  
حکیم نجم الغنی خاں کی تحقیقات و نتائج  
۲۱۲ { راجہ ستھان میں  
اصلی نام سر دی۔ مگر خیداں حسین نہ تھی  
۲۱۲ { دلیم آیر دین اور اودے پوری کا تذکرہ  
۲۱۱ { مادر کام بخش۔ پہلے داراشکوہ کے حرم  
میں تھی۔  
۲۱۱ { اس سے پیشتر ایک مقاصد  
۲۱۱ { سر جادو نامہ سرکار کی تفتیش  
۲۱۲ { جلال الدین شروانی، تذکرہ عالم  
راحت افزا کے بیانات  
۲۱۲ { عالمگیر کا مرتے وقت اس کی رفاقت  
کی واد دینا  
۲۱۳ { شاہزادہ کام بخش کو خط  
بھاشا  
۲۱۳ { سادہ بھاشا سنسکرت کی آمیزش  
۲۱۳ { سے خالی  
۲۱۳ { اینڈ تہ بزم موہن کپتی کا پیرناگریز قیل و قال



- ۲۱۸ عورتوں کی زبان سادہ و سبے تکلف
- ۲۱۸ الفنسٹن اور سکندر لودی کی بُرائی
- ۲۱۸ سکندر لودی اور نیروز شاہ کا مسلمان
- ۲۱۸ عورتوں کو فرارات پر جانے سے روک دینا
- ۲۱۹ فارسی تعلیم کا رواج ہندوؤں میں
- ۲۱۹ فتح کانگرہ - ایک کتاب خانہ کی دستیابی
- ۲۱۹ کچھ کتابیں فارسی میں ترجمہ کر آئیں اور لکھائیں
- ۲۲۰ ایلٹ اور لکھنؤ کے ایک کتاب خانہ
- ۲۲۰ میں نجوم پر ایک کتاب
- ۲۲۱ سکندر لودی کی تشویق تعلیم - سراسر
- ۲۲۱ مسجد و بازار بنوانا
- ۲۲۲ تاریخ داؤدی اور جام جہاں نما سے تائید
- ۲۲۲ شہاب الدین غوری
- ۲۲۲ ہندوستان کی تیجہ - عہدِ حکمرانی
- ۲۲۲ امام فخر الدین رازی کا اعزاز و احترام
- ۲۲۲ مسجد قوۃ الاسلام یا مسجد آدینہ کی تعمیر
- ۲۲۳ چند چم و بے شاعر
- ۲۲۳ نام اور زمانہ - پر تھی راج کی قد شاسی
- ۲۲۳ وفاداری
- ۲۲۴ سکونت - وطن کی تحقیق - کمال فن
- ۲۲۴ "راج راسا" میں پر تھی راج کے واقعات نظم
- ۲۱۳ سمیت ۱۲۴۸ بکرمی کا ایک خط
- ۲۱۳ پر تھابائی کے شوہر کا لڑائی میں مارا جانا
- ۲۱۳ سنی ہونے سے پہلے رانی کا چھوڑ کر خدا لکھنا
- ۲۱۴ عربی فارسی الفاظ مسلمانوں کے رائج
- ۲۱۴ پہلے عورتوں کے استعمال میں آنے لگے تھے
- ۲۱۴ رجواڑہ
- ۲۱۴ معنی و مقصود
- ۲۱۵ قحبہ خانہ - نیراجکان کے رہنے کی جگہ
- ۲۱۶ آگرہ کا تاریخی رجواڑہ - عمارات
- ۲۱۶ کرنیل ٹاڈ کی ترکیب و تعبیر
- ۲۱۶ کاسیتھوں
- ۲۱۶ کا فارسی پر پڑھنا پڑھانا
- ۲۱۶ مولوی سعید احمد کی تحریر ہندوؤں کے متعلق
- ۲۱۶ پہلے عربی فارسی نہیں پڑھتے تھے
- ۲۱۶ سکندر لودی نے بلایا
- ۲۱۶ برہمنوں چھترپوں ویشوں کا عذر و انکار
- ۲۱۶ مگر کاسیتھوں نے خوشی سے منظور کیا
- ۲۱۶ بیشتر یسکرت کی کتابت کرتے تھے
- ۲۱۶ پھر اور اقوام کے ہندو بھی عربی فارسی
- ۲۱۶ پڑھنے اور پڑھانے لگے



- ۲۲۵ { بھائی پرمانند کی تاریخ راجستھان میں  
ہندی بھاشا کا ذکر
- ۲۲۵ { اسی گورو کے چیلے
- ۲۲۵ { سلیم شاہ اور مرزا کامران کی بے لطف  
صفتیں
- ۲۲۶ { دربار میں آواز سے کہے جاتے تھے۔  
جواب دے جاتے
- ۲۲۶ { خانخاناں عبدالرحیم  
حالات اور کارنامے۔ عجب ابائی کے  
قلم سے
- ۲۲۶ { کئی زبانوں میں کلام۔ شاعرانہ عروج و قدر  
ہندی شاعری۔ فارسی زبان۔ واقعات باری
- ۲۲۸ { جہانگیر کی آرائشی  
لوڈر مل
- ۲۲۸ { ذان پات۔ حالات۔ انتظامات۔ دیوان  
الشرف
- ۲۲۹ { وطن۔ اختلافات اقوال  
شیر شاہ سوری کے عہد میں کارنامے نمایا
- ۲۲۹ { اکبر کے زیر حکم فتوحات بنگال و بہار  
زمین کی پیمائش۔ زمینیں و شہر۔ شخص
- ۲۲۹ { شریک کار۔ امیر متحہ اللہ شیرازی
- ۲۳۰ { نادر شاہ ہندوستان سے بہت سے غنمی  
اور محاسب بھی لے گیا تھا
- ۲۳۰ { اسی گورو کے چیلے
- ۲۳۱ { پروفیسر رابرٹس کی سائنس ٹوڈر مل  
دفا تر کی زبانیں
- ۲۳۱ { سلطان محمود کے وزیر نے سرکاری تحریات  
عربی سے فارسی میں کر دیں۔
- ۲۳۲ { ابراہیم عادل نے فارسی سے اردو میں  
منتقل کر دیں۔
- ۲۳۲ { برہمنوں کا عمل دخل۔ ہندی میں کاغذات  
کانگو سے پیشتر برہمن سلاطین اسلام
- ۲۳۳ { کی نوکری نہیں کرتے تھے۔
- ۲۳۳ { بھائی پرمانند کی تنقیدات تاریخ ہمارے  
میں۔
- ۲۳۴ { اکبر کا دفتر مالی  
وسعت۔ گنجائش
- ۲۳۴ { اورنگ زیب کے شاہی دفاتر میں ہمراہ  
رہتے تھے۔
- ۲۳۴ { ان کی بار برداری۔ تفصیلات  
راج ترنگنی اور چندت کلہن میں
- ۲۳۴ { راج ترنگنی۔ چار دفتروں میں منظوم سنسکرت



- ۲۳۴ راجپوت لڑکی تھی
- ۲۳۵ مخلوط قراتیں۔ مورخوں کا غم و غصہ
- ۲۳۵ اپنی اپنی ذاتوں کے اندر شادیاں
- ۲۳۶ { پنڈت ایشری پر شاد اکبر کی مصلحت  
اندیشی کی داد دیتے ہیں
- ۲۳۶ انیسر۔ پرانی راج دھانی۔ موقع
- ۲۳۶ جھوپڑ کی بنیاد۔ گلابی شہر
- ۲۳۶ { ادسے سنگھ، دوناراجہ، ایک ہزاری  
ستائیس رانیاں
- ۲۳۶ جھوپڑ کا ایک قدیم پیالہ
- ۲۳۶ اسکی نسبت ایک واقعہ۔ روایتیں
- ۲۳۶ تالیخ کی ودق گردانی۔ راجا بھارمل
- ۲۳۸ جھوپڑ کی اولیات و خصوصیات
- ۲۳۸ { فارسی زبان کو فردغ۔ نہ ہی ادارے  
دائرے نام
- ۲۳۸ { پرانی کتابوں کے ذخیرے۔ سرکاری  
پوکتی خانہ
- ۲۳۸ کلمات طبیات۔ قیمتی مخطوطات
- ۲۳۹ { زینج محمد شاہی یا جہر منتر یا صد خانہ  
جھوپڑ
- ۲۳۷ اس کے حصے۔ اور زمانہ تصنیف۔ نام۔ آغاز
- ۲۳۸ کلہن کی وسعت نظر اور معلومات
- ۲۳۸ تزک جہانگیری۔ تالیخ فرشتہ میں سکی تعریف
- ۲۳۸ فارسی ترجمہ۔ ہندی زبان۔ مولانا شاہ محمد
- ۲۳۹ { سکھ جیون۔ فتح کشمیر۔ راجا بنا دیا گیا  
۲۳۹ تالیخ کشمیر کی ترتیب۔ پانچ شخصوں کی  
مجلس۔ ان کے معاون
- ۲۳۹ راج ترنگنی۔ تاریخی کارنامہ اس کے
- ۲۳۹ { متعدد ترجمے مختلف زبانوں و زمانوں میں
- ۲۴۱ سرادیل اسٹائن کا بے نظیر کارنامہ
- ۲۴۲ بھاکا اور سنسکرت ناموں میں غلطی کی مقدار
- ۲۴۲ پنڈت کلہن اور راج ترنگنی پر میر مقالہ
- ۲۴۲ پنڈت جواہر لال نہرو کی "میری کہانی" اور
- ۲۴۲ { غنشی سو جان رائے کی خلاصہ التوالیخ  
۲۴۳ میں اس کی تحسین
- ۲۴۳ جھوپڑ
- ۲۴۳ سمجھو انا خاندان اور تیمور کی اولاد سے تعلق
- ۲۴۳ ترتیب و عروج کے اسباب و ذرائع ۲۴۳، ۲۴۴
- ۲۴۳ راجا بھارمل اور کھگت داس سے بھائی
- ۲۴۳ { پرمانند کی ناخوشی  
جہانگیری کی ماں ملکہ مریم الزمانی ایک



- ۲۵۳ { تعلقات - خوب رشتہ تنقیدات و تحقیقات  
۲۵۴ {
- ۲۵۵ { مسٹر بیل - علامہ الدین کے محاسن -  
۲۵۶ { نیکیاں - ترقیاں - تعمیرات
- ۲۵۷ { پروفیسر برٹن اور علامہ الدین کے  
۲۵۸ { قابل مدح کارنامے
- ۲۵۹ { پروفیسر نور الحق - تاریخ برنی - گویا  
۲۶۰ { خلافت راشدہ کا دورہ
- ۲۶۱ { مولانا شاہ عبدالحق کی اسے تاریخ حق میں  
۲۶۲ { مولانا محمد وح کی شان جلالت و عظمت - جہانگیر کی شہادت
- ۲۶۳ { سکندرا برہم چاہی کا اوتار - اکبر  
۲۶۴ { ایک پراچین پتھر کا اشلوک - بہت سے برہمن لیکر آئے تھے
- ۲۶۵ { نہایت جہاد - حکمت گوہر  
۲۶۶ { حاجی ابراہیم سرحدی - ظلم و بغاوت و فساد - تحقیقات
- ۲۶۷ { جھوٹی مصنوعات - باتیں موضوع حدیثیں  
۲۶۸ { "صاحب الزمان مدی"
- ۲۶۹ { حاجی کا عروج - مقابلے - مباحثے  
۲۷۰ { تلونہ تھنور بھیڑے گئے - دہان دنیا نصبت
- ۲۷۱ { جوشنگہ کے رتعات ہفت انجن نام -  
۲۷۲ { اورنگ زیب کے احکام
- ۲۷۳ { فیاض القوائین کا بھی جامع ہے جوشنگہ  
۲۷۴ { کا علم اور خوبیاں
- ۲۷۵ { رقیہ سلطان  
۲۷۶ { ڈی لیٹ کی غلطی - رقیہ اکبر کی بی بی
- ۲۷۷ { ہندو کی بیٹی تھی  
۲۷۸ { علامہ الدین
- ۲۷۹ { حسب روایت بیل پر مادت کو علامہ الدین  
۲۸۰ { چھین کر لے گیا تھا
- ۲۸۱ { غلط - سوراووں نے ساکھ کیا تھا  
۲۸۲ { دیویوں نے جوہر
- ۲۸۳ { "قصص ہند" میں پدمنی کا باب -  
۲۸۴ { التادری کا ممدوم
- ۲۸۵ { بھائی پرمانند کی عبادت - چتا  
۲۸۶ { علامہ الدین کے حرم میں رانی کنولادی
- ۲۸۷ { رانی کی خواہش - دیول دی لڑکی سے  
۲۸۸ { شاہزادہ کے رشتہ کا پیغام
- ۲۸۹ { پہلے قبول - پھر انکار - فوج کشی مقابلہ  
۲۹۰ { دیول دی دتگیر - خضر خاں سے عقد
- ۲۹۱ { بہت سی کتابوں میں اس کا تذکرہ -



- منتخب تاریخ میں حالات - تاریخ الفی کے  
۲۶۰ { شریک تالیف
- نظام بدھشی قاضی خان سجدہ زمیں دوس  
۲۶۰ { کامدھنت
- کامدھنت  
۲۶۰ {
- غریب خاندان کا بنیا - بازاروں کا داروغہ  
۲۶۰ { بھر و زیم
- پانی پت کی لڑائی میں شکست - گرفتاری  
۲۶۰ {
- اکبر نے تلوار سے ہیمو کا سر چھوڑ دیا تھا  
۲۶۱ {
- ہاجی محمد عارف اور ملا قاسم ہندو شاہ کی ترقی  
۲۶۱ {
- ہیمو کی شجاعت - راجہ بکر ماجیت لقب  
۲۶۲ {
- نوروز  
۲۶۲ {
- ایرانوں کے سال کا بدلاؤ - ہندوستان  
۲۶۲ { میں تھریٹا بھاسا تھا
- فارسی قصائد - رنگین خیال پیر نے دستور  
۲۶۲ {
- نوروز نامہ شاہ نامہ - مارکوارت کا مقالہ  
۲۶۳ {
- ہیرو و طلی کھوئی اور فرخی وغیرہ کے فارسی  
۲۶۴ { طریقی
- زر کشی عقائد - یوم آموات - دشمنوں پر کھانا  
۲۶۵ {
- عید نوروز - درباری جشن عباسی خلفا کا  
۲۶۵ { اسکو قائم رکھنا
- اس کا زمانہ - ملک شاہ سلجوقی کے عہد  
۲۶۵ {
- تک تبدیلیاں  
۲۶۶ {
- ایک فرانسیسی گیت  
۲۶۶ {
- ہندوستان کا موسم - پارسی جماعتوں کا  
۲۶۶ {
- نوروز مناتا -  
۲۶۸ {
- ترکستان ایران مصر کا رواج  
۲۶۸ {
- ہولی کے ایسے سبب ستور اور سحر اپنی  
۲۶۸ {
- اکبر اور نوروز جلالت - روز شرف  
۲۶۸ {
- جشن و آئین ہندی  
۲۶۸ {
- سال جلوس کی ابتدا نوروز سے -  
۲۶۹ {
- نوروزک جہانگیر  
۲۶۹ {
- جشن - دربار - اہتمام - دعوتیں خطاب  
۲۷۰ {
- عید  
۲۷۱ {
- جہانگیر کا اختتام و طمطراق - بدستور  
۲۷۱ {
- شاہ جہاں کی اصلاحات اور کمی  
۲۷۱ {
- اور رنگ زیب نے قطعاً بند کر دیا -  
۲۷۱ {
- محمد معظّم کو فرمان امتناعی  
۲۷۲ {
- میر عبدالحلیم ملگرامی کی رباعی - جو  
۲۷۲ {
- مقبول عام ہوئی ہے -  
۲۷۲ {
- ڈی لیٹ کا اس تیو مار کے نیز ساگر  
۲۷۳ {
- کے منہ جانے کا بیان  
۲۷۳ {



- نوروز پر ڈاکٹر اقبال کا مقالہ - اور بہت سی زبانوں میں علمی سرمایہ
- ۲۶۳ {
- ۲۶۵ مینا باز اکیبھی کبھی چھوڑ بھی دیا جاتا تھا
- ۲۶۶ { حضرت علی مرتضیٰ اور ملا ظہیر اس کے ارشادات جسن نوروز کی نسبت
- ۲۶۶ { مغلوں کا بوندی سے شادی بیاہ نہ ہونا
- ۲۶۶ { صلح نامہ اصلی موجود۔ ٹاڈ صاحب کے راجستھان میں اسکی نقل
- ۲۶۶ { مولوی عبد الغنی خاں کو اس عہد نامہ کے شرائط کے ماننے میں تامل
- ۲۶۷ { وجوہ انکار۔ قلعہ آگرہ میں زمانہ بار بار۔
- ۲۶۸ { تفصیلات دیگر
- ۲۶۸ { فشی بہار جہادہ برق
- ۲۶۸ { اصل وطن۔ مشعلہ ملازمت۔ انتقال
- ۲۶۸ { کابیتہ خاندان
- ۲۶۸ { ابوالفضل
- ۲۶۸ { ابوالفضل اور ابو طیب بتنی کی یکساں
- ۲۶۹ { سرگزشت
- ۲۶۹ { شیخ مبارک ناگوری۔ ان کے بیٹوں کا عروج
- ابوالفضل کی جوانی و جوان مردی۔
- ۲۸۰ { عہدے اور کارنامے
- ۲۸۱ و ۲۸۰ بیرنگہ دیو کا مقابلہ و مقابلہ
- ۲۸۱ سر شاہزادہ کے پاس الہ آباد بھیجا گیا
- ۲۸۱ { بادشاہ کو اطلاع۔ ابوالفضل کا وکیل
- ۲۸۱ { نیلار و مال باندھ کر دربار میں حاضر ہوا
- ۲۸۱ { غم و غصہ
- ۲۸۱ { ابوالفضل کی تصنیفات اور علمی یادگاریں
- ۲۸۲ { ان کے ترجمے۔
- ۲۸۲ { انجیار کی داستان سرائی اور شنگتری
- ۲۸۳ { تفصیل کے ساتھ تنقید۔ وزیر اسے
- ۲۸۴ { فرنگ سے شیخ کا مقابلہ و موازنہ۔ برتری
- ۲۸۵ { جیرٹ صاحب کا اعتراض
- ۲۸۶ { میری نظر کن نسخوں پر رہی ہے
- ۲۸۶ { محمد عارف قندھاری اور ڈاکٹر اظہر علی
- ۲۸۸ { کے طنزیہ فقرے۔ تلامذہ و تحقیق
- ۲۸۸ { پر تھی راج
- ۲۸۸ { والی بیکانیر کا بھائی شمشیر قلم کا وٹنی
- ۲۸۸ { شاعر
- ۲۸۹ { تاہم ایسی طاقت نہ تھی کہ
- ۲۸۹ { سکھ



Contact for Thesis Composing And University Style Final Setting | 0303-761-96-93



- باب کا نام یعقوب۔ وطن اُردو جزیرۃ العساق ۲۹۸
- خاندان کی عظمت۔ سیاحت تحصیل علوم ۲۹۹
- شاعری۔ دیوان شعر النحلہ اسکی بعض نظمیں ۳۰۰
- آٹھ زبانوں میں شعر کہتے تھے ۳۰۱
- دو بلند ترین علمی انجمنوں کے رکن رکن ۳۰۱
- پیش آف ولیس اور سلطان عبدالحمید ثانی ۳۰۱
- کی سرپرستی اور قدر شناسی ۳۰۱
- مجھ سے مراسلت کا آخری جزو۔ کچھ کلام ۳۰۱ تا ۳۰۳
- فائیش سرپرست ۳۰۳
- جوہرات کا سوداگر ہوشیار سیاح۔ زمانہ ۳۰۳
- سیاحت نامہ کا اردو ترجمہ۔ منوچی ایک ۳۰۳
- واقعہ نقل کرتا ہے ۳۰۴
- یورنیر کا ایک ڈاکٹر کو بہکا نا۔ نتیجہ۔ زمانہ ۳۰۴ تا ۳۰۵
- گول بروک ۳۰۵
- سنکرت نوجوانی میں پڑھی۔ مجموعہ قوانین ۳۰۵
- ہنود۔ ۳۰۵
- ”مضامین برہم سوامی مذہبی ہنود۔ وسیع النظر ۳۰۵
- مشرق ۳۰۵
- جوہر ۳۰۵
- دشمن کا غلبہ دیکھتے تو راجپوت بچوں کو ۳۰۵
- تہ تیغ کر دیتے ۳۰۵
- غورتوں کا آگ کے کند میں جھونک دیتے ۳۰۵
- خود شمشیر بدست بڑھتے ۳۰۵
- سبک تگین و محمود کو جو پال کا پیام ۳۰۶
- محاصرہ چنور میں زبردست جوہر۔ ۳۰۶
- تفصیلات ۳۰۶
- میر غلام علی بلگرامی کی تعبیر و تاویل ۳۰۶
- غیروں اور بیگانوں کے لئے بھی ہوتا تھا ۳۰۶ تا ۳۰۸
- سلطان و انبیاء ۳۰۸
- اکبر کا سچا بیٹا۔ یہ نام رکھنے کی وجہ ۳۰۸
- مردانہ حسن و جمال۔ شہ سوار ۳۰۸
- ہندی کی شاعری ۳۰۸
- جہانگیر بھی برج بھاشا جانتا تھا ۳۰۹
- جان ملین ۳۰۹
- ”فردوس گمشدہ و بازیافتہ“ کا مصنف ۳۰۹
- توارد و سرقہ کا الزام۔ اہل نظر کا ۳۰۹
- برہمن کرنا ۳۰۹
- گوتے اور والٹر دیلے کے فیصلے ۳۱۰
- ملین اور ڈانٹنے و زرخ کی تصویر ۳۱۰
- کھینچی ۳۱۰
- تنگ دستی اور فلاکت۔ صابنجی کا ۳۱۰
- تفسیر ۳۱۱



۳۱۸	شمس الدین التمش	۳۱۱	ملٹن کا زمانہ اس کے کمالات -
۳۱۸	حافظ - ناصری شاعر کا واقعہ -	۳۱۲	تصنیفات - تحریرات
۳۱۹	دوبار میں پورا قصیدہ یاد ہو جانا	۳۱۳	اکبر الہ آبادی اور ملٹن
۳۲۰	شان سلطنت - بغداد سے خلعت -	۳۱۳	مرزا غازی ترخان
۳۲۰	اس کا لقب	۳۱۳	والی ٹھٹھ مرزا جانی کا بیٹا اور نائب حکومت
۳۲۰	جامع مسجد بدایوں - مدرسہ مغربی تعمیرات	۳۱۳	اکبر کی فوج کشی - مہربانیاں - بحالی حکومت
۳۲۰	آتش زدگی - طاہر القادری کی تاریخی نظم	۳۱۴	شاعری - "وقاری" تخلص
۳۲۱	فشی دوار کا پرشاد و افق	۳۱۴	ترخان کا مرتبہ پنڈت خواہر لال نہرو
۳۲۱	بالمیکی کی رامین کا ترجمہ اردو	۳۱۴	کی نظر میں
۳۲۱	خاندانی شاعر - باپ دادا کے فضائل و کمالات	۳۱۴	لغات میں اس کے معنی - اعزاز - مرزا
۳۲۱	بھائی اور بیٹے سمجھی شاعر - انکی یاد گاریں	۳۱۵	مدفن
۳۲۲	سینہ بند	۳۱۶	جانی اور اہل کمال کی قدردانی - ایک شعر کا ایک ہزار اشرفی صلہ
۳۲۲	آتش کا شعر اور پیر و فیسرحیدریہ	۳۱۶	ڈاکٹر بینی پرشاد جانی کی بڑی تعریف کرتے ہیں - تاریخ سے دلچسپی
۳۲۳	جنگ کی چمکی گئی	۳۱۶	مصوری
۳۲۳	محرم، شام کچھ، ورع، مجول ہم معنی -	۳۱۶	ہندوستانی اور مغربی فن تصویر کے رنگ
۳۲۳	ہم وضع لباس	۳۱۶	دہا ہو یا دھیا اور مہر ہو یا مہر
۳۲۳	مرزا غائب کی ایک غزل کے بعض الفاظ پر انگشت نمائی -	۳۱۶	کے خیالات و جذبات
۳۲۳	مولانا اوحید الدین بلگرامی - انگلیا کی تعریف - مترادف الفاظ	۳۱۸	مولوی عبدالباری کی تشریحات تصویر کشی



۳۲۲	ترکستان حسن و جمال۔ اس پر عرب و	۳۲۲	حکیم صادق گیلانی اور شیخ مصطفیٰ کے اشعار
۳۲۱	عجم کے شعرا کی شنا گسٹری	۳۲۲	اہل لغت کے اقوال یقین کا ایک جزو
۳۲۰	ترکوں کی دستکاری و ہنرمندی۔	۳۲۵	جیحون
۳۲۲	مضامینات مشہور جات	۳۲۵	اس دور یا کا موقع۔ نئے پرانے خیرو اخیار
۳۲۲	ذخیرۂ ادب و انشا۔ برادر نوادی	۳۲۵	میں بیان
۳۲۲	و نبان پرستی	۳۲۵	حالات تاریخ ماوراء النہر میں
۳۲۳	لوہیوں کی ایسی ہی شکایت	۳۲۶	ایران
۳۲۲	ترکستان کی تاریخیں۔ شجرۃ الاتراک	۳۲۶	غیر اقوام کا جولاں گاہ۔ اہل فرنگ کی
۳۲۲	ملفوظات الاخبار	۳۲۶	ترک تازیان
۳۲۶	ترکوں کے گروہ و نسب۔ ترکی	۳۲۶	ایران کی تاریخ مختلف قوموں اور
۳۲۵	قلماق عورتوں اور محل سراے شاہی	۳۲۶	خاندانوں کا قبضہ و حکمرانی
۳۲۶	کی حفاظت۔ ایک واقعہ	۳۲۸	تاتاری
	ترکمان	۳۲۸	اس کے ادبیات۔ تاریخوں میں ذکر کردہ
۳۲۶	ترکوں کی ایک قوم۔ مگر کسی قدر کمتر	۳۲۸	پچاس لاکھ مسلمانوں کا خون
	خانہ بدوش تاتاری	۳۲۹	ان کے متعلق بعض شعر
۳۲۶	ان کا علاقہ	۳۲۹	تاتاری مسلمان آج کل جاہل متعصب
۳۲۶	شاہجہان آباد کا ترکمان دروازہ	۳۲۹	تقلید پرست
۳۲۶	مجر ہنگری والے	۳۳۰	عربی فارسی لغات میں تاتاری کی تشریح
۳۲۶	انکی نسل، انکی زبان۔ قلیپ اسمتہ کی تحقیق	۳۳۰	نیز انگریزی میں
۳۳۰	مختلف قومیں اور گروہ۔ ناموں کی تلفظ	۳۳۰	ترک
۳۳۹	انکی جرمنی سے دشمنی اور لڑائیاں	۳۳۰	تعارف شجاعت بہادری کے فاتر



۲۰۲

مجر کے متعلق لغتوں کی آویزش یا ستم ظریفی ۳۳۸  
خانہ بدوش تھے۔ اب اچھے شہری ہو گئے ۳۳۹

ہیں۔  
قرعہ

۳۳۹  
۳۳۹ { روسی اسٹیکے باشندے۔ ان کا  
مسکن۔ ساکبریا

۳۳۹ { ان کا یہ سالار قرانقر خراسان کو تباہ  
کر دیا تھا۔  
تازہ تحقیقات۔ آوارہ گرد گنگول ۳۴۰  
تاتار قوم

۳۴۱ { ان کا علاقہ۔ اس کا رقبہ۔ حدود  
نہ ہٹا مسلمان۔ زبان ترکی۔ رجزیہ شعرا ۳۴۱

۳۴۱ { ۱۹۱۱ء کا سورج گرہن اسی خطہ میں  
دیکھا گیا تھا ۳۴۲

۳۴۲ { انگریزی میں کاسک۔ ان کے قبائل  
صحرا۔ وغیرہ ۳۴۲

۳۴۲ { عربی نقشوں میں ان کے مواقع و مقامات  
متنازعہ دکھائے جاتے ہیں ۳۴۳

۳۴۳ { ہیرودوٹس  
یونان کا مورخ۔ تاریخ کا ابوالباد ۳۴۳

۳۴۳ { اسکی سیاست حضرت علی سے چار سو  
۳۴۴

برس پہلے۔

۳۴۳ { مصر اور اور مالک کی تاریخیں جو اس  
نے لکھیں ۳۴۳

۳۴۳ { پادری رالفسن نے اسکی سوانح عمری لکھی ۳۴۳

۳۴۳ { احمد زکی باشا کی تحقیقات اور اسکی  
سکونت بودرم ۳۴۳

۳۴۳ { طلحہ مویش  
ایک عورت۔ ساتیجین قوم کی ایک شاخ سے ۳۴۳

۳۴۳ { اسکی علاقہ پر کسریے کا حملہ۔ اس کا جواب ۳۴۳

۳۴۳ { فارسی تاریخوں اور شاہنامہ سے تصدیق ۳۴۳

۳۴۳ { فریسیچین  
یہودیوں کا ایک فرقہ۔ نوکاری کا مدعی ۳۴۳

۳۴۳ { مگر انگریزوں کے نزدیک یہاں کار و منافی ۳۴۳

۳۴۳ { عبد نامہ جات یہاں کا ذکر ۳۴۳

۳۴۳ { اسینگو بارڈی (دنا زیش) ۳۴۳

۳۴۳ { اس جماعت کا صدر مقام ۳۴۳

۳۴۳ { کسی زمانہ میں انکی شہامت و بابت ۳۴۳

۳۴۳ { فتح یا بیاں۔ ۳۴۳

۳۴۳ { عصر قدیم میں ایسی ہی وضعوں یا خارجی ۳۴۳

۳۴۳ { چیزوں سے قبائل کے نام پڑ جاتے ۳۴۳

۳۴۳ { تھے۔ کچھ مثالیں ۳۴۳



۳۵۳

- ۳۴۹ { دارھی باور سر کے بالوں کا بڑھانا ڈاکٹر  
ٹیلر کی تالیخ
- ۳۵۰ { فرانس خاص کی بڑے بڑے بال رکھنے  
والی اقوام
- ۳۵۱ { دارھی کا احترام اور عزت ہمیشہ محفوظ رہی  
موتھیں مردانہ پن کی علامت اور زیور
- ۳۵۲ { ہندو شاہ کا حکم - ہندو سر کے بال  
نکٹا یا کریں۔
- ۳۵۳ { کیونکہ سکھ بڑی بڑی دارھیاں رکھتے ہیں  
ڈاکٹر پاٹر اور ایک قانون کا سوال جواب۔
- ۳۵۴ { حضرت موسیٰ اور گورو گوبند سنگھ اور  
قادیروں کی انہی انہی امتوں اور  
قوموں کو ہدایت و نصیحت
- ۳۵۵ { شاہی خاندانوں میں دارھیاں اور گل جھجھے  
عمائد و مشاہیر کی مثالیں ڈاکٹر شگور
- ۳۵۶ { المنار کی ایک جامع و مانع تحریر دارھی  
کے بارہ میں سید محمد شیدہ شاہ کے قلم سے
- ۳۵۷ { گوٹھ اور وڈی گوٹھ
- ۳۵۸ { فلپ اسمتھ کی تالیف دیانت تدیم ڈاکٹر  
ٹیلر اور پروفیسر غلام مصطفیٰ کی تالیفیں
- ۳۵۹ { ڈاکٹر انڈیل کی لغت
- ۳۶۰ { گوٹھوں کی شکر کشی جتنی سال بعد کی  
لڑائیاں
- ۳۶۱ { کئی معرکے گوٹھوں کی تلواریں جیسا کہ  
اصل نسخہ پر وہ خطا ہیں تاہم زبان آدمی
- ۳۶۲ { اکر کی ماں کا غرنا اور بھدرہ خان اعظم  
کا محفوظ رہنا
- ۳۶۳ { کرنل مین کی دارھی منڈانے کہتے  
توجیہ
- ۳۶۴ { اکر کی ماں کا غرنا اور بھدرہ خان اعظم  
کا محفوظ رہنا
- ۳۶۵ { کرنل مین کی دارھی منڈانے کہتے  
توجیہ



- ۳۶۶ { ڈی شی اس
- ۳۶۷ { انریقہ والوں کا سپہ سالار فیلیقوس عرب
- ۳۶۸ { مقابلہ - عرف مقابل کو شکست -  
اعلان قیصریت
- ۳۶۹ { عیسائیوں پر بے انتہا ظلم - پادریوں پر نظر تہر
- ۳۶۹ { بادشاہت کا کام کرنے والے دو -  
ایک شہنشاہ دو سراقبہ
- ۳۶۹ { منوجی
- ۳۶۹ { برہما کے فرزند - شکر شاستر کے مصنف
- ۳۶۹ { گیتا
- ۳۶۹ { منو شاستر کے پرانا قانون جریمہ
- ۳۷۰ { اور سنرائیں
- ۳۷۰ { سر ولیم جونسن کی تنقید - برہمنوں سے رعایت -
- ۳۷۱ { عورتوں کے بارے میں اس وقت
- ۳۷۲ { سماج کے خیالات
- ۳۷۲ { عیسائی مذہب میں عورتوں کی ذمہ داریاں
- ۳۷۲ { باب کلیسا کا نئے
- ۳۷۲ { گھونگھٹ
- ۳۷۲ { اس کے اندازہ دلکشیاں
- ۳۵۹ { اسکندر اعظم کے زمانہ میں پانی تھیں جازاں
- ۳۶۰ { ترک وطن - نئی نئی بستیاں - جماعتی نظام
- ۳۶۱ { آسٹری کو تھ - وادی کو تھ - انکی قیام گاہیں
- ۳۶۱ { ناموں کی مماثلت - تشابہ - دھوکا -
- ۳۶۱ { تھو انی قوم - گو تھ کا نام پہلے پہل
- ۳۶۲ { سر راشیا والوں سے التباس - سی تھین
- ۳۶۳ { لاطینی شاعر ہو رہیں کیا کہتا ہے -
- ۳۶۳ { گبن کی رے - گو تھوں کی خصوصیات -
- ۳۶۴ { گیت - کہانیاں
- ۳۶۴ { ان کی وقعت اور ضرورت
- ۳۶۴ { شاعر کا مسلک اور طریق عمل بقائد
- ۳۶۴ { وعادات پر روشنی
- ۳۶۵ { ڈاکٹر بریر اور پرنسپل واسٹ کی تحریرات
- ۳۶۶ { گڑھک طرز تعمیر - قلعہ دہلی کا لاہوری
- ۳۶۶ { دروازہ -
- ۳۶۶ { بشپ ہمبر کا تحفہ
- ۳۶۶ { چوک چھتہ یا مستحق بازاد شہر بھیاں
- ۳۶۶ { کی ایجاد
- ۳۶۶ { انگلستان کا پارلیمنٹ گڑھک نمونہ
- ۳۶۶ { لوئیس البری کا دارالندوہ
- ۳۶۶ { گڑھک ٹائپ اور سیسے کے حروف



- ۳۶۶ { علامہ سید سلیمان کی تحریر گھونگھٹ کی  
رسم پر۔ وجوب کی صورتیں
- ۳۶۸ خاتمہ و معذرت
- ۳۶۹ { بنجامن فرینک لن کا واقعہ ایک مصنف  
سے سابقہ
- ۳۷۰ { مقبول بیج طاں کی ہرزہ سرائی  
ایک دانش مند انہ سبق ۳۷۹ ، ۳۸۰
- ۳۸۰ { میری محرمی۔ خدا کی دین
- ۳۸۰ { عرض مقبول  
منت پذیری۔ سپاس گزاری  
اس تحریر کا پہلا خاکہ۔ پھر سکوت  
ناشران عزیز کے اصرار سے اب اس کی تکمیل
- ۳۷۲ { شیخ شیراز دھوکا کھاتے کھاتے بچا
- ۳۷۳ { مرزا نوشہ اسی دہم میں۔ جوش بادہ
- ۳۷۴ { حکیم الدین خاں بچھی اور منظر علی  
شفیق کی صدائیں
- ۳۷۵ { میر عبد الحلیل کی بوسے خوش بھاشاں
- ۳۷۵ { میران ہاشمی نسوانی روزمرہ میں
- ۳۷۶ { قاسم بک امین۔ پردہ سوال کی  
ضرورت، حجاب شرعی
- ۳۷۶ { فلاسفر لاروس کی تحقیق کلر "خمار"  
کے تحت
- ۳۷۶ { ایک تلو سے سندھ جھیلنا
- ۳۷۷ { محمد طلعت بک حرب کی ہم نوائی



۴۰۶

# نوٹ اور مقالے ختم

صفحہ	درجہ	مقالہ یا نوٹ	عدد سلسلہ
۱۳۵	راجپوت	مقالہ	۱
۱۴۶	مفل	"	۲
۱۶۳	ملا نذر الدین جامی	نوٹ	۳
۱۶۵	توران	"	۴
۱۶۶	زبانیں	"	۵
۱۶۹	ابو یحیٰ بن بیرونی	"	۶
۱۸۲	ابو اسحق اسطخری	"	۷
۱۸۳	ابن حوقل موصلی	"	۸
۱۸۴	کرنل ٹاڈ	"	۹
۱۸۶	گروتس اور ہمیں	"	۱۰
۱۹۰	محمود خلیجی	"	۱۱
۱۹۲	مالوہ	"	۱۲
۱۹۳	راجہ ستدا	"	۱۳
۱۹۴	ذوالکفلی	"	۱۴
۱۹۶	چوہدری (پیار)	"	۱۵
۱۹۹	پیر بابا	"	۱۶



۲۰۷

صفحہ	در بارہ	مقالہ یا نوٹ	عدد سلسلہ
۲۰۰	ملک محمد ویدماوت	مقالہ	۱۷
۲۰۷	انی رے (راجہ)	نوٹ	۱۸
۲۱۰	ادوے پوری (ملکہ)	"	۱۹
۲۱۳	بھاشا	"	۲۰
۲۱۴	رجواڑہ	"	۲۱
۲۱۶	کاستھ اور تھامسی	مقالہ	۲۲
۲۲۲	سلطان شہاب الدین غوری	نوٹ	۲۳
۲۲۵	چھیٹر جھپاڑ	"	۲۴
۲۲۶	خان خاناں عبدالرحیم	"	۲۵
۲۲۸	ٹوڈر مل (راجا)	"	۲۶
۲۳۱	دفتروں کی زبانیں	"	۲۷
۲۳۶	اکبر کا مالی دفتر	"	۲۸
۲۳۶	راج ترنگنی اور اس کا مولف	مقالہ	۲۹
۲۳۴	جی پورہ (انبیر)	نوٹ	۳۰
۲۵۰	رقیہ سلطان بیگم	"	۳۱
۲۵۰	علاء الدین	"	۳۲
۲۵۷	کنڈا برہم چاری	"	۳۳
۲۵۸	حکیت گورنر و غیرہ	"	۳۴
۲۶۰	ہیمو۔ اس کے اوصاف	"	۳۵



۲۰۸

صفحہ	در بارہ	مقالہ یا نوٹ	نمبر و سلسلہ
۲۶۲	نوروز	مقالہ	۳۶
۲۶۶	ہندی سے شادی بیاہ	نوٹ	۳۷
۲۶۸	منشی بہاراج بہادر	"	۳۸
۲۶۸	ابوالفضل علامی	مقالہ	۳۹
۲۸۸	پرکھی راج	نوٹ	۴۰
۲۸۹	رانا اودے سنگھ	"	۴۱
۲۸۹	راجی تارا بانی	"	۴۲
۲۹۰	رام سنگھ	"	۴۳
۲۹۲	موتھپس	"	۴۴
۲۹۵	راج ترنگنی (مزید)	"	۴۵
۲۹۸	ستی کی رسم - بنیاد	"	۴۶
۲۹۸	لوئیس بک الصابنجی	"	۴۷
۳۰۳	مانشی سر پور نمبر	"	۴۸
۳۰۵	کول بروک	"	۴۹
۳۰۵	جمہور	"	۵۰
۳۰۸	دانیال	"	۵۱
۳۰۹	ملٹن	"	۵۲
۳۱۳	غازی - ترخان	"	۵۳
۳۱۷	مستوری	"	۵۴



۴۰۹

صفحہ	در بارہ	مقالہ یا نوٹ	عدد سلسلہ
۳۱۸	الشمس	نوٹ	۵۵
۳۲۱	افق	"	۵۶
۳۲۵	حیون	"	۵۷
۳۲۶	ایران	"	۵۸
۳۲۸	ساتارہ	"	۵۹
۳۳۰	ترک	مقالہ	۶۰
۳۳۷	ترکمان	نوٹ	۶۱
۳۳۷	مجر یا ہنگری	"	۶۲
۳۳۹	قرغز	مقالہ	۶۳
۳۴۳	ہیروڈوٹس	نوٹ	۶۴
۳۴۴	طہورت	"	۶۵
۳۴۴	نریسین	"	۶۶
۳۴۵	لینگو باہڈی - دالہ طہیاں	مقالہ	۶۷
۳۵۶	گوٹھ - دندی گوٹھ	"	۶۸
۳۶۷	ڈی شی اس	"	"
۳۶۷	منوچی	نوٹ	۶۹
۳۶۲	گھونگھٹ	"	۷۰
۳۶۸	خاتمہ و معذرت		



# مصنف محترم کی دو کتابیں

(۱)

(منقول از رسالہ زمانہ کانپور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۰ء تنقید کتب)  
**حیات جلیل** از مولوی سید مقبول احمد صدیقی۔ او سداً تقطیع۔ حجم تقریباً پانچ سو  
 صفحات۔ مجلد قیمت لکھہ

یہ تذکرہ مولانا آزاد بلگرامی مرحوم کے نامیر عبد الجلیل بلگرامی کے سوانح حیات نیز ان کے  
 علمی و ادبی مشاغل وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں میر صاحب کے  
 ذاتی حالات و صفات ہیں اور دوسرے میں ان کے علمی و ادبی ذوق و تصانیف کا ذکر۔  
 ان پر تبصرہ۔ نیز ان کی اولاد، معاصرین وغیرہ کے حالات ہیں۔  
 بظاہر یہ میر عبد الجلیل صاحب کا تذکرہ ہے لیکن باطن میں علمی ادبی اور تاریخی رموز و نکات  
 کا ایک دریا سے مواج ہے۔ اصل تذکرہ میں صمناً جس قدر علمی و ادبی مسائل، تاریخی واقعات  
 و اشخاص اور شعراء کا ذکر آگیا ہے۔ ان کے متعلق حاشیہ پر مفید و کارآمد بحث اور مفصل حالات  
 سکھ دے ہیں۔ ایسے حواشی کی تعداد ۳۷۹ ہے۔ اگرچہ حواشی کی کثرت ہر طرح اصل تذکرہ کے مطالعہ  
 میں خلل انداز ہوتی ہے اور قاری کی توجہ متن سے ہٹ کر حاشیہ کی طرف چلی جاتی ہے لیکن یہ  
 حواشی بھی متن سے کم کیا زیادہ ضروری اور مفید ہیں جن سے قاری کی معلومات میں بیش بہا  
 اضافہ ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جس نے اس تذکرہ کی اہمیت بڑھا دی ہے۔  
 علمی و تاریخی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

نیز مسٹر آر۔ پی ڈیوہرٹ کا فاضلانہ ریویو رائل ایشیاٹک سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ  
 (لندن) کے جو رائل اکتوبر ۱۹۲۹ء میں ملاحظہ ہو۔



۴۱۱

(۲)

تبصرہ - اذہ سالہ شاہکار لاہور، بابۃ ماہ مارچ ۱۹۳۹ء

**تاریخ الہ آباد حصہ اول** - تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے اس کتاب کا پایہ بہت بلند ہے۔ مولوی سید نقبول احمد صاحب صدر فی مؤلف ہیں۔ مؤلف نے اپنی تاریخی معلومات کا بہترین ثبوت پیش کیا ہے۔ کتاب کے پچیس ابواب ہیں بعض مختصر اور اکثر مفصل شروع میں مصنف کی تصویر ہے۔ اس کے علاوہ لڑ تصویروں اور بھی شامل کتاب ہیں۔ دوسرے رنگی اور سات ایک رنگی کتاب کے مؤلف تصویر سے مصنفیت المعروف ہوتے ہیں۔ لیکن اندازہ تحریر و نگارش اور شباب زیر ہے۔ انداز بیان میں اتنی روانی ہے کہ جموڑا داد دینی پڑتی ہے۔

اس تاریخ میں دو بہت بڑی خوبیاں ہیں۔ اجمالی حیثیت سے تو یہ ہندوستان کے مغل حکمرانوں کی تاریخ ہے اور تفصیلی حیثیت سے الہ آباد کی تاریخ ہے اور تیسری حیثیت یہ بھی ہے کہ جہانگیر کے ارٹھ کے خسرو کی مفصل سرگزشت کی آئینہ دار ہے ہر لحاظ سے کتاب جامع ہے اور اس قابل ہے کہ ہندوستان کی لائبریریاں اس سے مزین ہوں۔ بلکہ اگر الہ آباد کی ٹیگمپسٹ بک کمپنی اس کے لئے منظور کرے تو بہت زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

ہندوستان کے مصنفین کی بہت کم ایسی تصنیفات ملتی ہیں جو ٹھوس بھی ہوں اور دلچسپ بھی۔ اور تاریخ مغل رضائین کو اتنے روئے پھیلے ہوئے ہیں کہ بہت کم لوگ پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن تاریخ الہ آباد کے پڑھنے والے اس کی دلچسپی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور یہ مؤلف کا کمال ہے۔ ہندوستان کو ایسے مؤلفوں کی اور ایسی تصنیفات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کتاب کا آغاز خسرو باغ سے ہوتا ہے اور صرف خسرو باغ کی تفصیلات



۴۱۳

۱۷۸ صفحات میں ختم ہوئی ہیں۔ اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ مؤلف نے اختصار  
کی کوشش کی ہے۔ اگر حسب منشاء لکھنے کا موقع ملتا تو اس کے لئے ذروں  
کی ضرورت تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ شروع سے آخر تک بڑھ جائے کہیں  
کوئی جملہ فضول یا بھرتی کا نہ ملے گا۔ مختصر یہ کہ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔  
لکھائی چھپائی دیدہ زیب، کاغذ عمدہ، مجلد نہایت نفیس اور عمدہ  
جلد اور قیمت صرف للہ

الہ آباد پبلشنگ ہاؤس۔ الہ آباد

طلب کیجئے